محقق العصر

علامہ محمد عبدالرشید نعمانیؒ

حیات ، افکار ، خدمات

(مختلف مقالات کا مجموعہ)

مرتب :

شوکت علی

فہرست

محقق العصر حضرت مولانا
محمد عبدالرشید نعمانیؒ

از

شہیدِ اسلام
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

(ماہنامہ بینات کراچی جمادی الاخریٰ – 1420ھ)

محقق العصر حضرت مولانا

محمد عبد الرشید نعمانی رحؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد:

محدث العصر حضرت بنوری قدس سرہ کے محب ورفیق کار، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن۔ کے شعبہ تخصص فی الحدیث کے مشرف واستاذ، ماہنامہ بینات کے سابق مدیر ومرتب، حضرت علامہ حیدر حسن خان ٹونکیؒ کے ممتاز ترین شاگرد، حضرت اقدس مولانا ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم کے محبّ ومحبوب اور مجازِ بیعت، جامعہ اسلامیہ بہاول پور کے شعبہ اسلامیات کے صدر نشین، مجلس دعوت وتحقیق جامعہ علوم اسلامیہ کے رکن رکین، مشہور علمی تحقیقی اداروں مجمع المصنفین حیدرآباد دکن، ندوۃ المصنفین دہلی کے نامور محقق، برصغیر پاک وہند کی نامور شخصیت، فن حدیث کے امام، محقق العصر حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جمعرات ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۲/ اگست ۱۹۹۹ء صبح دس بج کر پندرہ منٹ پر رحلت فرماگئے 'اناللہ وانا الیہ راجعون' ان للہ مااخذ ولہ مااعطی وکل شیء عندہ باجل مسمی۔

موت کوئی اچنبھا چیز نہیں کہ اس پر حیرت وتعجب کا اظہار کیا جائے، یہ

سنت بنی آدم ہے، یہاں کا آنا جانے کی تمہید ہے، یہاں جو بھی آیا، جانے کے لئے آیا، سرائے عالم کا ہر مسافر منزل عدم کا راہ نورد ہے، مگر بعض جانے والے کچھ اس شان سے جاتے ہیں کہ پورے عالم کو سوگوار کر جاتے ہیں، ان کے جانے پر زمین وآسمان روتے ہیں، ان کی موت سے صرف ان کا خاندان ہی متاثر نہیں ہوتا بلکہ دنیائے علم وعمل ان کی موت پر نوحہ کرتی ہے، مجلس علم وادب ویران ہو جاتی ہے۔ ان کی موت سے علمی حلقوں میں صف ماتم بچھ جاتی ہے، ان کے ذوق ومزاج، تقویٰ وتدین اور طہارت وپاکیزگی کے تذکرے دیر تک رہتے ہیں، نظریں ان کی نظیر ومثال ڈھونڈھتے عاجز آجاتی ہیں۔

کچھ یہی شان ہمارے مخدوم ومحسن محقق العصر حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ کی تھی۔ آپ ایک باخدا صوفی بزرگ، مشہور خطاط وشاعر اور مولانا حکیم محمد ابراہیم روحی ٹونکیؒ کے خلیفہ مجاز، حضرت منشی محمد عبدالرحیم خاطر جے پوری کے ہاں ۱۳۳۳ھ میں پیدا ہوئے، علم وفضل، تقویٰ وطہارت زہد استغنیٰ اور خطاطی وخوش نویسی وراثت میں ملی، تعلیم کی ابتدا بھی گھر ہی سے ہوئی، البتہ اعلیٰ عربی تعلیم کے لئے دوسرے مدارس کا رخ کیا۔ اور حدیث کی سند کے لئے نابغۂ وقت علامہ حیدر حسن خان ٹونکیؒ کی بارگاہ علم وفضل میں زانوئے تلمذ تہ کئے، حضرت اقدس مولانا نعمانی قدس سرہ اپنے خود نوشت حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

”نام: محمد عبدالرشید نعمانی بن منشی عبدالرحیم بن محمد بخش بن بلاقی بن چراغ محمد بن ہمت۔ نسبت کے اعتبار سے

کچھواہہ راجپوت' آبائی وطن خاص جے پور ہے' اسلام لائے بہت سی پشتیں گزر چکی ہیں' ہمت صاحب کے زمانے سے سلسلہ معاش تجارت ہے۔

ولادت: راقم الحروف کی ولادت ۱۸/ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۹/ ستمبر ۱۹۱۵ء کو ہوئی' میرے عم بزرگوار حافظ عبدالکریم صاحب مرحوم کے کوئی اولاد نہیں تھی' ان کی اہلیہ میری حقیقی خالہ تھیں' اس لئے انہوں نے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی مجھے آغوش تربیت میں لے لیا۔

تعلیم: چار سال' چار ماہ' چار دن کا ہوا تو عم بزرگوار نے میری بسم اللہ کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی' میری ابتدائی تعلیم کا آغاز بھی انہیں کے پاس ہوا' انہیں ابتدائی تعلیم کا خاص ملکہ تھا' قاعدہ بغدادی سے لے کر قرآن مجید اور مولوی اسماعیل میرٹھی کی اردو کی چوتھی کتاب تک انہیں سے پڑھی' املا اور خوش خطی بھی انہیں سے سیکھی' کبھی کبھی والد مرحوم سے بھی خوش خطی کی اصلاح لے لیا کرتا تھا' یہ دونوں بھائی بڑے اعلیٰ درجے کے خوشنویس تھے آمدنامہ بھی حافظ صاحب موصوف ہی نے یاد کرایا تھا' ابتدائی فارسی کے کچھ اسباق والد مرحوم سے بھی پڑھے' پھر جے پور میں اپنے محلہ بساطیاں کی

مسجد میں ایک مکتب "مدرسہ انوار محمدی" کے نام سے قائم تھا' وہاں داخل ہوا' اور گلزار دبستان اور کریما' مولوی یحیی متنبی سے پڑھیں' مالابد منہ کا ابتدائی حصہ بھی وہیں پڑھا' اب میری عمر آٹھ نو سال کی ہو چکی تھی اور اس قابل ہو گیا تھا کہ میل دو میل چل کر خود بھی کسی مدرسہ میں جا سکتا تھا' چنانچہ بیرون اجمیری دروازہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں جو حضرت منشی ہدایت علی خان صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا تھا' منشی پنجاب کا امتحان دینے کی غرض سے داخل ہوا اور وہاں کے فارسی اساتذہ منشی ارشاد علی' منشی ستار علی' منشی عبد القیوم ناطق اور منشی سعید حسین وغیرہ سے فارسی کی کتابیں شروع کیں' لیکن کچھ اپنی کم سنی' کچھ اساتذہ کے بغیر میری استعداد کا اندازہ لگاتے ہوئے آگے کی کتابیں شروع کرا دینے کی وجہ سے منشی کے امتحان میں ایک پرچے میں ناکام رہا' ادھر والد صاحب کا اصرار تھا کہ مجھے عربی شروع کرنی چاہئے چنانچہ ۱۹۲۷ء میں ماہ جون سے میزان منشعب شروع کر دی گئی اور اسی سال عربی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ منشی کے جس پرچے میں ناکام رہا تھا اس کی بھی تیاری کر کے امتحان دیا اور کامیاب ہو گیا' اب جون ۱۹۲۸ء سے صرف عربی علوم کی تحصیل کے لئے وقف ہو گیا' مدرسہ تعلیم الاسلام جے پور میں

عربی کے مدرس صرف مولانا قدیر بخش صاحب بدایونی مرحوم تھے‘ میں نے میزان سے لے کر صحیح بخاری کے ابتدائی اسباق تک درس نظامی کی اکثر وبیشتر کتابیں مولانا موصوف ہی سے پڑھی تھیں۔

ان کتابوں کے علاوہ مولوی‘ مولوی عالم اور مولوی فاضل کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی کے برابر دیتا رہا اور ان تینوں امتحانات میں جو کتابیں داخل نصاب تھیں مولانا بدایونی سے وہ پڑھتا رہا‘ مولانا موصوف کی خدمت میں میں نے جون ۱۹۲۸ء سے عربی علوم کی تحصیل شروع کی تھی اور پانچ سال میں مکمل کر کے مئی ۱۹۳۲ء میں فراغت حاصل کرلی۔

اسی سال پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کر لیا‘ پھر ۱۹۳۴ء میں خود تیاری کر کے منشی فاضل کا امتحان بھی دیا اور کامیاب ہو گیا‘ اور اسی سال دار العلوم ندوۃ العلما میں عربی ادب کے حصول کی غرض سے پہنچا‘ جہاں قسمت نے یاوری کی اور حضرت شیخ الحدیث علامہ حیدر حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرف باریابی حاصل ہوا‘ دو سال تک حضرت شیخ سے استفادے کا موقع رہا اور صحیح بخاری‘ جامع ترمذی دونوں کتابیں قرآتًا وسماعًا اول سے آخر تک ان کی خدمت میں رہ کر پوری کیں‘ صحیح مسلم‘ سنن

ابی داود، مسند امام احمدؒ کا سماع متفرق بھی رہا۔

"البتہ مقدمہ صحیح مسلم بکمالہا پورے ضبط واتقان اور تحقیق وبحث کے ساتھ حضرت شیخؒ سے پڑھا، حضرت شیخؒ صاحب سے علم حدیث کے علاوہ ہیئت میں سبع شداد مکمل اور تفسیر جلالین، اور میبذی کے کچھ اسباق بھی پڑھے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اس ناکارہ کو خوب اختصاص حاصل رہا، اور علم حدیث سے مناسبت انہیں کی صحبت میں پختہ ہوئی، اصول حدیث، رجال، تاریخ وطبقات، کتب تخریج احادیث، سنن ومسانید اور حدیث وشروح حدیث کی سینکڑوں کتابیں ہیں جن سے تعارف اور استفادہ کا موقع وہیں نصیب ہوا۔

شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی اس ناکارہ پر نظر التفات بہت زیادہ تھی، اور انہیں کی دعا وتوجہ کی برکت ہے جو اس ناکارہ کو کچھ علمی خدمت کی توفیق ملی، مجھے حضرت شیخ سے شرف بیعت بھی حاصل ہے، ہمارے مولانا حیدر حسن خان صاحبؒ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ بھی تھے، ۱۹۳۵ء میں میں نے حضرت شیخ کے درس سے فراغت حاصل کی، پھر ۱۹۳۸ء میں حضرت علامہ محمود حسن صاحب ٹونکی مصنف معجم المصنفین، برادر معظم حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحب کی خدمت میں حیدر آباد دکن پہنچا، اور

چار سال کامل علامہ موصوف کی زیر نگرانی ان کی کتاب معجم المصنفین کی تدوین و تالیف میں کام کرتا رہا' ان چار سالوں میں علامہ موصوف سے جو استفادہ ہوا اس نے تاریخ علوم اور مصنفین اسلام سے پوری طرح روشناس کرادیا' حضرت مولانا محمود حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس ناکارہ سے ایک گونہ تعلق تھا' اور میری تالیفات میں اگر کچھ علمی سرمایہ ہے تو یہ انہیں دونوں بزرگوں کا صدقہ ہے۔(رحمہما الله رحمة واسعة وغفرلهما مغفرة واسعة)

پھر ۱۹۴۲ء کی ابتدا سے ندوۃ المصنفین دہلی کا رفیق ہو گیا اور لغات القرآن کی چار جلدیں اس ناکارہ کے قلم سے نکلیں'، ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں پاکستان آ گیا' دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار کی ابتدا ہوئی تو شروع کے دو سالوں میں وہاں تدریس کی خدمت بھی انجام دی' اور فقہ 'اصول فقہ 'نحو اور منطق کی کتابیں پڑھائیں' اصول حدیث میں مقدمہ ابن صلاح کا درس بھی دیا' پھر ۱۹۵۵ء سے مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی سے تعلق ہو گیا' اور وہاں رہ کر فقہ، حدیث اور اصول حدیث کی کتابیں پڑھاتا رہا، علم حدیث میں بجز صحیح بخاری کے حدیث کی تمام متداول کتابیں مدرسہ مذکور میں پڑھانے کی سعادت حاصل کر چکا ہوں' اسی زمانے میں

سندھی ادبی بورڈ کی شائع کردہ عربی کتب کے تحشیہ و تصحیح
کا کام بھی انجام دیتا رہا' سال رواں (۱۹۶۳ء) کے ستمبر سے
جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے تعلق ہو گیا ہے اور یہاں ریڈر کی
حیثیت سے مامور ہوں' اور حدیث واصول حدیث کے درس
میں مشغول ہوں' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اب تک جو حقیر
سی علمی خدمت اس ناکارہ نے انجام دی اس کو محض اپنے
فضل وکرم سے قبول فرمائے اور آئندہ کے لئے مرضیات
پر عمل پیرا ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے آمین۔

تصنیفات: میری تالیفات حسب ذیل ہیں:

۱:-لغات القرآن (اردو) جلد اول 'دوم 'سوم و چہارم 'شائع کردہ ندوۃ المصنفین' دہلی'

۲:-امام ابن ماجہ اور علم حدیث (اردو) شائع کردہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' آرام باغ' کراچی

۳:......ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ (عربی) یہ سنن ابن ماجہ کا مقدمہ ہے' جو حجیت حدیث' تاریخ حدیث' ابن ماجہ کی سوانح عمری اور ان کی سنن کے تعارف پر مشتمل ہے۔

۴:......التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات۔ (عربی) دو ضخیم جلدوں میں سندھی ادبی بورڈ سے شائع ہو چکی ہے' یہ کتاب

دراسات کے مباحث پر تنقید ہے' اس میں ایک سو صفحے کا مقدمہ بھی ہے' جس میں ملا معین کی سوانح اور ان کی کتاب دراسات کا تعارف ہے۔

...التعلیق القویم علی مقدمة کتاب التعلیم۔ علامہ مسعود بن شیبہ کی بڑی محققانہ کتاب ہے جو امام الحرمین جوینی کی "مغیث الخلق الی الحق" اور امام غزالیؒ کی المنخول کے جواب میں ہے۔ التعلیق القویم اس کا نہایت مفصل ومدلل حاشیہ ہے جو عنقریب سندھی ادبی بورڈ سے شائع ہو گا' اس کے علاوہ میرے مضامین ومقالات کا ایک طویل سلسلہ ہے ....

مولانا قدیر بخش صاحب بدایونی مرحوم سے جو کتابیں سبقاً سبقاً پڑھیں وہ درج ذیل ہیں :

صرف میں : میزان سے لیکر مراح الارواح تک۔ نحو میں : نحو میر سے لے کر کافیہ اور زمخشری کی مفصل تک۔ معانی میں : مختصر المعانی اور مطول۔ ہیئت میں : تصریح۔ منطق میں : مرقات سے لیکر بحر العلوم شرح سلم تک۔ فلسفہ میں : شمس بازغہ اور شرح اشارات للطوسی۔ اسرار شریعت : حجۃ اللہ البالغہ۔ تفسیر میں : بیضاوی تک۔ حدیث میں : مشکوۃ' موطا اور بخاری کے ابتدائی اوراق۔ اصول حدیث : شرح نخبة۔ فقہ میں :

ہدایہ تک۔ اصول فقہ میں: نورالانوار اور توضیح و تلویح کے
ابتدائی اوراق۔ مناظرہ میں: رشیدیہ۔ کلام میں: شرح
عقائد نسفیہ، تمہید ابو شکور سالمی۔ ادب میں: مقامات حریری،
سبعہ معلقہ، دیوان حماسہ، دیوان متنبی، الکامل للمبرد اور بعض
دیگر کتابیں۔ فارسی ادب میں: بوستان۔ تاریخ میں: تاریخ
خلفا، محاضرات خضری، مقدمہ ابن الخلدون، فتوح البلدان
بلاذری۔ فرائض میں: سراجیہ، شریفیہ"۔

حضرت مرحوم کی یہ تحریر ۱۹۶۳ء کی ہے، جو حضرت کے صاحبزادہ گرامی جناب پروفیسر عبدالشہید صاحب نے ہمیں مہیا فرمائی، آپ نے جب یہ تحریر سپرد قلم فرمائی تھی اس وقت آپ جامعہ اسلامیہ بہاول پور میں شعبہ اسلامیات کے صدر تھے، جامعہ اسلامیہ بہاول پور سے تعلق منقطع ہوا تو آپ کو جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں شعبہ تخصص کا نگران اور استاد مقرر کیا گیا، آپ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۳ء تک ماہنامہ "بینات" کے مدیر اور مرتب بھی رہے، اور اس دوران آپ کے متعدد علمی مفاخر شرف صدور لائے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں کمالات و خصوصیات سے نوازا تھا، آپ کی شخصیت سراپا علم و ادب سے عبارت تھی آپ خالص علمی اور محققانہ مزاج کے حامل تھے، آپ جہاں اور جس مجلس میں تشریف لے جاتے میر مجلس ہوتے۔ آپ لمحات زندگی کو ضائع کرنے کے ہرگز روادار نہ تھے، آپ جس طرح خود کام

کرنے کے عادی تھے اپنے طلبہ سے بھی اسی انداز سے کام لینا جانتے تھے۔

آپؒ کی دینی خدمات پون صدی پر محیط ہیں' جن میں تصنیف و تالیف' بحث و تحقیق' درس و تدریس اور سلوک و احسان' غرض ہر میدان میں آپؒ نے نمایاں مقام اور امتیازی شان حاصل کی۔ آپؒ کا کمال یہ تھا کہ آپ نیکی کے کسی کام میں سستی کے قائل نہیں تھے خصوصاً سلام کرنے میں آپ سے کوئی نہیں جیت سکتا تھا آپ ہمیشہ سلام میں پہل کرتے' چھوٹا ہو یا بڑا' ہر ایک کو سلام کرتے اور نہایت تپاک سے خیریت دریافت فرماتے۔ آپؒ کی مقبولیت عنداللہ کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ آغاز شباب سے پیرانہ سالی بلکہ آخری لمحات زندگی تک آپ درس و تدریس' پڑھنے پڑھانے اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔

فن رجال اور حدیث پاک سے آپ کو خصوصی شغف اور مہارت تھی' بلا مبالغہ اس وقت آپ کے پائے کا کوئی محدث' اور اسمائے رجال کا ماہر شاید ہی کوئی ہو۔

حضرات صحابہ کرامؓ' خلفا اربعہؓ اور سادات اہل بیتؓ سے محبت والفت ان کا اختصاص تھا' فن حدیث کے علاوہ فقہ حنفی اور حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ان کی والہانہ محبت و عقیدت اور عشق دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ آپؒ حضرت امام الائمہؒ کے عاشق صادق اور ان کے مسلک کے داعی و مناد تھے' حضرت امامؒ پر ان کے معاصرین اور اصاغر کی طرف سے ناروا زیادتیوں پر شکایت فرماتے اور بعض اوقات یہ شکایت تلخی کا رنگ اختیار کر لیتی مگر بایں ہمہ ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا۔

آپ عمر بھر موفق للخیر رہے، قرآن وسنت کی تعلیم وتدریس کے ساتھ احقاق حق اور تردید باطل آپ کا شعار ومزاج رہا۔

آپؒ کی تصنیفات کی فہرست طویل ہے جو عربی کے علاوہ اردو میں بھی ہیں آپؒ کے برادر خورد جناب مظفر لطیف صاحب "مقالات نعمانی" کے نام سے ان کو شائع کررہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ حضرت مرحوم کے وہ مقالات ومضامین جو ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے ان کو بھی شائع کیا جائے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کی یہ کرامت دیکھنے میں آئی کہ آپؒ کا چہرہ نہایت خوبصورت اور سرخ وسفید اور بے حد منور ہوگیا، ہزاروں لوگوں نے آپ کا خوبصورت نورانی چہرہ دیکھا اور دیکھتے ہی رہ گئے، بلاشبہ یہ ان کے مقبول عند اللہ ہونے کی علامت، قرآن وسنت، حضرت سادات اہل بیت اور فقہاء امت سے والہانہ عقیدت ومحبت کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا کو ان کے حسن باطنی اور اس کی رعنائی کی ایک جھلک دکھادی۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے ساتھ اپنی رضا اور ضوان کا معاملہ فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں ان کی برکات سے محروم نہ فرمائے، آمین۔

(ماہنامہ بینات کراچی جمادی الاخریٰ۔۱۴۲۰ھ)

تاریخ ، تدوین ، اصولِ حدیث

اور

مولانا عبدالرشید نعمانی

از

ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی صاحب

(مجلہ سہ ماہی التفسیر کراچی

اپریل تا ستمبر 2012ء)

التفسیر، مجلس تفسیر، کراچی جلد ۶، شمارہ ۱۸، اپریل تا ستمبر ۲۰۱۲ء

تاریخ، تدوین، اصول حدیث اور مولانا عبدالرشید نعمانی (ایک مختصر جائزہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی

Late Molana Muhammad Abdur Rasheed Nomani is a well-known scholar who authored a number of books in the domain of Islamic Studies particularly in Hadith. He is known to be the authority in the area of Asmaa ur Rijal (the names of the people, the narrators of Hadith). He was born in Jay Pur, Rajhistan, India in 1914.

He completed his early education in his hometown from Molana Qadeer Bakhsh Badyooni, a renowned figure of Jay Pur at that time and acquired the knowledge of Hadith from Molana Hayder Hasan Khan Tonki, Sheikh ul Hadith of nadwatul Ulema, Lucknow, India. He served at Islamic University

Bhawalpur as a professor and remained head of the department of Islamic Studies for a couple years.

Though he authored a number of books on very essential and significant topics in Arabic and Urdu languages, his outstanding piece of work is Lughat ul Quran which has a very prominent place among other Lughat of quran in Urdu language and a number of editions have been published over the years.

Similarly, his scholarly works in Arabic on Hadith and Usool ul Hadith were greatly acknowledged and appreciated by various Arab scholars like, Shiekh Abdul Fattah Abu Ghuddah, an eminent Muhaddith, who further published his remarkable works from Saudi Arabia; and now they are being published from Qatar and Beirut as well. Currently, these books are being incorporated in the curriculum of theuniversities of Syria.

Molana Nomani had strong devotion to Imam Abu Hanifa, which is also evident in his works. But this dedication and loyalty was without any discrimination. Due to his encouragement several Masaneed of Imam Abu Hanifa were published. Some books of Ulema-e-Ahnaf were also published with his scholarly forewords. These forewords comprised of different research articles on valuable topics like, Muatta Imam Muhammad, Kitab ul A'asar and Jame'u ul

Masaneed are highly valued and accredited in the realm of Hadith all over the world. In this article we will briefly introduce his books particularly on Usool ul Hadith, history of Hadith and compilation of Hadith. In order to understand these topics in detail, one needs to consult necessary hisoutstanding books.

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۳۳ھ۔۱۴۲۰ھ) کا شمار برصغیر پاک و ہند کے ان چند مایہ ناز اور ممتاز ترین محققین میں ہے جن کی نادر تحقیقات نے عالم اسلام کے علمی و فکری حلقوں پر بڑے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف کو عالمی طور پر شہرت حاصل ہوئی اور بیرونی ملک بڑے اہتمام سے عالم اسلام کے محدث و ناقد شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے ان کو شائع کیا۔

تاریخ، حدیث ، رجال، تراجم، اصول حدیث اور قرآن مجید آپ کے خصوصی موضوعات ہیں۔ ان موضوعات کی کتب مخطوط و مطبوعہ پر آپ کی بڑی عالمانہ اور محققانہ نظر تھی۔ آپ کی تمام تصانیف وسعت نظر دقیق وعمیق ریسرچ اور برسوں کے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ آپ برصغیر کے مشہور محدث حضرت مولانا حیدر حسن خان اور ان کے بڑے بھائی صاحب "معجم المصنفین" مولانا محمود الحسن خان کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں بقول مولانا ابو الحسن علی ندوی:

> مولانا کے تلمیذ ارشد اور ان کے فن اور ذوق کے وارث ہمارے فاضل دوست مولانا عبدالرشید نعمانی جو پوری حال شیخ الحدیث اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور ہیں ان کے علمی کام تعارف کے محتاج نہیں ان میں "لغات القرآن" کی چار جلدیں اور ان کا اصل علمی اور تحقیقی کام ان کی کتاب "ماتمس الیہ الحاجۃ" ہے جو ان کی وسعت مطالعہ اور دقت نظر کی شاہد ہے۔(۱)

ہندوستان کے مشہور محدث اور "انوار الباری شرح صحیح بخاری" کے مؤلف مولانا سید

احمد رضا بجنوری انوار الباری کے مقدمہ میں مولانا نعمانی کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

> مشہور مصنف، محقق، محدث، جامع معقول و منقول..... آپ کی تمام کتابیں گہری ریسرچ کا نتیجہ اور اعلیٰ تحقیق کی حامل ہیں، مقدمات و تعلیقات میں آپ کے تحقیقی افکار علامہ کوثری کے طرز سے ملتے جلتے ہیں۔ (۲)

حضرت مولانا مناظر حسن گیلانی اپنے ایک تعریفی سرٹیفکیٹ میں مولانا نعمانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> مولوی عبد الرشید صاحب (مولوی فاضل، منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی) سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں انہوں نے علاوہ سرکاری امتحانوں کے ہندوستان کے مشہور فاضل مولانا حیدر حسن خاں صاحب صدر "دارالعلوم ندوۃ العلماء" سے بھی علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث کے فن کی تکمیل کی ہے اور پھر انہوں نے اس کے بعد حضرت مولانا محمود حسن صاحب قبلہ مؤلف معجم المصنفین (جس کی تدوین حکومت آصفیہ کی سرپرستی میں بہ صرف زر کثیر ہو رہی ہے اور جس کی چند جلدیں بیروت سے شائع ہوکر تمام مشرقی و مغربی ممالک کے علماء سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں مولوی عبد الرشید صاحب نے ان کے ساتھ بھی کام کیا ہے اس زمانہ میں ان کو کافی مطالعہ اور وسعت نظر کا موقعہ ملا ہے۔ میرے نزدیک یہ اپنی موجودہ قابلیت اور متوقع کمال کی بنیاد پر اس کے مستحق ہیں کہ ہر قسم کے ذمہ دارانہ کام جن کا تعلق اسلامی علوم کی تدوین و تصنیف یا ازیں قبیل افتاؤ و قضاء کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں۔ کیونکہ ان خدمات کیلئے جس علمی سرمایہ کی ضرورت ہے اس کا کافی حصہ انہوں نے جمع کر لیا ہے۔
>
> مناظر حسن گیلانی

صدر شعبہ دینیات، جامعہ عثمانیہ یونیورسٹی کالج، حیدرآباد دکن۔ 10 دسمبر 1938ء
عالم اسلام کے فاضل ترین نقاد اور محقق و محدث شیخ عبد الفتاح ابوغدۃ 1337۔۔۔۔1417ھ مولانا نعمانی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

وهو من افذاذ العلماء المحققين في تلك الديار علماً وفهماً و زهداً و تقى' اوقاته معمورة ليلاً و نهاراً بذكر و تلاوة او وعظ و ارشاد او تحقيق و مطالعة او تدريس و تعليم او تصنيف و تاليف و اكبر شغله الدرس و الافادة و البحث و المطالعة. وله تصانيف ممتعة فائقة في علوم الحديث وغيره، وبحوث علمية و مقالات مفيدة في شتى الفنون. (۳)

تاریخ تدوین حدیث کے بارے میں ان کے بعض نظریات بالخصوص روایتی اصول حدیث پر ان کے ناقدانہ افکار کو بڑی وقعت سے دیکھا گیا ہے۔ اور ملک کے بعض مدارس کے تخصص فی الحدیث کے شعبوں میں ان کی تحقیقات کو بنیاد بنا کر بالخصوص احناف کی حدیث میں خدمات کے حوالہ سے تحقیقی کام ہو رہا ہے اور مقالات مرتب کر کے شائع کیے جا رہے ہیں اور اس سلسلے کے بعض گراں قدر مقالات منظر عام پر آنے کے بعد ارباب فکر ونظر سے داد تحقیق حاصل کر چکے ہیں۔

تدوین حدیث کی تاریخ کے حوالہ سے ان کی اس تحقیق اور نظریہ کو عالمی طور پر ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ:

"تمام امت میں امام ابو حنیفہ کو اس بارے میں شرف اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے علم شریعت کو باقاعدہ ابواب پر مرتب کیا اور اس خوش اسلوبی سے مرتب فرمایا کہ آج تک سنن و احکام کی تمام کتابیں انہی کی فقہی ترتیب کے مطابق مدون و مرتب ہوتی چلی آ رہی ہیں۔"

"کتاب الآثار" احادیث صحیحہ کا وہ اولین مجموعہ ہے جسے امام ابو حنیفہ نے دوسری صدی کے اوائل میں فقہی ابواب پر مرتب کیا اس سے پہلے احادیث نبویہ کے جتنے صحیفے اور مجموعہ

تیار ہوئے ان کی ترتیب فنی نہیں تھی بلکہ ان کے جامعین نے کیف ما اتفق جو احادیث ان کو یاد تھیں انہیں قلمبند کر دیا تھا۔ امام ابو حنیفہ نے علم حدیث کی ایک اہم ترین خدمت یہ انجام دی کہ احادیث احکام میں سے صحیح اور معمول بہ روایات کا انتخاب فرما کر ایک مستقل تصنیف میں ان کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا۔ آج امت کے پاس احادیث صحیحہ کی سب سے قدیم ترین کتاب یہی ہے۔ اور امام صاحب کی نظر انتخاب نے چالیس ہزار احادیث کے مجموعے سے چن کر اس کتاب کو مرتب کیا ہے (۴) اور احادیث کو جتائے اول اور آثار صحابہ و تابعین کو جتائے ثانی قرار دیا ہے۔

کتاب الآثار نے روایات کی تبویب، حسن ترتیب، اہم مباحث کے استیعاب صحت کے التزام، قبولیت عام اور شہرت کی وجہ سے فن حدیث کی تدوین پر اپنے گہرے اثرات چھوڑے ہیں چنانچہ موطا کی ترتیب اسی کو سامنے رکھ کر اختیار کی گئی اسی طرح روایات کے انتخاب اور ان کی صحت کے بارے میں امام ابو حنیفہ نے جو معیار قائم کیا تھا بعد کے ارباب صحاح نے باوجود اختلاف ذوق کے اس کا پورا پورا خیال کیا۔

روایات کے انتخاب و احتجاج کے بارے میں امام ابو حنیفہ نے اپنا طرز عمل یہ بیان کیا ہے:

انی آخذ بکتاب اللہ اذا و جدته و مالم اجده فيه اخذت بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم والآثار الصحاح عنه التي فشت في ايدي الثقات (۵)

میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے استدلال کرتا ہوں کتاب اللہ میں نہ ملنے کی صورت میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ایسے آثار سے جو ثقہ ہاتھوں سے گذرنے کے بعد عام ہو چکے ہوں استدلال کرتا ہوں۔

اور امام سفیان ثوری نے آپ کے اس طرز عمل کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے۔

یاخذ بما صح عنده من الاحاديث التي كان يحملها الثقات و بالآخر من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم (۶)

جو احادیث امام ابو حنیفہ کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور جن کو ثقات روایت کرتے چلے

آتے ہیں اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہوتا ہے آپ اس سے استنباط کرتے ہیں۔

موطا، صحیح بخاری، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، اور دیگر کتب حدیث کی طرح کتاب الآثار کے متعدد نسخے ہیں جن میں روایات کی تعداد کے لحاظ سے بھی فرق ہے اور ابواب کی تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے بھی اس قسم کا اختلاف قدماء کی ایسی کتابوں میں جو املاء کرائی جاتی ہیں پایا جاتا ہے۔

بہر حال کتاب الآثار کے جو نسخے خاص طور پر قابل ذکر ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1۔نسخہ سابق بن عبد اللہ البربری ان کا انتقال امام صاحب کی وفات کے بعد ہوا ہے تاریخ وفات کا پتہ نہیں چلا۔

2۔نسخہ امام زفر بن الہذیل 158

3۔نسخہ امام قاری حمزہ بن حبیب الزیات 158

4۔نسخہ امام حماد بن ابی حنیفہ 176

5۔نسخہ امام محمد بن الحسن 179

6۔نسخہ امام ابو یوسف 184

7۔نسخہ محدث محمد بن مسروق الکندی 184 کے بعد

8۔نسخہ محدث محمد بن خالد الوہبی قبل 200

9۔نسخہ امام حسن بن زیاد 204

ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد نے امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کا سماع کیا ہے جن کی تعداد کا شمار مشکل ہے۔

بقول علامہ ذہبی:

روی عنہ من المحدثین و الفقہاء عدۃ لا یحصون

امام صاحب سے محدثین اور فقہاء کی اتنی بڑی تعداد نے احادیث کو روایت کیا ہے جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔(۷)

"اصول حدیث کے بعض اہم مباحث" (چند مقالات)

برصغیر پاک و ہند کے مایہ ناز محدث محقق العصر حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی قدس سرہ المتوفی 1420ھ کے قلمی سفر کا اولین آغاز جس علمی اور تحقیقی مضمون سے ہوا وہ امام ابو عبد اللہ حاکم محمد بن عبد اللہ الحافظ النیساپوری المتوفی 405ھ کے اصول حدیث پر ایک مختصر رسالہ "المدخل فی اصول الحدیث" پر نہایت منفرد انداز میں ایک محققانہ تبصرہ تھا۔ یہ نقد و تبصرہ ہندوستان کے مشہور علمی ادارہ "ندوۃ المصنفین دہلی" کے موقر ماہنامہ "برہان" میں شائع ہوا۔ مسلسل چھ قسطوں پر مشتمل اس سلسلہ کا آغاز محرم الحرام 1361ھ میں ہوا اور جمادی الثانیہ 1361ھ میں یہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ کسی رسالہ میں بطور خاص علمی مجلات میں جب کوئی مضمون اشاعت کی غرض سے ارسال کیا جاتا ہے تو رسالہ کی ضخامت اور اشاعتی پالیسی کے پیش نظر اختصار کو بطور خاص ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔ اس کے پیش نظر حضرت والد صاحب نے بہت سے مباحث تحریر کرنے کے باوجود اشاعت کے لیے ارسال نہیں کیے۔ خود تحریر فرماتے ہیں۔

"اختصار کا لحاظ رکھنے کے باوجود مقالہ دراز ہوگیا اور بہت سے مباحث قصداً ترک کرنا پڑے۔" (۸)

حضرت مولانا نعمانی نے جس اختصار کا تذکرہ کیا ہے ان مباحث کو ان کی مذکورہ بالا کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اس کتاب میں ان کے دو نہایت اہم مقالے بھی شامل ہیں۔

1۔ موازنہ بین الصحیحین

یہ مقالہ اصول حدیث کے مباحث میں نہایت اہمیت کا حامل ہے جس میں تین بنیادی مباحث پر مدلل تبصرہ اور سیر حاصل گفتگو ہے۔

i۔ کیا قرآن مجید کے بعد صحیحین اصح الکتب ہیں۔

ii۔ ان کتابوں پر امت کی تلقی بالقبول ہے

iii۔ کیا صحیح بخاری صحیح مسلم سے اصح ہے۔

2۔ ہندوستان میں علم حدیث کا ارتقاء اور خانوادہ ولی اللّٰہی اور خانوادہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

کی خدماتِ حدیث:

اس مفصل مضمون میں مختصراً ہندوستان میں علم حدیث کے ارتقاء اور اس اقلیم میں اس کی گرم بازاری کا ذکر کیا گیا ہے بالخصوص تدریسی سرگرمیوں کے علاوہ مشہور محدثین میر سید عبد الاول بن علامہ حسنی کی تالیف "فیض الباری" اور شیخ علی بن حسام الدین متقی حنفی کی کنز اعمال و دیگر تصنیفی خدمات کا تذکرہ ہے اس کے بعد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کے خاندان کی تدریسی و تصنیفی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور ان کے خاندان کی علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں مساعی جمیلہ کا تذکرہ ہے۔

اس باب میں سب سے شاہکار بحث حضرت شاہ صاحب کے قائم کردہ کتب طبقات حدیث کا ایک ناقدانہ جائزہ ہے۔

اہل علم اس امر سے اچھی طرح واقف ہیں کہ حضرت والد صاحب کو اصول حدیث میں اختصاص حاصل تھا۔ اس فن کے تمام مباحث پر ان کی ناقدانہ بصیرت کے ساتھ مکمل نظر تھی۔ ان کی رائے میں محدثین کے وضع کردہ بہت سے قواعد نظر ثانی کے محتاج ہیں۔ اسی طرح ان کی یہ بھی تیقن تلی رائے تھی کہ احناف نے اپنی فوری ضرورت کے تحت تدوین حدیث و اصول حدیث کا کام بہت پہلے مکمل کر لیا تھا اور استنباط مسائل کے وقت ان کے سامنے اپنے ائمہ کی احادیث میں مرتب کردہ تمام کتابیں تھیں۔ نیز یہ کہ احادیث کے پرکھنے کے لئے ائمہ احناف کے اصول وضوابط زیادہ جامع معیاری اور سخت تھے ان کی ایک ہلکی سی جھلک اصول فقہ کی کتابوں میں السنۃ کے زیر عنوان ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

المدخل پر تبصرہ میں فاضل مؤلف کی کاوشوں کا اندازہ ان کے درج کلمات سے لگایا جا سکتا ہے۔

> "ذیل کے مقالہ میں المدخل کے مباحث پر ہم نے ایک تحقیقی نظر ڈالی ہے جو حدیث اصول حدیث رجال و تاریخ کی سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ کا نتیجہ ہے بلاشبہ اس میں حاکم کے بہت سے بیانات سے اختلاف کیا گیا ہے لیکن جو دعویٰ کیا ہے اس کی دلیل بھی مستند کتابوں

سے نقل کر دی ہے اور اس میں کافی سعی کی ہے کہ جو کچھ لکھا جائے
پوری تحقیق سے لکھا جائے۔"(۹)

مدونین وجامعین کتب حدیث کے رجحانات کے تفصیلی مطالعہ کے لئے حضرت والد صاحب کی درج ذیل تصانیف ، فن حدیث ، اصول حدیث اور تدوین حدیث و تاریخ رجال حدیث میں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں اور طلاب حدیث کے لیے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

(1)ماتمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ:

اب یہ کتاب "الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن" کے نئے عنوان سے دیار عرب کے مشہور محدث شیخ عبد الفتاح ابو غدہ کی زیر نگرانی بیروت وشام سے شائع ہوکر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ پاک وہند اور عالم عرب کے جلیل القدر علماء ومحدثین نے اس کتاب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اور ان کی علمی تصانیف میں اس کتاب کے جابجا حوالے ملتے ہیں۔

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے اس کتاب کی اہمیت بایں الفاظ بیان کی ہے ۔
قرون ثلاثہ میں تاریخ حدیث ، کتابت حدیث ، تدوین علم حدیث ، ائمہ فقہاء اربعہ ، اصحاب کتب ستہ کی شروط کی تفصیلات کے علاوہ بیش بہا معلومات اور قیمتی نفیس فوائد کی یہ کتاب ایسا مجموعہ ہے جس سے ہر محدث اور فقیہ کو واقف ہونا ضروری ہے۔(۱۰)

(2)امام ابن ماجہ اور علم حدیث:

اردو داں حلقوں کے استفادہ کیلئے حضرت والد صاحب نے "امام ابن ماجہ اور علم حدیث" کے عنوان سے ایک اور مستقل کتاب تالیف کی اس کتاب کے اختتام پر اس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

کہنے کو یہ ابن ماجہ کی ایک سوانح عمری ہے لیکن درحقیقت یہ تدوین حدیث کی مفصل تاریخ ہے اور مسلمانوں کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جو انہوں نے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لیے اٹھائی ہیں۔ تاکہ امت

وحی کی ذمہ داری میں جو اس امت کے سپرد کی گئی تھی کسی قسم کا رخنہ نہ آنے پائے اور اللہ تعالیٰ کی اہل ملل و ادیان پر حجت تمام ہو جائے۔(۱۱)

بقول مولانا بلال حسنیؒ واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب دریا بکوزہ کا مصداق ہے اور علم کا ایک سمندر ہے، اس میں علم حدیث کا تعارف بھی ہے اس کی تدوین کی تاریخ بھی صحاح ستہ پر جچا تلا تبصرہ بھی ہے اور طبقات کتب کی تعیین بھی حقیقت یہ ہے کہ کتاب کے نام سے اصل کتاب کے مضامین اور مندرجات پر ایک پردہ سا پڑ گیا ہے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ''بنوری صاحب معارف السنن'' کا معمول تھا کہ ابتدائے سال درس شروع کرتے وقت پہلے اس کتاب کا ایک حصہ خود سناتے یا کسی طالب علم سے پڑھواتے اس کے بعد درس کی ابتداء فرماتے۔(۱۲)

(۳) مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی علم الحدیث:

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں فن حدیث میں امام صاحب کے مقام کے تعیین کی کوشش کی گئی ہے اور قوی دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ جس طرح فقہ میں امامت کبریٰ کے درجہ پر فائز تھے فن حدیث میں بھی آپ کو یہی مقام حاصل تھا۔ آپ کا شمار ائمہ جرح و تعدیل میں ہے۔ اس فن میں آپ کے اقوال بطور سند پیش کئے جاتے ہیں۔ توثیق و تضعیف میں آپ کی رائے کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ آپ کے وضع کردہ اصول حدیث سے استدلال کیا جاتا تھا۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے اس کتاب کو بھی اپنی زیر نگرانی نہایت اہتمام کے ساتھ بیروت و شام سے شائع کیا ہے اور اس پر مختصر مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ جس میں اس تالیف جلیل کو درج ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

> فھذا سفر نفیس فرید و اثر نافع مجید مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی علم الحدیث تالیف العلامۃ المحقق المحدث الناقد الشیخ محمد عبد الرشید النعمانی حفظہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث و علومہ سابقا فی جامعۃ العلوم الاسلامیۃ فی مدینۃ کراتشی باکستان. (۱۳)

(۴) التعقیبات علی صاحب الدراسات:

دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب سندھ کے مشہور متکلم اور بالغ نظر عالم ملا محمد المعلب بملا معین السندی ۱۱۶۱ھ کی تالیف ہے اس کتاب میں بارہ دراسات ہیں جو فن حدیث ''اصول حدیث'' کتب صحیحین اور فقہ کے نہایت اہم مباحث سے تعلق رکھتے ہیں۔ مؤلف نے اہل سنت کے جادہ اعتدال سے ہٹتے ہوئے اپنے بہت سے تفردات بھی ذکر کیے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ معتقدات میں رفض، اعتزال، تشیع اور اہل بدعت سے زیادہ قریب ہوگئے ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۲۸۳ھ میں لاہور سے شائع ہوئی اور دوسری مرتبہ ۱۳۷۷ھ میں سندھی ادبی بورڈ کراچی کے زیر اہتمام زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ حضرت والد صاحب نے اس کتاب پر مقدمہ کے علاوہ مؤلف کے مفصل حالات اور نہایت مفید حواشی تحریر کیے ہیں۔ فن حدیث، اصول حدیث نیز اصول وفروع میں ملا محمد کے تفردات، امام ابوحنیفہ پر مطاعن نیز ان کے معتقدات پر بھرپور دلائل کے ساتھ رد کیا ہے۔ خود راقم ہیں:

> واما التعلیقات التی کتبت علیها فاکثرها اعتراضات علیه و مباحثات معه فیما یتعلق بالحدیث و علومه واما النقد التفصیلی فقد اغنانا عنه العلامتان الحجتان الفقیهان المحدثان الشیخ عبد اللطیف وابنه الشیخ ابراهیم التتویان بما انتقدا علیه فی ذب ذبابات الدراسات والقسطاس المستقیم رحمهما اللّٰه وطاب ثراهما وسمیت هذه التعلیقات بالتعقیبات علی صاحب الدراسات.(۱۴)

اس کتاب پر جو حواشی میں نے تحریر کیے ہیں ان میں بیشتر مؤلف پر اعتراضات اور ان کے ساتھ بحث ومباحثہ پر مشتمل ہیں یہ زیادہ تر حدیث وعلوم حدیث کے موضوع سے تعلق رکھتے ہیں۔ تفصیلی نقد سے ہمیں شیخ عبداللطیف اور ان کے صاحبزادے ابراہیم ٹھٹوی نے بے نیاز کر دیا ہے کہ دونوں حضرات نے اپنی تالیفات ''ذب ذبابات الدراسات'' اور'' القسطاس المستقیم'' میں اس پر خوب خوب رد کیا ہے میں نے ان تعلیقات کو'' التعقیبات علی صاحب الدراسات'' کا نام دیا ہے۔ (کلمۃ عن الدراسات: ص ۴)

شیخ عبد الفتاح "ابو غدہ الاجوبۃ الفاضلۃ للاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ" ص: ۱۶۸ میں رقمطراز ہیں:

وقام بتحقيق هذا الطبع تحقيقا علميا تاما صديقنا العلامة المحقق المحدث الفقيه الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني الهندي فعلق عليه تعليقات نافعة ضافية وبلغت صفحات الكتاب ۴۵۵ ماعدا الفهارس العامة التي يسرت الانتفاع به لأيسر نظرة فجزاه الله عن العلم و اهله خيراً۔

دراسات اللبیب کی علمی اور کامل انداز میں ہمارے دوست علامہ، محقق، محدث، فقیہ شیخ محمد عبد الرشید نعمانی نے تحقیق کی ہے اور انتہائی مفید اور مکمل انداز میں اس پر تحقیقی حواشی تحریر کیے ہیں اس طرح کتاب کا حجم ۴۵۵ صفحات تک پہنچ گیا ہے علاوہ ازیں آپ نے جو عام فہارس ترتیب دی ہیں اس سے ایک ہی نظر میں کتاب سے استفادہ آسان ہو گیا ہے علم و اہل علم کی جانب سے اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہتر اجر عطا فرمائے۔

(۵)التعليقات على ذب ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات:

ذب ذبابات الدراسات سندھ کے مشہور محقق، محدث، حافظ الحدیث فقیہ علامہ محمد ہاشم ٹھٹھوی کے نہایت لائق و فائق صاحبزادے، دیار سندھ کے قاضی القضاۃ علامہ فقیہ، محدث، اصولی عبد اللطیف المطلبی القرشی ۱۱۸۹ھ کی تالیف ہے یہ خانوادہ علم وفضل میں سرزمین سندھ میں درخشاں آفتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ ''ذب ذبابات'' ملا معین سندھی کی کتاب ''دراسات اللبیب'' کے جواب میں تحریر کی گئی ہے۔ فاضل مؤلف نے نہایت قوی دلائل کے ساتھ اس کتاب کا رد کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ملا معین اصول و فروع دونوں میں راہ حق سے ہٹ کر رفض وتشیع اعتزال اور بدعت کے دامن میں پناہ لے چکے ہیں۔

حضرت والد صاحب نے اس ضخیم کتاب پر نہایت قیمتی اور نادر حواشی اور تعلیقات تحریر کی ہیں جس سے اس کتاب کی افادیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور اس کی ضخامت دو بڑی جلدوں میں ۱۵۶۰ صفحات تک پہنچ گئی ہے۔ پانچ سو صفحات پر مشتمل عام فہارس ہیں جس کی وجہ

سے کتاب سے استفادہ نہایت آسان ہوگیا ہے۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ اور دیگر علماء نے ان تعلیقات کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور ان کی تحسین کی ہے۔

(۲) التعلیق القویم علی مقدمة کتاب التعلیم:

شیخ الاسلام مسعود بن شیبہ السندھی (۱۵) علمی حلقوں میں وسعت علم ثقاہت اور امامت علمی کی بنیاد پر ممتاز حیثیت سے متعارف ہیں حافظ قاسم بن قطلو بغا نے "تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ" اور حافظ عبد القادر قرشی نے "الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ" میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے۔ ان کا تعلق ساتویں صدی ہجری سے ہے۔ یہ وہ دور ہے جب فتنہ تاتار کی وجہ سے عالم اسلام میں ایک حشر برپا تھا۔ اہل علم کے ہزاروں نادر علمی شاہکار اس کی نذر ہوئے ان کے تفصیلی حالات تصانیف اور علمی خدمات کے بارے میں اسی بناء پر زیادہ تفصیلات نہیں ملتیں۔ مسعود بن شیبہ نے یہ مقدمہ ابن الجوینی کی "مغیث الخلق" اور امام غزالی کی "المنخول" کے رد میں لکھا ہے۔ یہ دونوں کتابیں دراصل امام ابو حنیفہ کے رد میں لکھی گئی تھیں۔ مؤلف نے امام ابو حنیفہ کا دفاع کرتے ہوئے سخت لب ولہجہ اختیار کیا ہے۔ حضرت والد صاحب نے اس کتاب پر تفصیلی حواشی تحریر کیے ہیں جس میں امام ابو حنیفہ کے نسب، آپ کی تابعیت، روایت صحابہ، حدیث میں آپ کا مقام، تدوین فقہ کے مراحل امام صاحب کی بعض اہم تصانیف بالخصوص کتاب الآثار، مسانید امام ابی حنیفہ اور دیگر اہم امور پر نہایت علمی دقیق اور محققانہ بحثیں تحقیق اور نادر حوالوں کی روشنی میں کی گئی ہیں۔

ہندوستان کے مشہور نادر عربی کتابوں کے محقق اور ناشر حضرت مولانا ابو الوفاء افغانی رحمہ اللہ حضرت والد صاحب کے نام ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں۔

> ""کتاب التعلیم" کے اخیر صفحات بھی موصول ہوئے مطالعہ کی اگرچہ فرصت نہیں لیکن میں نے اخیر شب میں ان کا مطالعہ کیا اور فارغ ہوا۔ بحمد اللہ تعلیق بے حد قیمتی ہے اہل علم اس کی بے حد قدر کریں گے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فیوض سے مالا مال کرے آپ نے اس کے لیے بڑی جد وجہد کی کہاں کہاں سے مضامین فراہم کیے۔ ماشاء اللہ، بارک

اللہ تعالیٰ فی قلمک و شکر مساعیک. تعلیق اتنی دلچسپ تھی کہ سب کام چھوڑ کر جب تک پوری کتاب ختم نہ ہوئی ہاتھ سے نہ رکھی اب مقدمہ کی انتظاری ہے اللہ جل شانہ اس کو کمال کے ساتھ اتمام کو پہنچائے۔ ''ذب ذبابات'' کی جلد ثانی کے طباعت کی خبر سے بھی بے حد خوش ہوں۔ الخ۔

''التعلیقات علی ساحب الدراسات'' ''التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات'' اور'' التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم'' تینوں سن ساٹھ کی دھائی میں سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سے طبع ہوئیں اور اب ایک عرصے سے نایاب ہیں۔ ضرورت ہے ان کتابوں کو جدید انداز میں عالم عرب سے طبع کر کے شائع کیا جائے تاکہ ان کا افادہ عام ہو۔ اور عالم اسلام کے علمی حلقوں میں ان کتابوں سے استفادہ کیا جا سکے۔

حضرت والد صاحب کے سانحہ ارتحال کے بعد مختلف حلقوں کے اہل قلم نے ان کی حیات کے متعدد گوشوں پر قلم اٹھایا، اخبارات میں بھی متعدد مضامین شائع ہوئے اس دور کے وزیر اعظم نواز شریف صاحب نے بھی بنفس نفیس تعزیتی خط ارسال کیا۔ پنجاب یونیورسٹی کے شیخ زاید اسلامک سینٹر میں ان کی حیات وخدمات پر ایم فل کی سطح پر مقالہ بھی تحریر کیا گیا۔ کراچی یونیورسٹی کے شعبہ صحافت کے ایک معروف اسکالر پروفیسر ڈاکٹر طاہر مسعود صاحب مولانا کی سوانح دینی اور روحانی سرگرمیوں پر ایک تفصیلی کتاب تحریر کر رہے ہیں۔ یہ مختصر تبصرہ مولانا نعمانی کی اصول حدیث و تاریخ حدیث کی بعض تصانیف پر ہے علاوہ ازیں دیگر موضوعات پر آپ کی تالیفات کا ایک وسیع سلسلہ ہے اسی طرح مختلف موضوعات پر پچاس سے زیادہ آپ کے مقالات ہیں جن کو ترتیب دیا جا چکا ہے اور اب وہ اشاعت کے منتظر ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) پرانے چراغ (ص ۲۰۲،۲۰۱) مولانا ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

(۲) مقدمہ انوار الباری شرح صحیح بخاری، (۲/۲۷۹) تذکرہ محدثین، سید احمد رضا بجنوری، دیوبند ہند۔

(۳) الامام ابن ماجہ وکتاب السنن مقدمہ المؤلف فی سطور (ص ۱۷) عبد الفتاح ابو غدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، بیروت ۱۴۱۹ھ۔

(۴) مناقب الامام الاعظم (۱/۹۵) موفق مکی، دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، الہند۔

(۵) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۱۰) حسین بن علی الصیمری ۴۳۶، مطبعہ المعارف الشرقیہ، حیدرآباد، ۱۹۷۴ء۔

(۶) الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء (ص ۱۳۲) ابن عبد البر، طبع مصر۔

(۷) مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۱۱) شمس الدین الذہبی ۷۴۸ھ، طبع لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن، الہند۔

(۸) [illegible] والمدخل فی اصول الحدیث للحاکم (ص ۴۲) مولانا محمد عبد الرشید نعمانی، الرحیم اکیڈمی، کراچی۔

(۹) ایضاً، (ص ۴۲)

(۱۰) یہ کتاب متعدد مرتبہ کراچی، لاہور، بیروت اور شام سے شائع ہو چکی ہے۔

(۱۱) طبع نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی، میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب، آرام باغ کراچی۔

(۱۲) تاریخ تدوین حدیث (ص ۱۸) مولانا محمد عبد الرشید نعمانی، مجلس نشریات اسلام کراچی ۲۰۰۵ء۔

(۱۳) مکانۃ الامام ابی حنیفہ فی الحدیث، (ص ۵) محمد عبد الرشید نعمانی، تقدیم محمد عبد الفتاح ابو غدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب، ۱۴۱۹ھ۔

(۱۴) دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب، محمد معین السندی، تعلیق محمد عبد الرشید نعمانی (مقدمہ ص ۳) سندھی ادبی بورڈ کراچی، ۱۹۵۷ء۔

(۱۵) الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ (۲/۲۹۰) عبد القادر القرشی، دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد دکن، الہند، ۱۳۳۲ھ۔

مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ
(1915ء - 1999ء)

از

ڈاکٹر محمد عبدالمقیت شاکر علیمی
(سبدِ گُل)

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

(۱۹۱۵ء۔۱۹۹۹ء)

عمِ محترم مولانا محمد عبدالرشید نعمانی خاندان کے سب سے روشن ومنور ستارے، افقِ علم پر اس طرح جلوہ گر ہوئے کہ سیکڑوں کی چمک دمک ان کے آگے ماند پڑ گئی تھی۔ علمائے وقت کے درمیان بڑی عزت ووقعت انھیں حاصل تھی۔ ہمارے خاندان میں سب سے زیادہ فعال شخصیت میرے دادا کے بڑے بھائی حافظ محمد عبدالکریم کی تھی۔ وہ بڑے زیرک، ہوش مند، معاملہ فہم اور سنجیدہ مزاج تھے۔ خاندان کے اکثر معاملات وہی طے کرتے تھے۔ ان کی موجودگی میں کسی کی مجال نہ تھی کہ کسی بھی معاملے میں بھی کوئی ازخود فیصلہ کرے۔ اس میں شک نہیں کہ جو فیصلے وہ کرتے تھے بالکل صحیح ہوتے تھے، اس کے بہتر نتائج نکلتے تھے۔ وہ بے اولاد تھے، ان کی اہلیہ اور میری دادی دونوں حقیقی بہنیں تھیں، پھر ایک ہی جگہ ساتھ رہتے تھے، چناں چہ مولانا نعمانی کو ان کی خالہ نے اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا۔ انھیں کے ساتھ رہتے، انھیں کے ساتھ کھاتے پیتے۔

میرے دادا محمد عبدالرحیم خاطرؔ خوش رقم، بڑے دین دار، متقی، پرہیزگار، عبادت گزار اور شب زندہ دار تھے دین سے بے پناہ لگاؤ اور محبت تھی۔ یہ وہ دور تھا جب پورے ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط ہوگیا تھا۔ سرسیّد احمد خاں احیاء العلوم کی تحریک شروع کر چکے تھے اور مقصد براری کے لیے ایم اے او کالج کی بنیاد رکھ دی تھی جو بعد میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تبدیل ہو گیا تھا اور صدہا گھرانوں کے لڑکے جدید تعلیم سے آراستہ ہوکر وہاں سے نکلے اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ پھر تو ''ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی'' کے مصداق جدید تعلیم کے حصول کی دوڑ شروع ہوگئی، ایسی صورت میں آبروئے شیوۂ اہلِ نظر کہاں رہ سکتی تھی پھر بھی ہمارے دادا نے

اپنی اولاد کے لیے دینی علوم کی تعلیم ہی کو ترجیح دی اور مولانا نعمانی کو دینی علوم کے حصول کی طرف لگادیا۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، بچپن ہی سے مولانا نعمانی ذہین و ذکی واقع ہوئے تھے۔ بچے فطری طور پر کھیل کود میں دلچسپی لیتے ہیں، لیکن پڑھنے کے علاوہ ان کی اور کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بغدادی قاعدے سے لے کر قرآنِ مجید اور فارسی میں گلستان بوستاں تک گھر ہی پر پڑھا، خطاطی کی مشق بھی گھر ہی پر کی۔ اس کے بعد بہت مختصر سے عرصے میں حضرت مولانا قدیر بخش صاحب بدایونی سے صرف ونحو، معنی و بیان، حدیث وفقہ، اصولِ حدیث و فقہ، منطق وفلسفہ، ادب وتاریخ، تفسیر وفرائض، علم کلام اور اسرار شریعت وغیرہ علوم متداولہ کی تحصیل کر کے سندِ فراغت حاصل کر لی اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کا امتحان پاس کر لیا، مگر جویائے علم بھلا کہیں سیراب ہوئے ہیں۔ وہ تو ہر لحہ علم کی منزلوں میں صعود وترقی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ ان کی تشنہ لبی کبھی ختم ہی نہیں ہوتی، ان کی تو ساری کوشش ہی یہ ہوتی ہے کہ جواہرات علم جہاں سے بھی سمیٹ سکتے ہوں سمیٹ لیں۔ وہ یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ جواہرات ہر جگہ نہیں ملتے۔ یہ تو صاحب نظر جوہری کے پاس ہی ملیں گے اور جوہری کی جناب میں اسی کو باریابی نصیب ہوگی جو سلیم الطبع، پاکیزہ ذہن اور صالح اعمال کا حامل ہو۔

زندگی کو ایک تخم فرض کر لیا جائے اور باغباں کی نظر سے اس کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس بیج میں بے شمار حسین وخوشگوار چیزیں مستور ہیں، بس اس کو وہ خاص ماحول اور فضا درکار ہوتی ہے جو اس کی قوت نمو کو بیدار کر کے اسے تن آور درخت بناتی ہے پھر ہر کوئی اس کے گل وثمر سے فیض یاب ہوتا ہے۔ نرم وزرخیز زمین میں تخم گل لالہ اور ریحان پھل پھول کر اپنے شباب کی منزل میں داخل ہوتے ہیں تو وہ اپنی نزاکت اور دل کشی رنگ وبو سے سرور قلبی اور نور بصری کا باعث بنتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ہمیں میدان فکر ونظر میسّر ہے جس کی وسعت ارض وسما سے بھی آگے ہے یہ میدان اگرچہ زرخیز ہے، مگر خس وخاشاک سے پٹا پڑا ہے جب میدانِ فکر اُن سے پاک وصاف کر لیا جائے گا تو آدمی اعمال صالحہ کی شاہراہ پر گام

زن ہو جائے گا۔ بلاشبہ کاملین کے فیض سے ہی حیات کو مادّی و روحانی ہر دو طرح سربلندی عطا ہوتی ہے۔ جامیؔ:

فیضے کہ بہ دل می رسد از سدرہ و طوبیٰ
در سایۂ سروِ قدِ دل جوئے تو یابم

مولانا نعمانی بھی ایسے ہی صاحب نظر کی تلاش میں تھے جو علم کی پیاس بجھا سکے اور ساتھ ہی ساتھ سیرت و کردار پر بھی گہرا اثر ڈال سکے۔ قسمت نے یاوری کی، ایک مردِ کامل پاک باز و پاک باطن از غیب متوجہ ہوا اور اپنے دامن تربیت میں لے لیا۔ یہ حضرت شیخ حیدر حسن خاں ٹونکی، شیخ الحدیث و پرنسپل ندوۃ العلماء لکھنؤ تھے۔ شیخ صاحب سے مولانا کی ملاقات کا واقعہ بھی خوب ہے۔ میرے استفسار پر مولانا نے فرمایا، ہم جے پور میں درس نظامی کی تکمیل کر چکے تھے، ۱۹۳۴ء میں مولوی فاضل و منشی فاضل کا امتحان پاس کر لیا تھا، اب عربی ادب و انشاء کی طرف طبیعت مائل ہوئی تھی۔ اس وقت عربی ادب کے بڑے فاضل شیخ تقی الدّین الہلالی المراکشی دارالعلوم ندوۃ العلماء میں پڑھاتے تھے، ان کی پورے ہندوستان میں شہرت تھی۔ اسی کے پیش نظر ہم عربی ادب پڑھنے کی نیت سے ان کی خدمت میں لکھنؤ پہنچے۔ ایک لوہے کا ٹرنک ساتھ تھا، ندوہ کی مسجد میں عصر کی نماز پڑھی، ایک درویش صفت، بزرگ صورت شخص نے نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے اجنبی صورت دیکھ کر پوچھا، میاں کیسے آنا ہوا۔ ہم نے کہا، شیخ تقی الدّین الہلالی سے عربی ادب پڑھنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ تو اپنے وطن چلے گئے۔ پھر پوچھا، کہاں سے آئے ہو۔ ہم نے جواب دیا جے پور سے۔ انھوں نے برجستہ فرمایا، پھر تو عجائب گھر میں رکھے جانے کے قابل ہو گئے۔ پھر انھوں نے تعلیم کی تفصیل پوچھی اور فرمایا، میاں عربی ادب ہی کیوں، حدیث پڑھو کہ یہ اشرف العلم ہے۔ بس طبیعت ان کی طرف راغب ہوئی۔ دل نے کہا، یہی مردِ کامل ہے۔ اشارۂ غیبی یہی ہے کہ اسی کا دامن تھام لیا جائے۔ شیخ صاحب خود ٹرنک اٹھا کر اپنے ساتھ کمرے میں لے گئے اور بس درس حدیث شروع ہو گیا۔

مولانا نعمانی نے کامل ایک ڈیڑھ سال حضرت شیخ کی خدمت میں رہ کر پورے ضبط و

ایقان سے حدیث پڑھی۔ ان کے علم سے خوب خوب فائدہ اٹھایا اور ان کی شخصیت کو اپنی ذات میں ایسا سمویا کہ خود شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ انھیں حدیث، اصول حدیث اور فن اسماء الرجال میں بڑا درک تھا۔ اس دور میں وہ علم حدیث کا سرچشمہ تھے اور مجتہدانہ شان رکھتے تھے بعض مسائل میں تو ائمہ حدیث کے برخلاف اپنی منفرد رائے رکھتے تھے۔ ساری زندگی علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں صرف کر دی۔ ان کی سندِ حدیث قلیل الوسائط تھی۔ حضرت شیخ حیدر حسن خاں کے علاوہ ان کے برادرِ معظم مولانا محمود حسن خاں ٹونکی سے حدیث کی اجازت تھی، انھیں قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے اور ان کو شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی سے اجازت تھی۔ اسی طرح حضرت مولانا یٰسین بریلوی کے واسطے سے حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے اور ان کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی سے اجازت تھی۔ اس لیے بھی شائقین حدیث کا ان کی طرف بہت زیادہ رجوع تھا۔ مصر، شام، عراق، ترکی، سعودی عرب، افریقہ اور یورپی ممالک سے طالبان حدیث ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، اپنی علمی پیاس بجھاتے اور سند حدیث حاصل کرتے۔

مولانا نعمانی علم کے جس مرتبے پر فائز تھے اس کا تو ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ وہ ندوۃ المصنفین دہلی میں جب لغات القرآن کی تالیف میں مصروف تھے اس وقت بھی اور بعد میں جب ٹنڈوالہ یار کے مدرسے میں تھے اس وقت بھی اپنے دور کے نامور علماء کے درمیان رہے۔ ان کا علم بڑا حاضر، کتابیں بڑی مستحضر تھیں۔ نقد و جرح کا انھیں خاص سلیقہ تھا۔ ذہانت و ذکاوت کا وافر حصّہ قدرت نے انھیں ودیعت کیا تھا۔ کوئی مسئلہ ہو، کوئی بات ہو فوراً ہی ذہن اصل مآخذ کی طرف منتقل ہو جاتا اور وہ مع حوالہ جات کے نہایت تفصیل سے اس پر سیر حاصل گفتگو کر سکتے تھے۔ ان کی اس صلاحیت کا ہر کوئی معترف تھا۔

ایک خاص بات میں نے یہ دیکھی کہ جب وہ اہلِ علم کے درمیان ہوتے وہاں ان کے جوہر کھلتے۔ جو بھی گفتگو کا موضوع ہوتا اس سے متعلق بے پناہ معلومات کا ان کے پاس ذخیرہ ہوتا اور وہ بڑے اعتماد و تیقّن سے اس کا اظہار کرتے۔ ورنہ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے مواقع پر اچھے خاصے لوگ بھی کترا کر نکل جانے میں ہی عافیت جانتے ہیں۔ ان

کی گفتگو کا بھی ایک خاص انداز تھا۔ نفسِ مضمون کو ایسے منتخب الفاظ میں بیان کرتے اور ایسی دلیلیں فراہم کرتے کہ سننے والا پورے یقین سے اسے قبول کر لیتا، گویا وہ اپنے علم اور اسلوب سے بڑی سے بڑی شخصیت کو اپنے علم کے دائرے میں محصور کر لیتے، پھر وہ چاہے بھی تو ان کے سحر سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ یہ خداداد بات ہے، کسی کسی کو میسّر ہوتی ہے۔ یہی کیفیت ان کی تحریروں کی ہے۔ مستند حوالوں سے مزین کر کے اپنی تحریروں کو پیش کرنے کا فن وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ حوالے اسی قدر دیتے ہیں جتنی ضرورت ہوتی ہے۔ حوالوں کی زیادتی سے اپنی تحریر کو بوجھل نہیں کرتے اور نہ ہی اس ذریعے سے قاری پر اپنی علمیت کا رعب ڈالنا مقصود ہوتا ہے۔ جس قدر حوالے ہوتے ہیں وہ اپنی بات کی دلیل میں ہوتے ہیں۔ بغیر ٹھوس علمی دلائل کے تو انھیں کوئی بات سننا یا بیان کرنا گوارا نہیں تھی۔ میرے سامنے کی بات ہے ایک صاحب مسلکاً اہلِ حدیث تھے مولانا سے گفتگو نہیں بلکہ مباحثہ کرنا مقصود تھا۔ مولانا نے فرمایا، آپ ہمیں پہلے حدیث کی تعریف حدیث ہی سے بتائیے۔ تب آپ سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔ اگر نہیں معلوم تو اپنے اکابر سے پوچھ کر تشریف لائیے۔

مولانا کی تصانیف میں رطب و یابس نہیں، نہ وہ ایک ہی بات کو بار بار بیان کرنے کے عادی ہیں، ان کے ہاں سمندر کی سی گہرائی اور دریا کی سی روانی ہے۔ اسلوب ایسا کہ دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔ "لغات القرآن" اردو کی پہلی قرآنی لغت ہے۔ ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ مولانا کے قلم سے اس کی چار جلدیں مکمل ہوئیں تقسیم کے بعد مولانا ہجرت کر کے پاکستان آ گئے بعد میں مسودے کو دو جلدوں میں مولانا عبدالدائم الجلالی نے مرتب کیا۔ یہ بڑی معرکے کی لغت ہے۔ عام عربی لغات کے برعکس اس کی ترتیب مادے پر نہیں بلکہ حروفِ تہجی پر رکھی گئی ہے تاکہ اردو داں طبقہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ الفاظ کی تشریح و تحقیق میں مولانا نے پورا زور صرف کر دیا ہے۔ مقصد قرآن مجید کی محض لغت تیار کرنا نہیں ہے بلکہ صاحبِ وحی فداہ امّی و ابی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حقیقی معنی و مطالب تک پہنچنا مقصود ہے۔ اس مقصد کے لیے تفسیر، حدیث، فقہ اور لغت کی مستند و متداول کتابوں سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے، البتہ جہاں مفسرین، فقہا اور اہلِ لغت میں اختلاف

پایا وہاں خوب دادِ تحقیق دی ہے اور قول فیصل تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ ایسی جامع اور مستند قرآنِ مجید کی لغت ابھی تک اردو میں کوئی دوسری نہیں آئی ہے۔ "امام ابن ماجہ اور علم حدیث" یہ عہد رسالت سے ابن ماجہؒ کے زمانے تک کی تاریخ تدوین حدیث پر مشتمل دستاویز ہے۔ گویا علم حدیث کا انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہیے۔ انھوں نے عربی میں ماتمس الیه الحاجه، لمن یطالع ابن ماجه، مكانة امام ابی حنیفه فی الحدیث کے علاوہ سندھ کے نامور علماء کی عربی تصانیف کو مرتب کیا، ان پر مبسوط مقدمات لکھے اور نہایت قیمتی حواشی و تعلیقات سے انھیں مزین کیا، جو سندھ ادبی بورڈ سے شائع ہوئی ہیں۔ ان سے جہاں ان کی تحقیق اور دقت نظر کا اندازہ ہوتا ہے وہاں ان کی عربی زبان پر قدرت کا بھی پتا چلتا ہے۔ وہ اردو کی طرح عربی بھی بڑی سلیس اور رواں لکھتے ہیں۔ خیال ہوتا ہے کہ وہ اگر عربی ادب و انشاء کی طرف مائل ہوتے تو یقیناً اس ضمن میں بڑے کارنامے سرانجام دیتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تو انھیں حدیث کے لیے مختص کر لیا تھا۔

میں نے انھیں پڑھاتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ جامعۂ بہاول پور میں بھی اور یہاں نیوٹاؤن میں بھی۔ بس ان کا لیکچر سنتے رہے اور دل میں اتارتے رہے۔ طلبہ پیچیدہ سے پیچیدہ سوال کرتے اور وہ ہر سوال کا جواب دینے میں مستعد رہتے۔ وہ ادھر اُدھر کی باتیں کر کے یا اپنے منصب کا اثر ڈال کر طلبہ کو مطمئن نہیں کرتے بلکہ ٹھوس علمی دلائل سے مسئلے کی تفہیم کراتے اور اکثر اوقات سوالات کا بار الٹا طالبِ علم پر ڈال دیتے تاکہ علم و تحقیق میں خود اسے کاوش و محنت کرنی پڑے۔ پھر جستہ جستہ مزاح کا عنصر بھی پیدا کرتے جاتے جس سے طالبِ علم کی دلچسپی برقرار رہتی۔ یہ مزاح عموماً تحریفِ لفظی سے پیدا کرتے۔ اس طرح طالبِ علم شاداں و فرحاں ان کے درس سے فارغ ہوتا۔

مولانا کو ہم بچپن سے دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ گھر کے بڑے تھے، اس کا انھیں احساس بھی تھا اسی لیے وہ اس منصب کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ ہر ممکن اس کا تحفظ کرتے، جس طرح بھی بن پڑتا اپنی بات کو اونچا ہی رکھتے تھے۔ میرے والد صاحب عمر میں ان سے صرف چار سال ہی چھوٹے تھے۔ عمر کا یہ فرق کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس فرق کے

حامل بھائی تو آپس میں دوست ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے رازداں ہوتے ہیں، دلچسپیاں بھی ایک دوسرے کی یکساں ہوتی ہیں، مگر ہم نے دونوں کے درمیان ایک فاصلہ ہی دیکھا ہے۔ والد صاحب ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ وہ ان کی کسی بات کو رد نہیں کرتے تھے۔ میاں بھائی میاں بھائی کی رٹ لگائے رہتے تھے، مگر دونوں کے درمیان کوئی بات ضرور تھی جس کی وجہ سے یہ فاصلہ تھا۔ معاصرین میں چشمک تو ہوتی ہے ہو سکتا ہے یہی بات ہو۔ دونوں ایک ہی استاد کے شاگرد تھے۔ دونوں ہی استاد کے بہت قریب تھے، دونوں ہی پر پوری طرح استاد کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کی کمزوریوں، خوبیوں اور خامیوں سے یقیناً واقف رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ تو اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ والدہ صاحبہ بتاتی ہیں ایک مرتبہ جب میں بہت چھوٹا تھا بچوں کی کوئی بات تھی اس پر مولانا بھڑک اٹھے اور والد صاحب کو مارنے لگے۔ میں اس وقت والد صاحب کی گود میں تھا، والد صاحب پٹتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ میاں بھائی اور، اور مولانا تھے کہ اور زیادہ جوش سے مارنے لگے، تا آں کہ خود ہی تھک کر خاموش ہو گئے، والد صاحب نے اف تک نہیں کیا اور نہ ہم سے کبھی اس کا تذکرہ کیا۔

اللہ معاف کرے، میں ٹھہرا باغی قسم کا۔ اشتراکی ذہن تو نہیں تھا، مگر اشتراکی شعراء وادباء کے ساتھ بیٹھنے کا کچھ تو اثر ہوتا ہی ہے، اس لیے مولویوں سے کچھ زیادہ ہی بد کا ہوا تھا، ان کی کوئی بھی بات مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی اور مولانا نعمانی تو بیسویں صدی میں ہوتے ہوئے بھی قرون وسطیٰ کے دور میں رہتے تھے۔ وہ انگریزی معاشرت وتہذیب اور انگریزی تعلیم کو کیوں کر پسند کرتے۔ ہم بھائی تھے کہ انگریزی تعلیم حاصل کر رہے تھے، انگریزی لباس پہنتے تھے، انگریزی بال رکھتے تھے، شیو بھی بنایا کرتے تھے۔ یہ باتیں انھیں کیوں کر پسند آ سکتی تھیں۔ ہم تو ان کے مطابق نالائق و ناخلف تھے۔ خاندان سے باہر تو وہ ان سب چیزوں کو دیکھ کر خاموش ہو جاتے ہوں گے، مگر ہمیں انگریزی طرز معاشرت میں گھرا ہوا دیکھ کے وہ کیوں کر خاموش رہ سکتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھ سے کہنے لگے، تم نے یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔ مسلمانوں کا تو یہ حلیہ کبھی نہیں رہا۔ میں تو خاموش ہو گیا۔ والد صاحب پر برس پڑے۔

والد صاحب نے پلٹ کر جواب نہیں دیا۔ بعد میں مَیں نے والد صاحب سے کہا کہ اتنی بھی تنگ نظری اچھی نہیں۔ یورپ کے مسلمان بھی تو یہ لباس پہنتے ہیں۔ ویسے بھی ہم اس دور میں رہتے ہیں اس دور سے ہم آہنگ ہو کر ہی ہم ملک وقوم کی کچھ خدمت کر سکتے ہیں۔ دین اس میں کہاں مانع ہے اگر ہم دین کی کسی بھی بات سے انحراف کریں تو بے شک مجرم ہیں، واجب القتل ہیں۔ ہمارے علماء ذرا تو قلب وسیع رکھیں۔ والد صاحب مجھے سمجھاتے اور فرماتے، ایک دن آئے گا جب تم ان باتوں کو سمجھو گے۔

مولانا تصویر کے بھی سخت مخالف تھے۔ وہ کسی صورت تصویر کشی کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور احادیث سے استدلال کرتے تھے۔ میرے نکاح میں میرے چچا سسر تصویریں لے رہے تھے۔ تصویریں تو ہر ایک شوق سے کھنچواتا ہے کہ یہ یادگار لمحوں کو قید کر لیتی ہے۔ اس سے عمر رفتہ کے حسین مناظر پھر دوبارہ سامنے آ جاتے ہیں۔ آدمی وقتی طور پر مخلّی بالطبع ہو کر ماضی سے حال کا موازنہ کرتا ہے اور سراپا عبرت بن جاتا ہے۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ ان کی بیٹی کے ہونے والے سسرال میں ایسے بھی لوگ ہوں گے جو تصویر کھنچوانے کو حرام و ناجائز سمجھتے ہیں۔ شروع میں تو مولانا خاموش رہے بالآخران کے صبر و ضبط کے تمام بند ٹوٹ گئے اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے والد صاحب سے فرمانے لگے، جب ہمیں بلایا جاتا ہے تو ہمارا اکرام بھی کیا جائے۔ والد صاحب نے بمشکل تمام انھیں منایا۔ میرے بعض دوست جن کے سامنے بعض مقتدر علماء کی تصاویر تھیں، بحث و مباحثے پر آمادہ تھے، مگر میں نے اپنی دوستی کا واسطہ دے کر انھیں خاموش کیا۔ جب تقریب ختم ہوگئی تو میرے خسر سے فرمانے لگے، یہ میرا چھوٹا بھائی ہے باپ اس کا تہجد گزار تھا، خود بھی بچپن سے تہجد گزار ہے، لیکن اب اولاد نے اس پر قبضہ کر رکھا ہے۔ ظاہر ہے اب ان کا قبضہ ختم ہو گیا تھا۔ والد صاحب سر جھکائے خاموشی سے سنتے رہے۔

اسی طرح جامعہ کراچی میں شعبۂ عربی کے تحت بین الاقوامی کانفرنس تھی اس وقت ڈاکٹر حبیب الحق ندوی صاحب شعبے کے سربراہ تھے۔ وہ والد صاحب کے ندوہ کے ساتھی تھے۔ میں نے ان سے میٹرک میں انگریزی پڑھی تھی، میں بھی کانفرنس میں مدعو تھا۔ لاڑکانے سے آیا تھا، پہلا ہی سیشن تھا۔ مولانا نعمانی مقالہ پڑھنے کھڑے ہوئے۔ میں،

ڈاکٹر امین اللہ وثیر اور ڈاکٹر شرف الدّین اصلاحی ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ جوں ہی ٹی وی والوں نے کیمرے کا رخ مولانا کی طرف کیا، فوراً ہی مولانا نے پورا مقالہ اپنے چہرے کے آگے پھیلا لیا۔ ٹی وی والے کہنے لگے، یہ مولوی تو کچھ زیادہ ہر ٹرانٹ ہے۔ ڈاکٹر شرف الدّین صاحب نے مجھے ٹھونکا دیا۔ میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

مولانا سلیم الفطرت تھے، قدرت نے انھیں قلبِ سلیم عطا کیا تھا۔ قلب بظاہر گوشت کا لوتھڑا، خون کو گردش میں رکھنے والا، جسم کا سارا نظام اس کے تابع، مگر حقیقت کے اعتبار سے یہی روح انسانی ہے۔ عرفان الٰہی کا محل، معرفت خداوندی کا مرکز، احکام و اوامرِ الٰہی کی آماج گاہ، حکمت وسعادت کا سرچشمہ۔ اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ انی اَسْاَلُکَ قَلْباً سَلِیماً۔ یہی قلب سلیم ہی تو ہے جو فاسد اور تباہ کن خیالات کو جھٹک کر قوت وحیات بخش تصوّرات کے تحت راہ مستقیم پر گام زن رکھتا ہے۔ اس کی موجودگی میں انسان اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہو کر رہنمائی کے فرائض انجام دیتا ہے۔ جن لوگوں کو یہ نعمت ودیعت ہوتی ہے وہ گردو پیش کے جاہلانہ اطوار کو ہرگز قبول نہیں کرتے اور راہ حق کی ایک کرن ہی ان کے باطن کو روشن و منوّر کر دیتی ہے۔ دیکھیے عرب کے جاہلانہ و کافرانہ ماحول میں پرورش پانے والے ابوبکر بن قحافہؓ ہر برائی سے دور رہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات میں نور حق جلوہ افروز ہوا تو بغیر کسی تذبذب کے آمنا وصدقنا اسے قبول کر لیا۔ یہ انجذابی قوت کی کرشمہ سازی ہے کہ باہم مماثل و یکساں خصوصیات کی حامل چیزوں کو متحد و یکجا کر دیتی ہے۔ مولانا، حضرت شیخ حیدر حسن خاں کے پاس رہے، ان سے پڑھا۔ ان کے علم کے ساتھ ساتھ ان کی طبیعت کو بھی اپنی ذات کا حصّہ بنا لیا۔ شب و روز کے تمام معمولات کو انھیں کے مطابق ڈھال لیا۔ شیخ صاحب سنّت نبوی کے پیرو کار تھے، انھوں نے زندگی کے ایک ایک لمحے کو حیات طیبہ سے مستعار لے کر اپنے اندر راسخ کیا تھا اور ہونہار شاگرد نے ان سب کو اپنی زندگی کا لازمہ بنا لیا۔

مولانا کو ہر لحہ اتباع سنّت نبوی کا خیال دامن گیر رہتا۔ ان کا کوئی عمل ایسا دکھائی نہیں دیتا جس میں وہ سنّت کی پیروی نہ کرتے ہوں۔ ان کا چلنا، ان کا پھرنا، ان کا اٹھنا، ان کا

بیٹھنا، ان کا سونا، ان کا جاگنا، ان کا کھانا، ان کا پینا سب سنّت نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کے مطابق تھا۔ وہ سنّت کے خلاف کسی بھی عمل میں شریک نہیں ہوتے تھے اور کسی بھی قسم کی مصلحت کو اس باب میں روا نہیں رکھتے تھے۔ عام طور پر خوشی و غم کے موقع پر ہم حد اعتدال سے گزر جاتے ہیں اور ان باتوں کو بھی کر گزرتے ہیں جن کو رواج عام حاصل ہوتا ہے اگرچہ ان کا شریعت مطہرہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، لیکن مولانا سنّت سے سر مو انحراف نہیں کرتے تھے۔ مولانا کے بڑے صاحب زادے محمد عبدالمعید صاحب مجھ سے دو یا تین سال بڑے تھے۔ جب میں بہاول پور گیا تو وہ نشتر میڈیکل کالج میں داخل تھے، مولانا مجھے لے کر ملتان گئے اور عبدالمعید صاحب سے ہسپتال میں ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے تیسرے روز ان کا انتقال ہو گیا۔ جوان بیٹے کی موت کا صدمہ انھوں نے نہایت صبر و ضبط سے برداشت کیا۔ اس موقع پر بھی انھوں نے سنّت کی پیروی کو ملحوظ خاطر رکھا۔ وہ بہت بڑے محدّث تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیات طیبہ کا ایک ایک ورق ان کے سامنے تھا، انھیں اس پر کامل یقین تھا۔ عمل تابع حال ہوتا ہے اور حال تابع علم و یقین، اگر کسی کے یقین کا پتا لگانا ہو تو اس کے عمل کو دیکھنا چاہیے۔ محض قول سے تو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ مولانا کی زندگی عین الیقین کے درجے میں تھی۔ والد صاحب بھی سنّت کی شدّت سے پیروی کرتے تھے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ صدق بیاں سے نکلے ہوئے الفاظ نوک زبان تھے دونوں بھائیوں میں یہ بات مشترک تھی۔ آج کل کا مہذب، تعلیم یافتہ معاشرہ کتنا ہی برا کیوں نہ سمجھے، وہ اکڑوں بیٹھ کر ہی کھانا کھاتے تھے۔ ہمیں بھی ساتھ بٹھاتے تھے۔ اکڑوں بیٹھنے میں میری کمر جھک جاتی تھی تو والد صاحب پیٹ پر ایک گھونسا مارتے، میں الف کی طرح سیدھا ہو جاتا۔ ہڈی سے گوشت کو دانتوں سے نوچتے اسی کو سنّت بتاتے تھے، سوتے تو ہمیشہ دائیں کروٹ ایک ہاتھ رخسار کے نیچے، پھر صبح سے رات سوتے وقت ہر عمل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے مروی دعائیں ورد زبان ہوتیں۔

برادر محترم پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی صاحب نے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم پر ایک دن'' کے عنوان سے مولانا نعمانی کے دن بھر کے واقعات تحریر کیے۔ اس کے

مطالعے سے اندازہ ہوگا کہ مولانا کس قدر متبع سنّت تھے۔ وہ کوئی موقع ایسا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے جس میں سنّت کی پیروی ہوتی ہو پیرانہ سالی میں بھی وہ دور دراز کا سفر کرکے افغانستان پہنچے اور وہاں محاذ جنگ پر روسی کفار پر گولیاں برسائیں۔

مولانا نعمانی، حضرت شیخ حیدر حسن خاں صاحب سے بیعت بھی تھے حضرت شیخ، سیّد الطائفہ حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ تھے۔ مولانا کو بھی اور والد صاحب کو بھی انھوں نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ یہ بہت بڑی نسبت تھی۔ اس کے علاوہ مولانا کو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری سے بھی اجازت تھی۔ چند ایک لوگ مولانا سے بیعت بھی ہوئے۔ ایک روز میں نے مولانا سے کہا، آپ کی اتنی بڑی نسبت ہے آپ لوگوں کو بیعت کیوں نہیں کرتے۔ فرمانے لگے، میاں ہم حدیث کی خدمت کرلیں یہی کافی ہے اور اس میں شک نہیں کہ ان کی زندگی کا مقصد ہی خدمت حدیث تھا۔

مولانا نعمانی بڑے متواضع، نفاست پسند اور پاکیزہ مزاج تھے۔ باہر سے علماء ان کی خدمت میں آتے وہ مقدور بھر ان کی تواضع کرتے۔ خود بھی بہترین، مگر سادہ کھانا کھاتے تھے دُوپَرتی روٹی (نانِ دو پوست) پسند کرتے تھے کہ یہ جلد ہضم ہو جاتی ہے۔ میٹھے کے بھی شوقین تھے ان کی اہلیہ جن کو میں والد صاحب اور چچاؤں کی طرح بھابھی جان ہی کہتا تھا بہت عمدہ کھانا پکاتی تھیں۔ اللہ انھیں غریق رحمت کرے مجھ سے تو وہ بہت محبت کرتی تھیں۔ رام سوامی میں جب ہم ساتھ رہتے تھے میں کبھی ضد کرتا تو سب بچّوں کے خلاف وہ مجھے آٹا گوندھ کر کٹوری میں گھی رکھ کر دیتیں کہ جا تنور سے اپنے لیے پراٹھا پکوالا۔ بڑی نیک خاتون تھیں۔ نماز روزے کی پابندی کے ساتھ ذکر و اذکار میں بھی مشغول رہتی تھیں۔ میں بہاول پور گیا، علی الصباح بعد نماز فجر ان کے گھر پہنچا، دیکھا کہ وہ وظائف میں مشغول ہیں۔ مولانا ہمیشہ سفید لباس ہی پہنتے تھے۔ کرتا شلوار، مگر ٹخنے کھلے ہوئے۔ یہ لباس ان کی شخصیت کا حصّہ تھا۔ بید ہاتھ میں، مگر گرمیوں میں بید کی جگہ چھتری ہوتی۔ دھوپ تیز ہوتی تو چھتری استعمال کرتے۔ شیروانی پہنتے تھے ان پر شیروانی بہت ہی اچھی لگتی تھی۔ خاص طور سے اس وقت جب وہ منبر پر خطبہ دے رہے ہوں۔

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

مولانا بہاول پور میں جب تھے تو ان کی ادارت میں جامعہ سے ایک مجلّہ نکلتا تھا۔ مجھے خاص طور پر بھیجتے۔ ان دنوں میں بھی حیدر آباد سے ایک رسالہ ''کاوش'' نکالا کرتا تھا۔ مولانا کو بھی بھیجا۔ مولانا نے اپنے مذاق کے برخلاف پورے رسالے کا مطالعہ کیا اور ایک خط میں اس پر بھرپور تبصرہ کیا۔ افسانے کے متعلق لکھا کہ افسانے میں محبت بھی اسلامی تقاضوں کے مطابق ہونا چاہیے۔ مولانا میری تحریروں کو بڑی توجہ سے پڑھتے اور بے لاگ تبصرہ کرتے۔ میں نے ایک مقالے میں یہ لکھ دیا کہ محمود غزنوی کے ہندوستان آنے کا مقصد یہاں کی دولت بٹورنا تھا۔ مولانا نے اس پر سخت تنقید کی، فرمایا، محمود غزنوی کے آنے کا یہ مقصد تو آپ کو نظر آ گیا، مگر وہ اپنے ساتھ اسلام کی کرنیں لے کر آیا اس پر آپ کی نظر نہیں گئی۔ وہ اپنے ساتھ پورا اسلامی معاشرہ لے کر آیا تھا اور ہندوستان میں کچھ نہ کچھ اس کے اثرات مرتب ہوئے تھے۔ اس کو آپ نظر انداز کر گئے۔ یہ مستشرقین کا طرزِ عمل ہے جو آپ نے اختیار کیا ہے اور ابھی تو یہ بھی تحقیق طلب ہے کہ آیا وہ ہندوستان دولت سمیٹنے کے لیے آیا تھا۔

مولانا بہانے بہانے سے میرا امتحان لیتے تھے، مجھے تو ان کے انداز گفتگو میں نہ معلوم کیوں طنز کی کاٹ محسوس ہوتی تھی۔ ایک موقع پر جب بہت سے لوگ مولانا کے پاس موجود تھے میں بھی پہنچ گیا۔ وہاں کسی صاحب کے پاس ایک کتاب تھی۔ کتاب کیا تھی، یہ نہیں معلوم۔ مولانا اس کی ورق گردانی کر رہے تھے کہ ایک دم میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا، ہاں میاں! آپ تو شاعری کرتے ہیں ذرا اس شعر کے متعلق فرمائیے، اور یہ شعر پڑھا:

کہاں ایماں، کہاں کفر و اشراک
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

میں نے کہا، یہ شعر وزن سے ساقط ہے۔ فرمانے لگے، میاں! اہلِ علم کے درمیان ہو، علمی انداز میں جواب دو گے تو قابل قبول ہوگا۔ یہ بات تو وہ بھی کہہ سکتا ہے جو ذرا سی بھی طبع موزوں رکھتا ہو۔ میں نے غور کر کے کہا کہ اس میں ایک سبب کم ہے، فرمانے لگے، سبب کون سا، میں نے جواب دیا، سبب خفیف کم ہے، پھر بھی مولانا خاموش نہیں ہوئے، فرمایا، اب اس کی اصلاح فرمائیے۔ میں نے اصلاح کر کے شعر پڑھا:

کہاں ایماں، کہاں یہ کفر و اشراک
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

تب کہیں مولانا خاموش ہوئے۔ وہ اکثر اسی طرح کرتے تھے پے در پے سوالات پشاور یونیورسٹی میں مولانا رومی کانفرنس ہوئی تھی، اس میں مَیں نے ''مولانا رومی اور انسان کامل'' کے عنوان سے مقالہ پڑھا تھا۔ مولانا نے اس کا مطالعہ کیا اور اس قدر سوالات کیے کہ میں حیران رہ گیا اور آج تک سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس سے ان کا مقصد کیا تھا، کیا تربیت کا یہ انداز بھی ہوسکتا ہے۔ ایک نشست میں مولانا نے یہ شعر پڑھا۔ فرمایا، اسے لکھ کر دکھاؤ اور مطلب بھی بتاؤ۔ شعر یہ تھا:

دَیا قوزہ نشیمن لا اُبالی حرز مستئمن
مری جاں ہر رگِ خارا میں چشمِ دوراں ہے

شعر تو ہم نے لکھ دیا، مگر مطلب خاک سمجھ میں نہیں آیا۔ شعر تو بے معنی مہمل معلوم ہو رہا تھا۔ پھر خود ہی فرمانے لگے، کہ پرانے شعراء تفریح طبع کے لیے کبھی کبھی ایسے شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے، مہمل ہے۔

میں نے مخدوم محمد معین ٹھٹوی کے رسالہ ''اویسیہ'' کا ترجمہ کرلیا تو مولانا کو سنایا۔ انھوں نے سن کر اطمینان کا اظہار کیا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ فرمایا کہ ترجمہ اور ترجمانی میں فرق ہے۔ ترجمہ کر رہے ہو تو پھر ترجمہ ہی کرو، وہاں ترجمانی نہیں ہونی چاہیے۔ میں جب ایم اے میں تھا، ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر خوشی کے اظہار کے لیے ایک چھوٹی موٹی تقریب منعقد ہوئی میں نے اس موقع کی مناسبت سے دو قطعات کہے تھے۔ بعد میں والد صاحب سے خوش خط لکھوا کر ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پیش کیے۔ اب وہ قطعات بالکل ہی یاد نہیں ہیں اور نہ ہی کہیں تحریر میں۔ تین مصرعے یاد رہ گئے ہیں پہلا مصرع پورا کر کے یہاں لکھ رہا ہوں:

خوشا اے جذبِ پنہاں، رحمتِ حق خندہ بار آمد
صبا بر دوش اے شاکر شمیمِ زلفِ یار آمد

نہ چوں زرِ قدم ایں چشم و دل را فرشِ رہ سازم
غلام مصطفٰے دیدم کہ از کوئے نگار آمد

مولانا کو میں نے سنایا تو انھوں نے تیسرے مصرع میں اصلاح کی۔ میں نے کہا تھا، ''فرش می سازم۔'' مولانا نے ''فرشِ رہ سازم'' کردیا۔ اس سے شعر زیادہ فصیح ہوگیا۔ اساتذہ اسی طرح اصلاح دیا کرتے تھے۔ مولانا میں خداداد یہ صلاحیت تھی۔ انھوں نے حیاتِ ابن کثیر میں حافظ ابن کثیر کے اشعار پر بھی اسی طرح اصلاح کی ہے کہ شعر بہت بلیغ ہوگیا ہے۔ دیکھیے، تفسیر ابن کثیر، طبع نور محمد کارخانۂ تجارتِ کتب، کراچی۔

مولانا نعمانی خوش نویس بھی تھے۔ دادا سے اصلاح لی تھی۔ حیدرآباد دکن کے قیام کے زمانے میں نواب دکن کے استاد سے بھی اصلاح لی تھی۔ والد صاحب نے بھی دادا سے اور اپنے تایا حافظ محمد عبدالکریم صاحب سے اصلاح لی تھی۔ دونوں میں مقابلہ رہتا تھا۔ ایک روز دونوں نے ایک قطعہ لکھا۔ ابا میاں کا فیصلہ نعمانی صاحب کے حق میں تھا۔ حافظ قبلہ نے فرمایا، عبدالرحیم خدا کے خوف سے ڈر۔ آغا نے زیادہ اچھا لکھا ہے۔ بہر حال دونوں بھائی بہت عمدہ لکھتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ مولانا سے عرض کیا کہ وہ اپنی لکھی ہوئی کوئی پرانی وصلی مجھے عنایت کردیں۔ فرمایا، کراچی جاتے ہوئے حیدرآباد ٹھہروں گا تم قلم اور سیاہی فراہم کرکے رکھنا اِن شاء اللہ وہیں آکر لکھ دوں گا۔ چناں چہ دو وصلیاں انھوں نے لکھیں جب کہ ان کی بالکل مشق نہیں رہی تھی۔ ان کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا خط بہت پاکیزہ تھا، نوک پلک، کرسی و نشست الفاظ سے درست یہ دونوں وصلیاں میرے پاس محفوظ ہیں۔ وہ بڑے صاحب نظر بھی تھے، روش خط کو خوب پہچانتے تھے قدماء و متوسطین و متاخرین، ہر دور کے خط کی خصوصیات پر خوب نظر تھی، اگر وصلی پر کاتب کا نام نہ ہو پھر بھی پہچان لیا کرتے تھے۔ ایک وصلی کا عکس پیش خدمت ہے۔

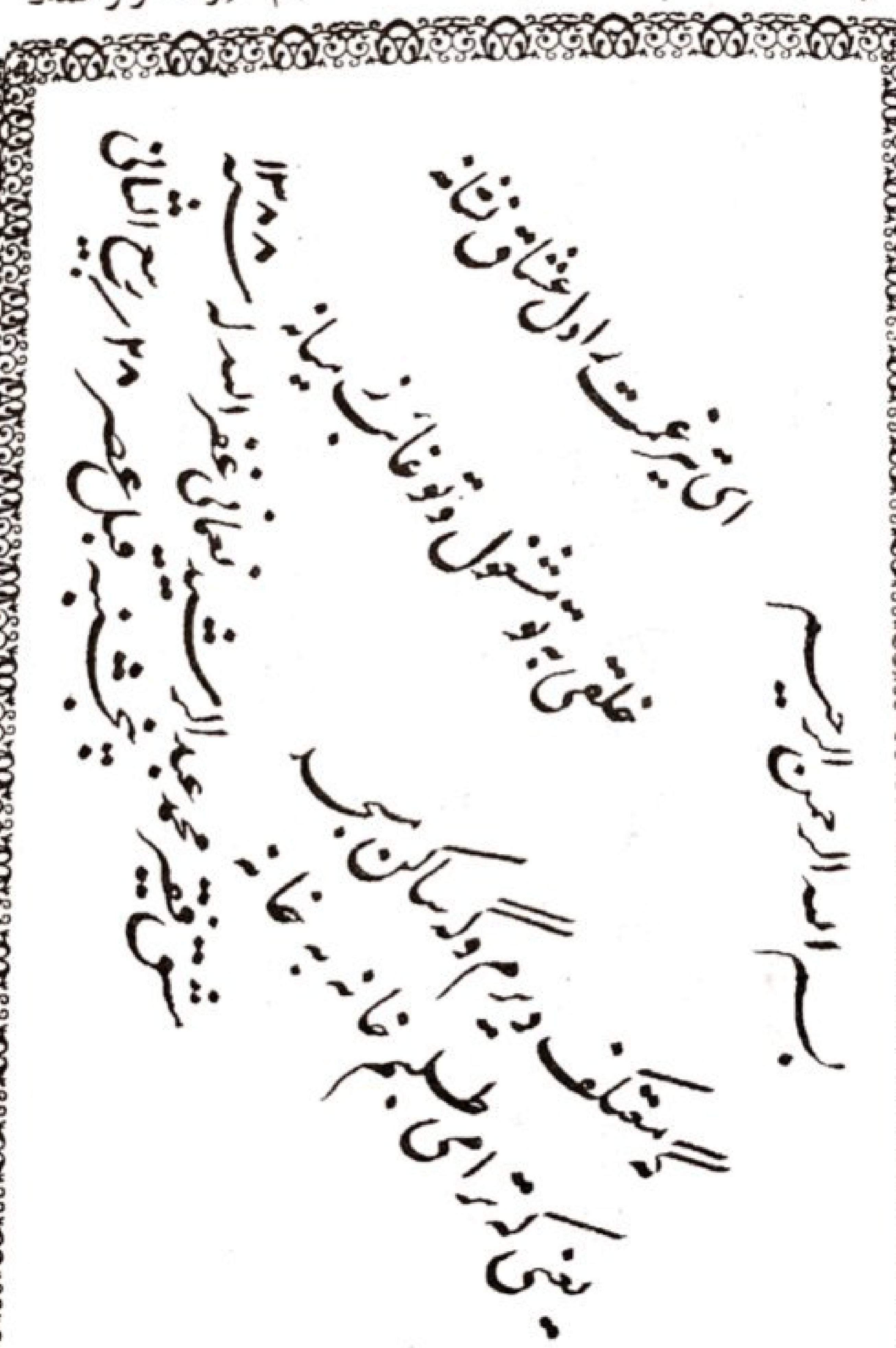
مولانا قناعت پسند واقع ہوئے تھے، انھوں نے کبھی حصول دولت کے لیے تگ و دو نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ خود ہی از غیب ان کے مسائل حل کردیتا تھا۔ فرماتے تھے جو رزق مقسوم میں ہے وہ تو ہر حال میں ملے گا۔ دیکھو ہمارے مقسوم میں قرآن و حدیث کے واسطے سے

رزق لکھا تھا، وہ ہمیں ملتا ہے اور الحمدللہ بہت سوں سے ہم بہت اچھے ہیں۔ انھیں اپنے خدا پر بڑا بھروسا تھا، پوری زندگی بحسن وخوبی اسی کے سہارے گزار دی کیسے بھی حالات ہوئے شکوہ زبان پر نہیں آیا، ہمیشہ شکر گزاری میں رطب اللسان رہے۔ دراصل انسان جسم و روح کا مجموعہ ہے جسم ایک کثیف وظلمانی مخلوق ہے اور فانی و ناپائیدار ہے۔ روح ایک لطیف ونورانی شے ہے، باقی ولازوال، مال وزر تو جسمانی ضروریات کا سامان ہے اور علم وحکمت روحانی کمالات کا سرمایہ، فانی کا سامان بھی فانی و ناپائیدار اور باقی کا سرمایہ بھی ایک لازوال دولت۔ سلیم الفطرت لوگ علم کو حصول دولت کا ہتھیار نہیں بناتے بلکہ ضرورت کے درجے میں اس کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ ان کی تمام تر کوشش تحسین اخلاق، تہذیب خصائل اور اصلاح نفس پر ہوتی ہے بلاشبہ یہی مولانا کا مطمحِ نظر تھا۔ پھر بھلا وہ مادّی منفعت کے لیے کیوں درپے رہتے۔

مولانا کے چھوٹے صاحب زادے ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی جامعہ کراچی میں شعبۂ عربی کے چیئرمین ہیں۔ قاری فتح محمد صاحب پانی پتی کے پاس قرآن حفظ کیا تھا۔ تیسری صدی ہجری کے محدّث ابوجعفر الدیبلی المتوفی ۳۲۲ھ نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے مکاتیب جمع کیے تھے ان پر موصوف نے بڑا تحقیقی کام کیا ہے۔ جس پر پی ایچ ڈی کی سند عطا ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت پر بڑا پر مغز مقالہ سپرد قلم کیا ہے، وہ طبع ہو چکا ہے۔ بڑے ذی علم، ذی استعداد اور متقی و پرہیز گار ہیں۔ اپنے والد کی انھوں نے بڑی خدمت کی۔ خود بھی سعادت مند تھے اللہ تعالیٰ نے سعادت مند اولاد سے بھی نوازا ہے۔ لڑکے لڑکیاں سب ہی حافظ ہیں۔ اللہ انھیں خوش وخرم رکھے۔

مولانا نعمانی نے ۸۵ رسال کی عمر پائی۔ کچھ دن بیمار رہے اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ڈاکٹر محمد عبدالشہید صاحب نے بتایا کہ رات بھر کلمۂ طیبہ اور سورۃ الاخلاص کا ورد جاری رہا۔ فجر کی نماز کے لیے بے چین تھے بار بار فرماتے تھے، نماز کا وقت ہوا اور بار بار اپنے دونوں ہاتھ بڑھاتے تھے جیسے کسی سے مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ یقیناً فرشتے استقبال کے لیے حاضر ہو رہے تھے۔ علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں حدیث نقل کی ہے

کہ مومن کے پاس وقت نزع فرشتے آتے ہیں، اسے سلام کرتے ہیں، جنت کی خوش خبری دیتے ہیں۔ جب روح پرواز کر جاتی ہے تو اس کے جنازے کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے مومن بندے کو ملک الموت کے ذریعے سلام پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ ، وَارْحَمْهُ۔



☆☆☆

تذکرہ

مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ

از

مولانا بلال عبدالحئی حسنی ندوی صاحب

(پیش لفظ – تاریخ تدوین حدیث)

مصنف کتاب

(ایک تعارف)

محدث جلیل حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان بلند پایہ صاحب نظر محدثین میں ہوتا ہے جو ملت اسلامیہ کے لئے باعث فخر تھے، علم کی پختگی اور گہرائی کے ساتھ زہد وتقوی میں نمایاں امتیاز ان کی وہ صفت تھی جس نے ان کو نمونہ سلف بنادیا تھا، طبقات کتب اور طبقات رجال پر ان کی دوررس نگاہ نے ان کو ابنائے زمانہ میں ایک نمایاں مقام عطا کیا تھا، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ انہوں نے امت کو بڑا فائدہ پہونچایا، ان کی صحبت میں بڑی تاثیر تھی، ان کے درس میں شریک ہونے والوں اور ان کی مجلس کے حاضر باشوں نے اس باب میں بھی ان سے سے فیض اٹھایا، نصف صدی سے زائد ان کے فیوض علمی وروحانی کا سلسلہ جاری رہا۔

مولانا کا آبائی وطن جے پور ہے، ۱۹۱۴ء مطابق ۱۳۳۴ھ کو غالباً اکتوبر کے مہینہ میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم متوسطات تک اپنے وطن ہی میں حاصل کی،

تکمیل کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا انتخاب کیا جہاں مولانا ہی کے ہم وطن حضرت مولانا حیدر حسن خاںؒ منصب اہتمام پر فائز تھے اور حدیث کی منتہی کتابوں کا درس بھی ان ہی سے متعلق تھا۔

مولانا مرحوم مسلسل چار سال دارالعلوم میں تکمیل کے لئے مقیم رہے، عربی ادب کے کئی اساتذہ سے استفادہ کیا، مگر مولانا کی توجہ کا اصل محور مولانا حیدر حسن خاںؒ صاحب کی ذات گرامی تھی جو اس وقت دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور امام المحدثین علامہ حسین بن محسن انصاری یمنی کے خاص تلامذہ و مستفیدین میں تھے۔

مولانا نعمانی نے مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ سے بھرپور استفادہ کیا اور شب و روز حاضر باش رہے، انہوں نے مولانا کو خلوت و جلوت، مشغولیت و راحت اور رات و دن کے مختلف حصوں میں بے تکلف دیکھا، مولانا کی صفات و کمالات اور پھر زاہدانہ زندگی کھلی کتاب کی طرح ان کے سامنے تھی جس کو انہوں نے اپنی زندگی میں اس طرح جذب کرلیا کہ گویا وہ مولانا کے مثنیٰ بن گئے، یہیں سے ان کے اندر حدیث کا وہ ذوق پیدا ہوا جس نے ان کو متقدمین محدثین کی صف میں لاکر کھڑا کردیا اور یہیں ان کو زہد کا وہ ذائقہ ملا جو اسلاف کی میراث ہے۔

مولانا کے اسی شوق و طلب کو دیکھتے ہوئے (جس میں ہم وطنی کا ایک رشتہ بھی شامل ہوگیا تھا) مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ نے خصوصی شفقت و توجہ فرمائی اور تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی پورا خیال رکھا جس نے مولانا نعمانی کے ذاتی جوہر کو جلا بخشی، اختصاص فی الحدیث اور تعمق فی العلم کے ساتھ ان کی عملی زندگی میں بھی ایک امتیازی شان پیدا ہوگئی، مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ خود حضرت حاجی

امداد اللہ صاحب کے اجازت یافتہ اور صاحب سلسلہ تھے، ان کی جوہر شناس نگاہ نے مولانا کے اس امتیازی وصف کو بھانپ لیا اور سندِ فضیلت کے ساتھ ہی اجازتِ بیعت وارشاد سے بھی سرفراز فرمایا۔

ندوہ میں تکمیل کے بعد ایک عرصہ تک مولانا اپنے وطن ہی میں مقیم رہے اور اس دوران بھی مولانا حیدر خاں صاحبؒ سے استفادہ کا سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد ندوۃ المصنفین کے ذمہ داروں کی خواہش پر دہلی تشریف لے گئے اور اس ادارہ سے باقاعدہ وابستہ ہوئے، اسی زمانہ میں امام حاکم نیشاپوری کی اصولِ حدیث پر مشہور کتاب "المدخل" پر ایک طویل تبصرہ اردو میں تحریر فرمایا جو شاید مولانا کا باقاعدہ پہلا مضمون تھا جو ان کے ذوق تحقیق ونظر کا شاہکار ہے، یہ تبصرہ "المدخل" کے ساتھ ہی طبع ہوا، ایک مرتبہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کسی تقریب سے ندوۃ المصنفین تشریف لائے، یہ تبصرہ مولانا عثمانی کی نظر سے گذر چکا تھا، جب مولانا کا تعارف کرایا گیا تو مولانا عثمانی نے مسرت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا کہ "اچھا آپ ہی صاحب المدخل ہیں" اور دادِ تحقیق دی، وہیں قیام کے دوران ذمہ داروں کی خواہش پر "لغات القرآن" چار جلدوں میں مرتب فرمائی، لیکن اس کی تکمیل نہ ہوسکی اور بعض اسباب کی بنا پر پاکستان ہجرت فرمائی، بعد میں مولانا عبدالدائم جلالی صاحب نے مزید دو جلدوں میں اس کی تکمیل فرمائی اور کتاب ندوۃ المصنفین سے ہی شائع کی گئی، مولانا ندوۃ المصنفین کے رفیق بھی تھے، اور "مجلس احیاء المعارف النعمانیة" حیدرآباد دکن کے رکن رکین بھی، مولانا ابوالوفاء افغانی سے ہم مسلک وہم مشرب ہونے کی بنا پر بڑی مناسبت تھی، پاکستان جانے کے بعد دارالعلوم اشرف آباد

ٹنڈوالایار سے وابستہ ہو کر تدریسی خدمات انجام دیں، پھر ایک عرصہ تک جامعہ اسلامیہ بھاولپور کے شعبۂ اسلامیات کے صدر رہے، اخیر میں مولانا یوسف بنوریؒ کے قائم کردہ ادارہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ مولانا ہی کی خواہش پر تشریف لے آئے، اور معذوری کے اخیر چند سالوں کو مستثنیٰ کر کے کہا جاسکتا ہے بقیہ زندگی وہیں درس وتدریس اور تصنیف وتحقیق میں گذاردی،

مولانا کا چونکہ اصل ذوق تصنیف وتالیف کا تھا اس لئے اسفار سے مناسبت کم تھی تاہم حج کے لئے متعدد مرتبہ تشریف لے گئے۔ ترکی کے سفر کی مولانا کو بڑی تمنا تھی، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہاں قدیم اسلامی مخطوطات کا جو ذخیرہ کتب خانوں میں موجود ہے شاید وہ کسی دوسرے ملک میں نہ ہو، ان میں بڑی تعداد علمائے احناف کی تصنیفات کی ہے، یہ مولانا کے سفر کا بڑا محرک تھا، اللہ تعالیٰ نے مولانا کی یہ خواہش پوری فرمادی اور مولانا اپنے صاحبزادہ مولانا عبدالشہید صاحب نعمانی کے ہمراہ تشریف لے گئے اور مختصر مدت قیام فرما کر مراجعت فرمائی، اپنے ساتھ متعدد مخطوطات کے عکوس بھی لائے۔

سفر ہجرت کے بعد تین مرتبہ مولانا ہندوستان تشریف لائے، پہلی تشریف آوری ۱۴۰۲ھ میں ہوئی، اور مولانا نے پورا رمضان دائرہ شاہ علم اللہ میں گذارا، اس مدتِ قیام میں دارالعلوم کے بعض اساتذہ اور درجات عالیہ کے طلبہ مستفید ہوتے رہے، اصول حدیث کی مشہور کتاب ''علوم الحدیث'' (جو علامہ ابن الصلاح کی تصنیف کردہ اور مقدمہ ابن صلاح کے نام سے مشہور ہے) زیرِ درس رہی، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر متعدد مرتبہ مسجد

میں وعظ بھی فرمایا، مولانا کا وعظ ایسا دلنشین اور موثر ہوتا تھا، کہ "از دل خیزد بردل ریزد" کا مصداق ہوتا، مولانا کے سفر کا اصل مقصد حضرت مولاناؒ سے اصلاح وارشاد کا تعلق قائم کرنا تھا، یہ مولانا کی سادگی، بے نفسی اور اصلاح حال کی انتہائی فکر کا نتیجہ تھا، ورنہ مولانا خود صاحبِ نسبت اور صاحبِ مقام بزرگ تھے، حضرتؒ نے اس تعلق کے کچھ ہی عرصہ بعد اجازتِ بیعت مرحمت فرمائی اور پاکستان میں بیعت ہونے والے متعدد حضرات کو مولانا کے سپرد کیا۔

حضرت والاؒ مولانا کے فضل وکمال کے بڑے معترف وقدرداں تھے، حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ کے تذکرہ کے ذیل میں مولانا کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں

> "لیکن مولانا کے تلمیذ ارشد اور ان کے فن وذوق کے وارث ہمارے فاضل دوست مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی جے پوری، حال شیخ الحدیث دینیات یونیورسٹی بھاولپور ہیں، ان کے علمی کام تعارف کے محتاج نہیں، ان میں لغات القرآن کی تین جلدیں اور ان کا اصل علمی وتحقیقی کام "ما تمس الیہ الحاجۃ" جو ان کی وسعت مطالعہ اور دقت نظر کی شاہد ہے، خاص امتیاز رکھتا ہے انھوں نے کئی سال سفر وحضر میں مولانا کے ساتھ رہ کر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بھی اور ٹونک کے زمانہ قیام میں بھی کسبِ فیض کیا اور مولانا کی تحقیقات سے پورا فائدہ اٹھایا، مولانا کو بھی ان سے بڑا گہرا تعلق اور ان پر بڑا اعتماد تھا"

۱۴۰۹ھ میں دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولانا ضیاء الحسن صاحب کی اچانک وفات سے بڑا خلا پیدا ہوا اور بڑی شدت سے یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ اس موقع سے مولانا کچھ عرصہ کے لئے تشریف لے آئیں تو طلبہ کو استفادہ کا موقع ملے اور یہ خلا بھی پُر ہو سکے، مولانا سے جب اس کی خواہش کا اظہار کیا گیا تو معذرت نہ فرما سکے اور تشریف آوری ہوگئی، کچھ عرصہ کے لئے باقاعدہ، بخاری شریف مولانا کے ذمہ کردی گئی یہ آخری سال کا وہ درجہ تھا جس میں شرکت کی سعادت راقم کو بھی حاصل تھی، اس طرح باقاعدہ مولانا سے براہ راست استفادہ کا شرف حاصل ہوا، مولانا کے طرزِ تدریس پر کچھ لکھنے کے بجائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحب کے طرزِ تدریس پر حضرت مولانا نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کو نقل کردیا جائے کہ وہ مولانا کے طریقۂ تدریس پر بھی حرف بہ حرف صادق آتا ہے معمولی حذف واضافہ کے ساتھ یہاں اس کو پیش کیا جارہا ہے۔

''مولانا کا درس عملی تھا اور طلباء اس میں صرف سامع یا مجلس وعظ کے حاضرین کی حیثیت نہیں رکھتے تھے، فن حدیث کی بنیادی کتابیں ساتھ ہوتیں اور طلباء کو حکم ہوتا فلاں جگہ سے کھولو اور پڑھو، بعض مرتبہ کئی کئی کتابیں ایک ساتھ کھل جاتیں اور ان پر آزادانہ بحث ہوتی طلبہ آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اس بحث ومذاکرہ میں حصہ لیتے، مولانا کو وہی طالب علم زیادہ عزیز تھا جو آزادی سے بحث کرے اور مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کرے اس لئے بعض اوقات متصلب حنفی ہونے کے باوجود ان اہل حدیث طلباء پر زیادہ شفقت والتفات ہوتا جو تیاری

کر کے آتے اور بات سمجھنے کی کوشش کرتے، تدریس حدیث کا طرز محدثانہ تھا، یمنی علماء کی کتابوں سے استفادہ بھی پورا تھا، خاص طور پر الامیر محمد بن اسماعیل صنعانی، شیخ محمد بن ابراہیم بن انوریر، علامہ مقبلی اور علامہ شوکانی کی کتابیں مطالعہ میں رہتیں اوران کا حوالہ دیتے، علمائے احناف میں سے بھی ان کتابوں کا حوالہ زیادہ دیتے جن کا پایہ حدیث میں مسلّم ہے مثلاً متقدمین میں امام طحاوی اور متوسطین ومتاخرین میں علامہ زیلعی، ابن کمال، قاسم بن قطلو بغا اور علامہ ابن ہمام، مولانا کے درس کی ایک برکت یہ تھی کہ فن حدیث سے مناسبت اوران کی بنیادی کتابوں سے ذاتی واقفیت، ان کے درجات اور طبقات سے پوری آگاہی اوراسماء الرجال اوراصول حدیث کی کتابوں سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی تھی۔'' (۱)

مولانا کے اس طویل قیام سے طلبہ کو بڑا علمی ودینی فائدہ پہونچا، مولانا کے درس میں بھی برکت تھی اور صحبت میں بھی تاثیر، اس طرح طلبہ میں حدیث کا ذوق بھی پیدا ہوا، اوراصلاح نفس کا خیال بھی، درس میں دارالعلوم کے بعض اساتذہ بھی شریک ہوتے، مولانا ان کا احترام ملحوظ رکھتے، مولانا تین مہینہ قیام کے بعد تشریف لے گئے، لیکن اپنی یادوں کے نقوش ثبت کر گئے متعدد اساتذہ اور طلبہ نے مراسلت کے ذریعہ سے استفادہ جاری رکھا۔

۱۴۱۲ھ میں تیسری بار مولانا ہندوستان تشریف لائے چند روزہ قیام میں

(۱) پرانے چراغ ج۱ص۱۹۲۔

بھوپال بھی تشریف لے گئے اور رابطہ ادب اسلامی کے ایک جلسہ کی صدارت بھی فرمائی، دورانِ سفر افادات کا سلسلہ جاری رہا، دارالعلوم میں قیام کے دوران شرح نخبہ کا درس بھی ہوتا رہا جو بڑا عالمانہ اور محققانہ ہوتا تھا، یہ مولانا کا آخری سفر ثابت ہوا اور بالآخر سفر آخرت پیش آگیا۔

مولانا بسیار نویس نہیں تھے لیکن جو لکھتے پوری تحقیق وامانت کے ساتھ لکھتے تھے، زبان بھی صاف اور شستہ ہوتی، عربی اردو پر تقریباً یکساں قدرت تھی، ذوق تحقیق اور دقت نظر میں اپنے معاصرین سے فائق تھے، علمی نکات پر گرفت بڑی مضبوط تھی، مولانا کی تصنیفات مولانا کے امتیاز کا منہ بولا ثبوت ہیں۔

مولانا کے قلم سے جو سب سے پہلا مضمون نکلا وہ امام حاکم نیشاپوریؒ کے مشہور رسالہ "المدخل في أصول الحديث" پر ایک علمی وتحقیقی تبصرہ تھا، جس میں اس کے مباحث پر تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے، یہ تبصرہ ندوۃ المصنفین سے شائع ہونے والا موقر ماہنامہ ''برہان'' میں چھ قسطوں میں شائع ہوا اور علماء نے اس کو تحسین کی نظر سے دیکھا، اس وقت مولانا کی عمر صرف پچیس سال تھی۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی رائے اس کے بارے میں گذر چکی ہے، مشہور عالم ومصنف حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے اس مقالہ کا مطالعہ کرنے کے بعد مولانا سعید احمد اکبرآبادی کو جو مکتوب تحریر فرمایا اس کی حسب ذیل عبارت خاص طور پر پڑھنے کے لائق ہے جس سے مقالہ کی علمی گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔

> ''بھئی یہ مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی تو بڑے چھپے رستم نکلے، اللہ تعالیٰ ان کے علم وافاضہ میں برکت دے، اس قسم کے علمی

وتحقیقی مضامین کو دیکھ کر گونہ اطمینان ہوتا ہے کہ بزرگوں کے
جانے کے بعد ان کی خصوصیات کے وارث انشاء اللہ رہیں گے،
اس لئے اس قسم کے مضامین سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔"

یہ مقالہ مولانا کے برادر عزیز ڈاکٹر عبدالرحمٰن غضنفر صاحب نے المدخل کے عربی متن کے ساتھ کتابی شکل میں افادۂ عام کی غرض سے کراچی سے شائع کر دیا ہے۔

مولانا کی سب سے اہم اور مشہور تصنیف "**ماتمسّ إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجة**" ہے، جو مولانا کی دقتِ نظر اور وسعتِ مطالعہ کی دلیل ہے، اور مولانا کے علمی وتحقیقی کاموں میں ایک امتیاز رکھتی ہے، یہ کتاب بھی مولانا نے اپنے زمانہ شباب ہی میں تصنیف فرمائی ہے، اس کو علمی حلقوں میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اور اس وقت کے کبار محدثین وعلماء نے اس سے استفادہ کیا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے بھی اپنی بعض تصانیف میں اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحبؒ نے "**أماني الأحبار في شرح معاني الآثار**" میں اس سے استفادہ کیا ہے، ابھی چند سال قبل محدثِ جلیل علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے اپنی تحقیق ومراجعت کے ساتھ بڑے اہتمام سے یہ کتاب شائع کی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دمشق کے بعض مدارس وکلیات میں یہ کتاب داخل نصاب کی گئی۔

اسی کتاب کے اردو ترجمہ کا جب مولانا مرحوم سے تقاضہ کیا گیا تو مولانا نے اس کتاب کو سامنے رکھ کر بڑے مفید اور قیمتی اضافوں کے ساتھ اس کو مرتب فرمایا جو "ابن ماجہ اور علم حدیث" کے نام سے شائع ہوا، اس کتاب کے بارے میں خود مولانا

کے الفاظ یہ ہیں'' کہنے کو یہ ابن ماجہ کی ایک سوانح عمری ہے لیکن درحقیقت یہ تدوین حدیث کی مفصل تاریخ ہے اور مسلمانوں کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جو انہوں نے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لئے اٹھائی ہیں، تاکہ امانت وحی کی ذمہ داری میں جو اس امت کے سپرد کی گئی تھی کسی قسم کا رخنہ نہ آنے پائے اور اللہ تعالیٰ کی حجت اہل ملل وادیان پر تمام ہو جائے۔''

واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب ''دریا بکوزہ'' کا مصداق ہے اور علم کا ایک سمندر ہے، اس میں علم حدیث کا تعارف بھی ہے، اس کی تدوین کی تاریخ بھی، صحاح ستہ پر جچا تلا تبصرہ بھی ہے اور طبقات کتب کی تعیین بھی، اور حقیقت یہ ہے کہ کتاب کے نام سے اصل کتاب کے مضامین اور مندرجات پر ایک پردہ سا پڑ گیا ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ صاحب معارف السنن کا معمول تھا کہ ابتدائے سال میں درس شروع کرتے وقت پہلے اس کتاب کا ایک حصہ خود سناتے یا کسی طالب علم سے پڑھواتے اس کے بعد درس کی ابتداء فرماتے، اس کتاب کے متعدد ایڈیشن پاکستان سے شائع ہوئے اور علمی ومدرسی حلقوں میں مقبول ہوئے۔

سندھی ادبی بورڈ کراچی (حال حیدرآباد) نے متعدد سندھی علماء کی تصانیف مولانا کی تصحیح وتحقیق، مبسوط مقدمہ وتعارف اور قیمتی تعلیقات وحواشی کے ساتھ شائع کی ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)''دراسات اللّبیب فی الأسوة الحسنة بالحبیب'' یہ مخدوم مُلّا محمد معین سندھی کی تصنیف ہے، جس میں انہوں نے اہل سنت والجماعت کے عقیدہ ومسلک سے ہٹ کر بعض نظریات پیش کئے ہیں، مولانا نے ان کا تعاقب کیا ہے، اور

مولانا کے ان ہی تعقبات کے ساتھ یہ کتاب شائع ہوئی، مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ نے ''انوار الباری'' کے مقدمہ میں ان حواشی وتعلیقات کو ''**التعقبات علی الدراسات**'' کے نام سے مولانا کی تصنیفات میں شمار کیا ہے۔

(۲)''ذبّ ذباب الدراسات عن المذهب الأربعة المتناسبات'' یہ مخدوم ملا عبداللطیف سندھی کی تصنیف ہے جو دراسات اللبیب کے رد میں لکھی گئی ہے، اور مولانا کے قیمتی حواشی اور مقدمہ کے ساتھ دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

(۳)''مقدمة كتاب التعليم'' یہ علامہ مسعود بن شیبہ سندھی کی تصنیف ہے جس پر مولانا کا مبسوط مقدمہ اور علمی حواشی ہیں، یہ کتاب بھی سندھی بورڈ سے شائع ہوئی ہے۔

مولانا اپنے استاذ وشیخ حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ کی طرح امام ابوحنیفہؒ کی محبت وعقیدت سے سرشار تھے، کبھی کبھی تذکرہ کرتے ہوئے رقت طاری ہو جاتی، مولانا کی تصانیف میں بھی یہ رنگ نمایاں تھا، مگر یہ حمایت بلکہ حمیت پوری امانت ودیانت کے ساتھ تھی، احناف کی طرف سے مولانا نے بہت کچھ دفاع بھی کیا اور بڑی خدمت کی، مولانا ہی کی فکر ومساعی سے امام صاحب کی بعض مسانید شائع ہوئیں اور ائمہ احناف کی بعض شائع شدہ مشہور کتابیں مولانا کے مبسوط اور محققانہ مقدموں کے ساتھ منظر عام پر آئیں، یہ مقدمات خود اپنی جگہ بلند پایہ علمی وتحقیقی مضامین پر مشتمل ہیں، ان میں مؤطا امام محمد، کتاب الآثار، اور جامع المسانید سرفہرست ہیں، ان کے مقدمات میں مولانا نے ان کتابوں کی اہمیت، احادیث کی صحت اور ان کے مختلف نسخوں کی نشاندہی فرمائی ہے، کتاب الآثار پر مولانا کی بعض تعلیقات بھی ہیں۔

اخیر میں "مكانة أبي حنيفة في علم الحديث" کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی، جس میں فن حدیث میں امام صاحب کے مرتبہ سے بحث کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں ائمہ فن کے اعتراضات کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس سے پہلے بھی امام صاحب کے فضائل ومناقب پر ائمہ نے قلم اٹھایا، جن میں امام ابن عبدالبر مالکیؒ، امام ذہبیؒ، امام سیوطیؒ اور امام ابن حجر مکیؒ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں، یہ بھی ملحوظ رہے کہ مؤخر الذکر تینوں شافعی عالم ہیں، مولانا کی یہ کتاب اختصاص فی الفن اور جامعیت کے لحاظ سے فائق ہے، علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے یہ کتاب بھی اپنی تحقیق ومقدمہ کے ساتھ شائع کی ہے، اور مقدمہ میں مولانا کے فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے۔

طبقات کتب اور طبقات رجال پر مولانا کی جو نظر تھی شاید ہی کوئی دوسرا معاصر اس میں ان کا شریک ہو، اس کے ساتھ اصول پر بھی اچھی نگاہ تھی، حافظ ابن حجر کی مشہور ومقبول کتاب شرح نخبہ کا درس بڑا محققانہ ہوتا، کراچی سے مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی کے حواشی کے ساتھ جو شرح نخبہ شائع ہوئی اس پر مولانا کی بھی بعض مفید اور اہم تعلیقات ہیں۔

جس طرح ایک طرف عالم اسلام کے مختلف حصوں میں رفض وشیعیت کا زور ہوا اور علماء حق نے اس کی سرکوبی کے لئے کوششیں کیں، اسی طرح بعض علاقوں میں نواصب نے سر اٹھایا، خاص طور پر پاکستان کے بعض علاقے اس کی زد میں آئے، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ردِ ناصبیت پر بھی اہل حق کی طرف سے قلم اٹھایا جائے۔

مولانا اگرچہ خالص حدیث کا ذوق رکھنے والے ایک متبحر عالم تھے مگر اسی

احساس کے پیشِ نظر مولانا نے اس موضوع پر بھی متعدد رسالے تصنیف کیے جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں (۲) شہداء کربلا پر افتراء (۳) اکابر صحابہ پر بہتان (۴) ناصبیت تحقیق کے بھیس میں۔

اخیر میں ''حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ'' کے موضوع پر ایک مفصل مضمون سپردِ قلم فرمایا جو کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔

یہ جملے کہتے ہوئے بعض مرتبہ مولانا کی آواز بھرّا گئی اور آنکھیں نم ہوگئیں کہ ''میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے بہت کچھ دفاع کیا، ان حضرات سے مجھے امید ہے کہ بروزِ قیامت یہ میری سفارش کریں گے''

مولانا کے ان فضائل وکمالات اور خاص طور سے فنِ حدیث پر عبور اور اس میں گہرائی کا نتیجہ تھا کہ معاصر علماء نے کھل کر اعتراف کیا اور دادِ تحسین دی، اس کا جا بجا ذکر مضمون میں آچکا ہے، مولانا بدرعالم صاحب میرٹھی، صاحبِ ''ترجمان السنۃ'' نے مولانا کے بارے میں لکھا ہے:

> ''مولانا محمد عبدالرشید صاحب تاریخ وحدیث ورجال اور بعض دیگر فنون حدیث میں غیر معمولی قابلیت کے مالک ہیں اور اس موضوع کی کتب مخطوطہ ومطبوعہ پر عالمانہ نگاہ رکھتے ہیں، محنتی سادہ مزاج اور مستعد عالم ہیں۔''

مولانا سید احمد رضا بجنوری (خویش وتلمیذ علامہ انور شاہ کشمیریؒ) مقدمہ

انوار الباری شرح صحیح البخاری میں تذکرہ محدثین کے عنوان سے مولانا کے بارے میں تحریر کرتے ہیں، ''علامہ محدث، ادیب، فاضل، مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ مشہور مصنف، محقق محدث، جامع معقول منقول ہیں، آپ نے نہایت مفید علمی تصانیف فرمائی ہیں اور آپ کی تمام کتابیں گہری ریسرچ کا نتیجہ اور اعلیٰ تحقیق کی حامل ہیں۔''

محدث کبیر علامہ عبد الفتاح ابو غدہؒ نے مولانا کی کتاب ''مكانة أبي حنيفة في الحديث'' کے مقدمہ میں مولانا کی صفات، علمی ذہن، دقت نظر اور محنت شاقہ کا اعتراف کیا ہے۔

مولانا ان علمی فضائل وکمالات کے ساتھ عملی زندگی میں بھی ایک امتیاز رکھتے تھے، سادگی وتواضع، بلند اخلاقی، صبر ورضا، زہد وقناعت جیسی صفات سے آراستہ اور سلف کا نمونہ تھے، خودنمائی سے بڑی نفرت تھی، مجالس میں صدر نشین ہونا پسند نہ تھا، سنتوں کا خود بھی اہتمام کرتے اور دوسروں کو بھی تاکید فرماتے، رسمیات سے بڑا توحش تھا، یہاں تک کہ اپنی بعض کتابوں کے رسم اجراء کی خبر ملی تو پسند نہ ہوا، مزاج میں علم کی متانت کے ساتھ ظرافت بھی تھی، جس کا بڑا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ طلبہ کی جھجھک ختم ہوجاتی، حجاب دور ہوجاتا اور استفادہ آسان ہوتا۔

آخری سفرِ ہندوستان میں جب کانپور تشریف لے گئے تو شہر کی ایک چھوٹی سی مسجد کے حجرے میں قیام پسند فرمایا، جو اتنا تنگ تھا کہ پاؤں دراز کرنا بھی دشوار تھا، پھر بعض اہل تعلق کے بہت زیادہ اصرار کرنے پر ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے، راقم سطور اپنے ایک رفیق درس کے ساتھ جو مولانا کے شاگرد بھی ہیں، کانپور تک مولانا کے ساتھ ہوگیا تھا، اس سفر میں بھی مولانا کی وہی سادگی، بے تکلفی دیکھنے میں آئی، کسی

موقع پر بھی امتیاز و ترفع گوارہ نہ تھا۔

مولانا کی حیات ہی میں چھوٹی صاحبزادی نے جو حافظہ قرآن بھی تھیں اور چند سال قبل مولانا نے ان کی شادی کی تھی، خورد سال بچوں کو چھوڑ کر داغ مفارقت دیا، پھر اہلیہ محترمہ نے بھی ایک طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا، لیکن مولانا ہر موقع پر صابر و شاکر رہے اور کبھی لفظ شکایت زبان پر نہیں آیا۔

مولانا کی تصنیفات کا معاملہ بھی عجیب رہا، بغیر ان کی اجازت کے مختلف مکتبوں سے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے، خود مولانا کو بھی ضرورت ہوتی تو خریدنے کی نوبت آتی، مولانا کو ان سے کوئی مادی منفعت حاصل نہ ہو سکی، کبھی تذکرہ بھی آیا تو فرمایا کہ اصل مقصد تو اشاعت ہی ہے۔

تربیت اولاد کا بھی پورا خیال رہا، صاحبزادہ گرامی قدر مولانا عبدالشہید نعمانی مولانا کے ذوق تحقیق کے وارث ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو مولانا کا پورا جانشین بنائے۔

خالص علمی انہماک و مشغولیت کے باوجود عالمِ اسلام کے حالات سے باخبر رہتے، کہیں بھی اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت آ پڑتی تو مولانا اس کی چوٹ اپنے دل پر محسوس کرتے۔

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''آج کل عالم اسلام پر جو بیت رہی ہے اس سے دل داغ داغ ہے'' ایک جگہ مسلمانوں کے زوال و ادبار سے دل برداشتہ ہو کے لکھتے ہیں، ''حالات ناگفتہ بہ ہیں ہر شخص کو دنیا کی پڑی ہے جیسے کل مرنا نہیں، ارباب اقتدار دولت سمیٹنے میں لگے ہیں، رشوت عام، قتل عام ہے، اللہ رحم فرمائے،

اللّٰهم ارحم أمة محمد صلى اللّٰه عليه وسلم."

دہلی میں خانقاہ مظہریہ مجددیہ حاضری کے بعد ایک مکتوب میں اپنے تاثر کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں "خانقاہ میں بڑا سکون محسوس کیا، لیکن کوئی ذاکر نہ دیکھا، اولاد بھی انگریزی تعلیم میں ہے، اللہ رحم فرمائے"۔ مہندیان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ اور ان کے صاحبزادوں کے مزارات پر حاضری ہوئی تو ان الفاظ میں تاثر ظاہر ہوا۔

"اب دنیا بدل گئی، سب مزارات پختہ ہوگئے، دیوبندیوں، بریلویوں کا فرق مٹ گیا۔"

مولانا کے آخری تین چار سال مسلسل ضعف وعلالت میں گذرے، اس کا سلسلہ ۱۴۱۶ھ کے اخیر سے شروع ہوچکا تھا، جامعہ بنوری ٹاون سے کئی سال قبل سبکدوشی اختیار فرمائی تھی، کراچی کے ایک مدرسۃ البنات میں اصرار پر بخاری اور طحاوی زیر درس رہیں، لیکن پھر اس کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا، صاحبزادہ گرامی مولانا عبدالشہید نعمانی صاحب کے مکان پر ہی قیام رہا، ابتداء میں تو کچھ مطالعہ وتحقیق اور افادہ کا سلسلہ جاری رہا، بعد میں ضعف اتنا بڑھ گیا کہ اس سے بھی معذوری ہوگئی، بالآخر ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ کی شب کو یہ آفتاب غروب ہوگیا اور مسند علم حدیث سونی ہوگئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(بلال عبدالحی حسنی ندوی)

ہمارے مولانا

از

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

(سائبان لوگ)

ہمارے مولانا

ایک جمعے کو مسجد سے میری چپل غائب ہوگئی۔ مسجد سے جوتے چپل کا غائب ہونا تو مدت سے معمول کی بات ہے۔ حالؔی کو دنیا سے رخصت ہوئے اسّی سال سے زیادہ مدت بیت چکی ہے۔

اپنے جوتوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار
اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت (۱)

پس یہ بات خاصی احتیاط سے کہی جاسکتی ہے کہ ''کفش دزدیٔ مسجد'' کی روایت نے ایک صدی تو مکمل کرلی ہے۔ چپل کی چوری کے بعد میں نے اس بات کو معمول بنالیا کہ مسجد میں جوتا یا چپل اتارتے ہوئے میں اسے ''ہدیہ'' کردیتا ہوں تاکہ چور، عذاب اور سزا دونوں سے محفوظ رہے۔ اب تو جوتا میں مسجد کے اندر بھی نہیں لے جاتا، باہر ہی چھوڑ دیتا ہوں۔

چپل کی چوری کے خاصے دنوں کے بعد میں نے مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہٗ کو یہ واقعہ سنایا اور اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ اب میرا جوتا، چپل چوری نہیں ہوتی۔ مولانا مسکرائے اور فرمایا کہ ''اب آپ کی چپل کیسے چوری ہوگی؟ آپ خاصے چالاک آدمی ہیں۔ چور تو چوری کی نیت سے مسجد میں آتا ہے۔ آپ اپنے جوتے کو ہدیہ قرار دے دیتے ہیں۔ اس کی نیت نے تو حرام چیز کو اس کا مقدر بنادیا ہے۔ وہ آپ کی پاپوش مبارک

کیسے لے جاسکتا ہے''۔ مذاق ہی مذاق میں مولانا نے نیت اور عمل کے رشتے کو ہمارے لئے روشن کردیا۔

علم اور بالخصوص علم دین بہتوں کے پاس دیکھا ہے، مگر علم کا ایسا اطلاق اور مناسب استعمال اور تاویل نظر سے کم ہی گزری ہے۔ ہمارے مولانا بڑی سادگی سے اہم اور الجھے ہوئے مسئلوں کو حل کردیتے ہیں۔ ہمارے سوالوں کا جواب یوں دیتے ہیں کہ ذہن بھی مطمئن ہوجاتا ہے اور قلب بھی۔

ایک دن میں نے مولانا نعمانی سے کہا کہ ہر جمعہ کی نماز میں اور کبھی کبھی دوسری نمازوں میں بھی ایک صاحب سے مسجد میں ملنا پڑتا ہے، وہ نہایت جھوٹے اور منافق ہیں۔ دوسروں کو آزار پہنچانے میں انہیں لطف حاصل ہوتا ہے۔ ان سے مل کر بے حد تکدر ہوتا ہے اور طبیعت الجھتی رہتی ہے۔ نماز میں بھی دل نہیں لگتا۔ مولانا مسکرائے۔ فرمایا کہ ''آپ لوگ تو مسئلوں کو خود ہی الجھاتے ہیں۔ وہ صاحب آپ کو جب بھی ملیں، مسجد میں یا مسجد سے باہر، پہلے تو اپنے رب کا شکر ادا کیجئے کہ اس نے آپ کو ان جیسا نہیں بنایا ہے۔ یہ اللہ کے کرم کے سوا اور کیا ہے کہ آدمی نفاق اور جھوٹ سے بچ سکے۔ آج پورا معاشرہ زبان کی آفتوں میں مبتلا ہے۔ جھوٹ، بہتان، غیبت، بدگوئی، چغل خوری وغیرہ اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے بعد ان صاحب کے حق میں دعا کیا کیجئے۔ وہ آپ کے کلمہ گو بھائی ہیں اور اس رشتے سے یہ ان کا آپ پر حق ہے''۔

مولانا عبدالرشید نعمانی سے ہمارے تعلقات اور قربت کی کہانی برسوں کے زمانے پر پھیلی ہوئی ہے۔ کراچی یونی ورسٹی کیمپس کے مکان نمبر سی۔۴ میں ہم سال ہا سال رہے۔ ہمارا کمرہ اوپر کی منزل میں تھا۔ کمرے کے ساتھ چھوٹی سی بالکونی تھی۔ میں اور میری بیوی اکثر فجر کی نماز کے بعد بالکونی میں بیٹھ جاتے۔ چڑیوں کی تسبیح سنتے اور ان کے کلمات کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔ گھر کے سامنے میدان تھا اور اس کے بعد یونیورسٹی کی وہ سڑک جسے جامعہ کی واحد بڑی سڑک کہہ لیجئے۔ ایک طرف وہ ہمیں جامعہ سے باہر لے جاتی ہے اور دوسری طرف دوسری سڑکوں سے ملاقات کرتی ہوئی جامعہ کے ہر حصے تک لے

جاتی ہے۔ ہمیں ایک ایسے بزرگ ۱۹۸۰ء سے نظر آنے لگے جنہیں پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ہمیشہ سفید لباس، کرتا شلوار اور ہاتھ میں چھڑی۔ قد الف کی مثال۔ کہیں کوئی خم یا جھکاؤ نہیں۔ ان کو چلتے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا کہ ان کی چال ان کے کردار کا حصہ ہے۔ راستے، نپے ہوئے قدم، ہر قدم دوسرے کے برابر۔ اس دور ناہموار میں یہ ہمواری جیسے ہمارے تاریخ سے ہمارے رشتے کو جوڑ دیتی تھی۔ مجھے خیال آتا کہ یہ صاحب اپنے لباس، اپنی ریش دراز اور اپنی چال ڈھال میں سنت کی پیروی کا ہر لمحے لحاظ کرتے ہیں۔ ہر صبح ہم انہیں دیکھتے اور یوں وہ ہماری صبح کا حصہ بن گئے۔ ہمارا منظرنامہ ان کے بغیر نامکمل رہتا۔

ان دنوں فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا میرے لئے بہت مشکل تھا اور جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو ٹہلتا ہوا اس مسجد تک جاتا جو جامعہ کے دفاتر کے قریب نیشنل بینک کے سامنے ہے۔ ایک دن میں اپنے گھر کے پیچھے دومنزلہ ڈی بلاک کی چھوٹی مسجد میں نمازِ فجر کی ادائیگی کے لئے گیا۔ دیکھا کہ وہی بزرگ فجر کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ نماز کے بعد ان کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ ہمارے نوجوان رفیق کار شعبہ عربی کے استاد عبدالشہید صاحب نے بتایا کہ یہ بزرگ، ان کے والد گرامی مولانا عبد الرشید نعمانی ہیں۔ مجھے جتنی خوشی ہوئی اس کا اظہار میرے لئے ممکن نہیں۔ میں ان کی علمی شخصیت اور حیثیت سے اپنے محدود علم کی حد تک آگاہی رکھتا تھا۔ اردو کی پہلی ''لغات القرآن'' کے مؤلف سے مدتوں پہلے لغات کے صفحات پر ملاقات ہو چکی تھی اور ابن ماجہ پر مولانا کی کتاب پڑھ چکا تھا، ایک مرتبہ سے زیادہ۔ یہ کتاب دو تین کتابوں کا مجموعہ ہے، تاریخ تدوین واشاعت حدیث، علم الرجال اور ابن ماجہ۔

پھر مولانا سے ہر دن بلکہ ہر دن میں کئی بار ملاقاتیں ہونے لگیں۔ ہمارے گھر، ایک گھر میں بدل گئے۔ شہید میاں سے پہلے سے تعلق خاطر تھا۔ ''جوانانِ سعادت مند'' کی جماعت اب پرانی کتابوں کے صفحات ہی میں نظر آتی ہے۔ ہاں شہید میاں جیسے جوان خال خال موجود ہیں جو اب دیکھنے دکھانے کے کام آتے ہیں اور اقبال کے اس خیال کی عملی تفسیر اور دلیل ہیں کہ آدابِ فرزندی، فیضانِ نظر سے سیکھے سکھائے جاتے ہیں۔

مولانا کی خدمت میں جب مجھے قربت حاصل ہوئی تو میں نے ہمت کر کے ان سے کہا کہ وہ ہفتے میں ایک دن درس حدیث شروع کر دیں۔ مولانا اس پر رضامند ہو گئے۔ علم حدیث کا فروغ ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد رہا ہے۔ مولانا کے ہاں علم اور عشق کا عجب امتزاج ہے۔ جب وہ علم الرجال، تدوینِ حدیث، اصولِ نقد و جرح، معیارِ صحت حدیث پر گفتگو کرتے ہیں تو ان علما و محدثین کے نام لوحِ ذہن پر روشن ہوتے جاتے ہیں جو ہماری علمی تاریخ کا افتخار ہیں، اور جب وہ سرورِ کائنات ﷺ کے ارشادات سناتے ہیں اور ان کا ترجمہ پیش کرتے ہیں تو ان کی آواز کی لرزش اور آنکھوں کے ستارے حدیث محبت بن جاتے ہیں۔ محبت میں اتباع کا مفہوم موجود ہے۔ نعمانی صاحب کی زندگی اتباعِ رسول ﷺ سے عبارت ہے۔ چودہ صدیوں کی مسافت کو طے کرتے ہوئے وہ اپنے آقا، اپنے سردار اور اپنے آرامِ جاں ﷺ کے نقوشِ قدم تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان کا علم اس سفرِ شوق میں ان کا رہبر ہوتا ہے۔

درس کا یہ سلسلہ ہم نے اپنے چھوٹی مسجد میں شروع کیا اور جمعے کا دن مقرر کیا۔ آغاز بہت حوصلہ افزا نہ تھا۔ دوسرے تیسرے جمعے کو بس دو حاضرین تھے۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ درس ہر دوشنبے کو میرے گھر پر نمازِ عصر کے بعد ہوگا۔ دوستوں کو اطلاع دی گئی، جامعہ کی مسجد کے نمازیوں تک درس کی خبر پہنچا دی گئی اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہفتہ وار نشست ایک ادارے کی صورت اختیار کر گئی۔ الحمدللہ پندرہ سال یہ سلسلہ ہمارے جامعہ کے مکان میں جاری رہا اور اب گلشن اقبال میں ہمارے مکان پر بھی درسِ حدیث کا سلسلہ جاری ہے۔ اس سلسلے میں توسیع ہوئی۔ برادرم ڈاکٹر منظور قریشی کے مکان پر بھی جمعہ اور اب اتوار کی صبح درس حدیث ہوتا ہے۔ جامعہ کے سلسلۂ درس میں ''الترغیب و الترہیب'' کی تمام جلدیں پڑھی گئیں، پھر ''مشکوٰۃ'' شریف ختم ہوئی اور امام ذہبی کی ''الکبائر'' کا آغاز ہوا۔ سامعین کا ایک مستقل حلقہ بن گیا جس میں جامعہ کے استادوں سے لے کر ہمارے سلیمان بھائی اور چچا (رفیع الدین صاحب مرحوم) تک مختلف علمی صلاحیتوں اور عمروں کے لوگ شامل تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو حرف شناس نہیں ہیں، لیکن

یہ حدیث کا اعجاز اور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جاوداں معجزہ ہے کہ ایک متبع سنت محدث کے لبوں سے ادا ہونے والے جملے اور کلمات ان کے دلوں میں اترتے گئے اور ان میں حدیث کا ایسا ذوق پیدا ہو گیا جو عربی اور دینی مدرسوں کی اعلیٰ جماعتوں کے طالب علموں میں بھی عام طور پر نظر نہیں آتا۔ ''الترغیب والترہیب'' میں ایک ہی مضمون کی احادیث کی تکرار ہے اور کثرت سے۔ مولانا کے درس میں آنے والے بعض ''علما'' نے آنا چھوڑ دیا۔ ان سے پوچھا کہ کیوں؟ جواب ملا کہ ''تکرار میں بہت وقت ضائع ہوتا ہے''۔ لیکن ان عامیوں نے تکرار حدیث کی غایت کو سمجھ لیا اور سماعتِ حدیث علم افروزی کے ساتھ ساتھ ان کے لیے حظِ روحانی کا سبب بھی بن گئی۔ حدیث کی تاریخی صحت اور حجت ہونے پر ان کا یقین بڑھ گیا۔ مختلف راوی ایک ہی حدیث کو یکساں الفاظ میں بیان کرتے ہیں اور اگر کہیں ایک آدھ لفظ بدل بھی جاتا ہے تو حدیث کے مفہوم میں فرق نہیں پڑتا۔

کبھی کبھی خصوصی موقعوں پر تسلسل سے قرأتِ حدیث کا سلسلہ عارضی طور پر منقطع ہو جاتا اور مولانا کسی خاص موضوع پر تقریر کرتے۔ انھوں نے علم الرجال اور اسما الرجال پر چار تقریریں کیں۔ پروفیسر ریاض الاسلام صاحب نے کہا کہ علم کے دریا کے بہنے کا ذکر تو سنا تھا، اب آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مربوط حوالے، تاریخی ترتیب، محدثوں کی زندگی کے سنین، کتابوں کی تصنیف و تالیف کے سال اور لطف یہ کہ کبھی کسی تحریری یادداشت کا سہارا نہیں لیا۔ عبارتوں کی عبارتیں، وہ بھی مختلف ادوار کی کتابوں کی، مولانا پیش کرتے گئے اور حفاظِ حدیث کے حافظے کے جو واقعات ہم نے پڑھے اور سنے تھے ان کی صداقت پر ایمان پختہ تر ہو گیا۔

مولانا عبدالرشید نعمانی کا رویہ بھی علم کے دریا کا ہے۔ دریا جو اپنی روانی میں بہتا رہتا ہے اور پیاسے آ کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور آگے چل دیتے ہیں، اپنی اپنی منزل کی طرف۔ دریا کو پیاسوں سے کوئی غرض نہیں، اس کا کام تو پیاس بجھانا ہے۔ وہ پیاسوں کے چہروں کی طرف بھی نہیں دیکھتا کہ کہیں احسان جتانے کا امکان نہ پیدا ہو جائے۔

اسلامیہ یونی ورسٹی بہاول پور کی ملازمت سے سبک دوش ہو کر جب مولانا اپنے صاحب زادے کے پاس کراچی آئے تو جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے درجۂ اختصاص کے طلبہ کی علمی اور تحقیقی رہ نمائی کرتے رہے اور پھر جب وہ رنچھوڑ لائن کے مکان سے اپنے صاحب زادے کے ساتھ کراچی یونیورسٹی منتقل ہوئے تو وہ خود طالبانِ علم کے لئے ایک ادارہ بن گئے۔ جامعۂ اسلامیہ بنوریہ ٹاؤن، دار العلوم کورنگی، پنجاب کے مشہور دینی مدارس و جامعات سے فارغ شدہ طالب علم اور استادان کے پاس طلب علم کے لئے آتے ہیں۔ ان آنے والوں میں ترکی، سعودی عرب اور مشرق وسطہ کے ملکوں سے کتنے ہی عالم آتے ہیں، مولانا کی خدمت میں کچھ وقت گزارتے ہیں اور مطمئن ہو کر لوٹ جاتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو سلوک و تزکئے کی منزلوں میں مولانا کی رہنمائی میں اپنا سفر طے کرتے ہیں۔ کتنے ہی وہ ہیں جو حدیث کی اجازت لینے آتے ہیں۔ مشرق وسطی میں ''سرکاری طور پر'' جو چیزیں بدلی ہیں ان میں علم دین اور اس کے تقاضے بھی شامل ہیں، مگر علمی اور دینی روایات زندہ اور باقی ہیں اور افراد کے وسیلے سے مستقبل کا سفر کر رہی ہیں۔ ایسے ہی افراد کے لئے مولانا نعمانی کی ذات ''کوہِ ندا'' کا درجہ رکھتی ہے۔ دمشق سے ایک بڑے عالم تشریف لائے، ان کا نام دنیائے عرب کی علمی دنیا میں درجۂ اعتبار رکھتا ہے۔ وہ تقریباً مولانا کے ہم عمر تھے۔ انھوں نے اجازت حدیث لی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ کراچی آ کر ایک سال مولانا کے ساتھ گزارنا چاہتے ہیں، اگر ان کے ملک کی حکومت اور حالات نے اجازت دی۔

مولانا سے اکتسابِ فیض کے لئے آنے والے بیش تر علما انہیں کے در دولت پر قیام کرتے ہیں تاکہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکیں۔ مجھے مولانا کی عنایات نے خاصا گستاخ بنا دیا ہے۔ میں اکثر ان سے عرض کیا کرتا تھا کہ آپ کے یہ دن اور سال بہت قیمتی ہیں۔ آپ اپنی تصانیف اور علمی منصوبوں کو زیادہ سے زیادہ وقت دیجئے اور اس سلسلے کو ذرا کم کر دیجئے۔ آپ کا علم مستقبل کی امانت ہے۔ اسے ضبطِ تحریر میں لا کر مستقبل کے حوالے کیجئے۔ مولانا نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ ایک عالم کو پڑھانا سو طالب

علموں کو پڑھانے سے بہتر ہے اور یہ لوگ کتنی دور سے صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تفہیم کے لئے یہاں آ کر میری عزت افزائی کرتے ہیں۔ میں اگر ان کی پزیرائی نہیں کروں گا تو قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتنی شرمندگی ہوگی۔ میں اپنے آقا ﷺ کے روبہ رو کس طرح کھڑا ہو سکوں گا۔

اصل بات یہ ہے کہ مولانا کا اپنے استاذِ حدیث مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی شیخ الحدیث دارالعلوم ندوہ سے جو رشتہ اور تعلق تھا اور ہے اسے وہ کبھی نہیں بھول سکے اور اب طالب علموں کے باب میں وہ اسی روایت کو اپنے عمل سے زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ مولانا نعمانی غالباً ایک سال ندوہ میں مولانا حیدر حسن خاں کے ساتھ ان کے کمرے میں رہے۔ مولانا حیدر حسن خاں اپنی تنخواہ نعمانی صاحب کو دے دیتے اور انھوں نے اپنے اخراجات بتا دیئے تھے۔ اتنے روپے گھر جائیں گے، یہ رقم یہاں کے اخراجات کے لئے ہے، ہم دونوں کے اخراجات کے لئے۔ یہ روپے ندوہ کے لئے ہیں اور یہ رقم غریب طلبہ کے لئے۔ مولانا اکثر اپنی گفت گو یا درسِ حدیث میں اپنے استاد کے ملفوظات بیان کرتے ہیں اور ان کے اسلوبِ حیات کو اپنے لئے چن لیا ہے۔ مولانا اگرچہ اپنے روپے اپنی جیب میں اپنے بٹوے ہی میں رکھتے ہیں مگر خرچ کرنے کے سلسلے میں اپنے استاد کا اتباع کرتے ہیں۔ جب انھیں ایک دینی ادارے سے چودہ سو روپے کا ''اعزازیہ'' ملتا تھا تو وہ پانچ سو روپے مسجد کے مدرسۂ حفظ القرآن کو دے دیتے تھے۔ اسی طرح دو تین سو روپے لوگوں کو ہدیتاً دیتے یا ضرورت مندوں پر صرف کرتے اور باقی ماندہ رقم کے بارے میں کہتے کہ ہماری ضروریات سے زیادہ ہیں۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور بارہا کہ ان کا رب ان کے لئے رزق کریم و جلیل کے دروازے کس طرح کھولتا ہے۔ مولانا کے ایک عقیدت مند نے ان کے لئے عمرے کا ٹکٹ بھیجا۔ اس سفرِ سعادت میں ہم بھی مولانا کے ساتھ تھے۔ ایک شام مولانا کو کعبہ شریف کے باہر ایک صاحب ملے اور انھوں نے کہا، ''ابن ماجہ پر آپ کی کتاب دمشق یا بیروت (شہر کا نام مجھے یاد نہیں رہا) کے ایک ناشر نے شائع کی ہے اور وہ آپ کی

رائلٹی ادا کرنے کے لئے مضطرب ہیں۔ وہ آج کل عمرے پر آئے ہوئے ہیں اور کل ہی آپ کا ذکر آیا تھا''۔ پھر انہوں نے مولانا سے کہا کہ کل ان صاحب سے آپ کی ملاقات کراؤں گا۔ مختصر یہ کہ مولانا سے ناشر کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے رائلٹی کی جو رقم دی اس سے مولانا نے اپنے عقیدت مند کو عمرے کے ٹکٹ کی قیمت واپس کی۔ ان صاحب نے قبول کرنے سے بہت معذرت کی، لیکن مولانا نے بڑے تیقن مگر سادگی سے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بندوبست کر دیا ہے تو اب آپ کو ٹکٹ کی رقم واپس کرنا ہی مناسب ہے۔

اسی طرح شہید میاں اور آپ کی اہلیہ حج کرنے کے لئے بے قرار تھے۔ ۱۴۱۶ھ (۱۹۹۶ء) میں دونوں میاں بیوی کا نام قرعہ اندازی میں نہیں آیا تھا۔ یوں آتش شوق اور بھڑک اٹھی۔ اس سال کے حج کے زمانہ قرعہ اندازی سے کچھ پہلے ایک سعودی متمول صاحب علم آئے اور انھوں نے ہمارے مولانا سے اجازت حدیث حاصل کی۔ حدیث اور مولانا سے ان کی وابستگی کا یہ عالم کہ حدیث کے دو ایسے مجموعے مولانا سے انھوں نے طلب کئے جن پر مولانا نے اپنے نوٹس، یادداشتیں اور حوالے لکھ رکھے تھے۔ مولانا کے لئے دنیا کا ہر کام آسان ہے لیکن اپنی کتاب کسی کو دینا بہت مشکل ہے، لیکن ان صاحب کا شوق دیکھ کر مولانا انہیں کتابیں دینے پر آمادہ ہوگئے۔ ان صاحب نے ان کتابوں کا ہدیہ پیش کیا اور پھر مولانا کی یادداشتوں اور نوٹس کی عکسی نقول بھی بھیج دیں۔ یہ ساری رقم مولانا نے شہید میاں کو دی اور کہا ''دیکھو، شاید اللہ پاک نے یوں ہمارے حج کی سبیل پیدا فرمادی ہے''۔ مولانا کا نام قرعہ اندازی میں آگیا اور ان کی برکت سے بیٹے اور بہو کا نام بھی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے مولانا کو ایک اور حج کی سعادت عطا کی۔ ایک بار اور مدینۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مولانا کے شب و روز گزرے، ایک بار اور انھیں سیدنا حمزہؓ اور جنت البقیع کے خوابیدگانِ خواب سے ملنے اور ان سے گفت گو کا موقع مل گیا۔

مجھے دو بار مولانا نعمانی کے ساتھ دیارِ حرمین میں وقت گزارنے کا موقع ملا ہے۔ مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ میں ان کا وجود جیسے پگھل کر نور کے قالب میں ڈھل جاتا ہے۔ مجھے تو وہاں مولانا ایک شفاف شیشے کی طرح نظر آئے۔ خلاف نوردوں اور قمر نوردوں کا

وزن خلا میں چاند پر پہنچ کر بہت کم ہو جاتا ہے۔ مولانا کے لئے مکے اور مدینے کی زمین خلا کی طرح ہے جہاں اس دنیا کی وابستگیوں اور علائق کا وزن ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ سفر مولانا کے لئے شدید جذباتی دباؤ کا سبب بھی بنتا ہے۔ اسی سال کی عمر میں وہ عصر کی نماز کے لئے مسجد نبوی تشریف لاتے۔ یہیں روزہ کھولتے اور پھر تراویح کے بعد واپس تشریف لے جاتے۔ روزے کی حالت میں کم و بیش سات گھنٹے مسجد نبوی میں گزارتے، مگر اس کے باوجود انھیں یہی خیال اپنی گرفت میں لئے رہتا کہ اس شہر اور اس مسجد کا حق ادا نہیں ہو رہا ہے اور مولانا کی یہ کیفیت وطن واپس آ کر بھی کافی دنوں تک برقرار رہتی ہے۔ ان دنوں بھی مولانا کی صحت نقطۂ اعتدال پر نہیں ہے۔ اللہ انھیں سلامت رکھے۔

مولانا کے مزاج اور صحت کی اس کیفیت میں ان کے اس احساس سے اضافہ ہو جاتا ہے کہ میں اپنا کام نہیں کر رہا ہوں۔ مولانا، ڈاکٹر منظور قریشی صاحب سے ہر بار یہی سوال کرتے ہیں کہ ''کیا میں مدرسے میں پڑھانا شروع کر دوں؟ یا ڈاکٹر صاحب میں کب سے پڑھانا شروع کر سکتا ہوں؟'' مولانا مدرسۃ العائشہ للبنات میں بخاری شریف کا درس دیتے ہیں اور عارضی طور پر اس سلسلے کے منقطع ہونے پر آزردہ رہتے ہیں۔ اسی طرح شمالی ناظم آباد کی ایک مسجد میں ہر جمعے کو نماز سے پہلے درس حدیث دے رہے ہیں اور خاصی مدت سے۔ اب ہر جمعے کو اپنے نہ جا سکنے کا ملال طبیعت کو کچھ اور اداس اور نڈھال کر جاتا ہے۔

دین کے ساتھ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کے اس گہرے تعلق اور عملی انہماک نے ان کے گھرانے کو ہمارے اس دورِ پر آشوب اور عہدِ فتنہ ساماں میں ایک معیاری اسلامی گھرانا بنا دیا ہے۔ مولانا کے صاحب زادے پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی سلمہٗ کراچی یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان انھوں نے نہایت سلیقے سے مرتب کئے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ کی تابعیت کا بہت اچھا جائزہ اور تجزیہ پیش کیا ہے۔ مولانا کی سب بیٹیوں نے قرآن مجید حفظ کیا ہے۔ مولانا کے تین پوتے

اور تین پوتیاں قرآن حکیم حفظ کر چکی ہیں اور سب سے چھوٹے پانچ سالہ پوتے حفظ کر رہے ہیں۔ اس خاندان کو دیکھ کر اپنے مستقبل کے بارے میں اندیشے کچھ کم ہو جاتے ہیں اور اس بات کی صداقت سامنے آتی ہے کہ اگر ہمیں خاندان کی اہمیت کا اندازہ ہو تو آج بھی خاندان ہمہ گیر ثقافتی یلغار کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

ہمارے مولانا نے اپنی تصانیف اور تالیفات کو متاع دنیوی کے حصول کا کبھی ذریعہ نہیں بنایا۔ خود کسی نے رائلٹی دے دی تو قبول کر لی۔ شاید خیال ہو کہ انکار کفرانِ نعمت میں شامل نہ ہو جائے۔ ''لغات القرآن'' کی تالیف کے وقت نوجوان عبدالرشید نعمانی ندوۃ المصنفین دہلی کے رفیق تھے لیکن اس دور کے معاشی حالات کے اعتبار سے ساٹھ روپے بہر حال کم تھے مگر مولانا کی جمعیت خاطر منتشر نہ ہوئی۔ پاکستان میں کئی ناشرین نے ''لغات القرآن'' شائع کی۔ مولانا کی اجازت اور اطلاع کے بغیر اور کسی معاوضے کی ادائیگی یا معاہدے کے بغیر۔ ایک دن مولانا نے اس صورت حال کا ذکر کیا۔ میں نے کہا کہ یہ ہمارے ناشروں کا عام رویہ ہے۔ چند ہی ناشر ایسے ہیں جو مصنفوں کے حقوق کا احترام کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں اکادمی ادبیات پاکستان کے صدر نشین شفیق الرحمٰن صاحب کو اس سلسلے میں لکھتا ہوں۔ خود شفیق الرحمٰن صاحب اپنے ناشر کا شکار رہے ہیں۔ ان کی کتابوں کے چھ چھ ایڈیشن ختم ہو جاتے اور ناشر صاحب یہی کہتے کہ ابھی پہلا ایڈیشن ہی ختم نہیں ہوا ہے۔ میں نے اسی شفیق الرحمٰن صاحب کے نام ایک عریضہ لکھا جس میں دو ناشروں کے سلسلے میں یہی لکھا تھا کہ ان سے رائلٹی ولائی جائے۔ صبح مولانا صاحب نمازِ فجر کے بعد تشریف لے آئے۔ میں نے خط ان کی خدمت میں پیش کیا، مگر مولانا نے پڑھے بغیر واپس کر دیا اور فرمایا ''رات کو دیر تک میں اس مسئلے پر غور کرتا رہا، یہ خط نہ بھیجئے۔ دونوں ناشروں نے جو کیا وہ غلط سہی، لیکن اس سے قرآن فہمی کی فضا تو بہتر ہوگی۔ لوگ پڑھیں گے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی راضی ہوں گے''۔ لیجئے قصہ ختم ہوا۔

ہمارے مولانا نسلاً راجپوت ہیں۔ خون اور خاندان کا شخصیت پر جو اثر پڑتا ہے

اس سے جینیات (Genetics) کے اس دور میں کون انکار کرے گا۔ شبلی نعمانی کے سوانح نگار اور نقاد ان کی دینی حمیت اور بعض اوقات شدت کو ان کی راجپوتی میراث قرار دیتے ہیں۔ اسلام کے بارے میں مولانا عبدالرشید نعمانی بھی کسی سمجھوتے کے قائل نہیں۔ ان کا مسلک یہ ہے:

باطل دوئی پسند ہے، حق لاشریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

مولانا تصویر کو بنیادی طور پر ناجائز بلکہ حرام سمجھتے ہیں اور تصویر کشی کے سلسلے میں کسی دلیل کو سننے کے لئے بھی آمادہ نہیں۔ لباس کے بارے میں بھی قومی عصبیت رکھتے ہیں۔ اس مسئلے کو میں اکثر چھیڑتا رہتا ہوں۔ میں ''ستر'' کے علاوہ اسلامی لباس کی کسی اساس اور بنیاد کو اولیت نہیں دیتا، ہاں اتباع سنت کا بے حد قائل ہوں۔ میں نے کئی بار یہ دلیلیں بھی پیش کیں کہ اگر امریکا، برطانیہ اور یورپ کی آبادی کی اکثریت یا قابل لحاظ تعداد مسلمان ہو جائے تو کیا وہ شلوار کرتا، شیروانی اور عبا پہننے کی مکلف ہو گی؟ اور ہمارا یہ لباس بھی تو قرنِ اولیٰ کا لباس نہیں۔ ان سب دلیلوں کے مقابلے میں مولانا کی یہ دلیل اجتماعی پس منظر اور قومی نفسیات کے اعتبار سے بہت وزنی ہے کہ ''مغرب والوں کا قومی لباس ہی کوٹ پتلون ہے اور کسی مسلم معاشرے کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ ان معاشرتی باتوں اور روایات کو برقرار رکھے جو اسلام کے مطابق ہوں مگر ہم کس رشتے سے مغربی سوٹ کو اپنائے ہوئے ہیں؟ دوسروں کے لباس، زبان اور معاشرتی طور طریقوں کو مؤقر اور باعث عزت جاننا احساس کم تری کے سوا اور کیا ہے؟ ہمارا موسم تک سوٹ کو عذاب جانتا ہے۔ جس کا یہ عالم کہ سانس سینے میں نہیں سماتی اور بہتے ہوئے پسینے کی ''موجوں'' کو دریا کے پانی کی طرح آپ اپنے جسم کے میدانوں اور وادیوں میں بہتے ہوئے محسوس کرتے ہیں، مگر مجال ہے جو کوٹ اور ٹائی اتر جائے''۔ مولانا ہر دن اخبار پڑھتے ہوئے ہمارے اخبارات کے بگڑے اور بگڑتے ہوئے اسلوب پر اظہار افسوس کرتے ہیں۔ ''ون ٹو ون ملاقات''، ''گولڈن جوبلی''، ''سیکریٹریٹ''، پرائم منسٹر''، ''کنٹرول''

''ریفرنس''، ''اینٹی ڈیموکریٹک''، مختصر یہ کہ اس راہ میں کوئی بھی ''فل اسٹاپ'' نہیں ہے۔

ہمارے مولانا انگریزی وضع کے بالوں کے لئے بھی اپنے نظام فکر میں کوئی جگہ نہیں پاتے۔ ان کے اور ان کے پوتوں کے سروں پر پابندی سے مشین یا استرا چلتا ہے۔ میری گستاخی کہ میں بچوں کے سامنے ہی اپنے اختلاف کا اظہار کرتا ہوں، ویسے دل چسپ بات یہ ہے کہ کہ مدتوں مولانا کے پوتوں کے لئے بھی یہ مسئلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا، بلکہ میاں حارث تو سر منڈوانے کا ذوق رکھتے تھے۔ میں نے کئی بار مولانا سے کہا کہ بال رکھنا، بلکہ ایسے بال جو کان کی لو تک پہنچ جائیں سنت کے عین مطابق ہیں اور آپ اس معاملے کو اتنی اہمیت کیوں دیتے ہیں؟ مولانا کی دلیل وہی قومی عصبیت کا معاملہ ہے جسے ابن خلدون نے اتنی اہمیت دی ہے۔

ہمارے مولانا کھانوں کے باب میں مشرق ومغرب کی تفریق کے قائل نہیں۔ یہاں تو حلال وطیب ہی معیار ہے۔ مولانا کو اپنی مٹھائیاں بہت پسند ہیں، کیک اور پیسٹری کے قائل نہیں ہاں کھا لیتے ہیں، مگر آئس کریم انھیں بہت مرغوب ہے۔ کہتے ہیں کہ آئس کریم کے ہر چمچے کے ساتھ لطافت، حلاوت اور ٹھنڈک جسم میں اترتی جاتی ہے۔ ہمارے بچوں کے سامنے جو کوئی نیا کھانا آتا ہے تو وہ اپنی ایک ہی دلیل پیش کرتے ہیں اور کھانے سے انکار کر دیتے ہیں ''ہم نے پہلے نہیں کھایا''۔ مولانا کھانوں کے بارے میں فیصلہ کرنے سے پہلے انھیں صفائی کا موقع ضرور دیتے ہیں۔ ''کھائے بغیر رد کرنا انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں''۔ ایک مرتبہ ہماری بیٹی عائفہ سلمہا نے کئی ترکیبوں کو ملا کر میکرونی تیار کی۔ مولانا نے بڑے ذوق سے میکرونی کھائی اور بعد میں ایک دو بار فرمائش بھی کی۔ عائفہ کی مسرت اور خوشی کا عالم نہ پوچھئے۔ مولانا کے ذوقِ غذا، پرکھ اور عمدہ کھانوں کی رغبت کا سبب یہ ہے کہ ان کی اہلیہ محترمہ بے حد اچھا کھانا پکاتی تھیں۔ بہت سے حلووں کے بنانے میں انہیں کمال حاصل تھا، اور گزشتہ تیس چالیس برسوں میں ان کے بنائے بنائے ہوئے حلووں سے بہتر حلوے ہم نے نہیں کھائے۔ اب تو مولانا کی اس

شکایت کو سمجھنے والے بھی کم ہوں حلووں ہوئے گے کہ اب کھانے ہلکی آنچ پر نہیں پکائے جاتے۔ بھلا ''برگر'' اور ''پیزا'' کے اس دور میں ان لطافتوں کے لئے کس کے پاس وقت ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و اسوۂ حسنہ اور ارشادات سے مولانا کی وابستگی ایک وسیع، مسلسل نمو پاتی ہوئی نامیاتی صداقت ہے۔ وہ اسی تناظر میں سیدوں کی بڑی تکریم فرماتے ہیں اور اس دور کے سیدوں کو بھی ''اہل بیت'' میں شمار کرتے ہیں۔ میں نے جب کبھی ان کے کسی پوتے کو کوئی چیز دی اور اس نے تکلفاً انکار کیا تو مولانا نے فوراً کہا، ''یہ جو کچھ دیں لے لیا کرو۔ انھی کے دروازے سے ہمیں دین ملا ہے اور اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوگی''۔ مولانا کے اس جملے کی وسعت اور سنگینی کے پہاڑ کے نیچے میری ذات ایک چھوٹی سی چیونٹی کی طرح دب کر رہ جاتی ہے اور میرا بس نہیں چلتا کہ اس پہاڑ کے نیچے بھی کہیں اور گم ہو جاؤں۔ مولانا کے اس احترام اور اظہار میں بھی تبلیغ کی ایک دنیا چھپی ہوئی ہے۔ اس طرح وہ ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ

میراثِ پدر خواہی علم پدر آموز

وہ کم و بیش اپنی ہر صحبت اور نشست میں اپنے اس گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہیں کہ سیدوں، اعلیٰ نسب لوگوں، خوش حال اور تعلیم یافتہ حلقوں نے دین اور علم دین سے اپنا رشتہ توڑ لیا ہے۔ ''ہر وقت آپ لوگ مولویوں پر تنقید اور اعتراض کرتے ہیں اور خود آپ کا یہ عالم ہے کہ بہترین بیٹے کو سائنس کی تعلیم کے لئے چن لیتے ہیں۔ پھر تجارت اور کامرس اور آرٹس کی تعلیم کے لئے۔ جو بچہ کسی قابل نہ ہو اسے مدرسے بھیجتے ہیں اور اس فیصلے سے پہلے اور بہت سی متبادل صورتوں پر غور کرتے ہیں۔ اگر غریب اور کچلے ہوئے طبقے کے بچے علم دین حاصل کریں گے اور وہ بھی زکوٰۃ و خیرات پر زندگی بسر کرتے ہوئے تو وہ علما کہاں سے پیدا ہوں گے جو درباروں، سرکاروں میں بھی اقتدار کو للکار سکیں''۔ آپ میں ہمت ہو تو مولانا کی ان باتوں کی صداقت سے انکار کردیں۔ انکارِ حق کی ہمت، حقائق سے رو گردانی کی ہمت۔ سچ تو یہ ہے کہ آج بھی اسلام جیسا کچھ ہمارے معاشرے میں موجود

ہے انھیں مدرسوں کی ٹوٹی ہوئی چٹائیوں کے طفیل موجود ہے۔

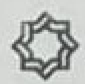
ایک اور چھوٹی سی بات، کم و بیش ایک صدی سے ہمارے ہاں کالجوں اور یونی ورسٹیوں کا ایک جال سا بچھا ہوا ہے مگر ان جامعات نے کتنے سرسید، کتنے قاسم نانوتوی، کتنے اشرف علی تھانوی، کتنے احمد رضا خاں، کتنے شبلی، کتنے حالی، کتنے ابوالکلام آزاد، کتنے آزاد سبحانی، کتنے سید ابوالحسن علی ندوی، کتنے محمود الحسن دیو بندی، کتنے انور شاہ کاشمیری، کتنے شبیر احمد عثمانی، کتنے حسین احمد مدنی، کتنے یوسف بنوری اور کتنے عبدالرشید نعمانی پیدا کیے ہیں؟ ضروری نہیں کہ ہر سال کا جواب دیا جائے۔ کچھ سوال ایسے ہوتے ہیں جن پر غور کرنا لازم ہے اور سنجیدگی کے ساتھ۔

حواشی

۱۔ جناب کشفی نے یہ شعر موقع کی مناسبت سے لکھا ہے ورنہ حالی کا اصل شعر یوں ہے:

اپنی جیبوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار
اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت

(کلیات حالی، جلد اول: ص ۱۰۶، مرتبہ افتخار احمد صدیقی مجلس ترقی ادب لاہور)



آہ : مولانا نعمانی مرحوم
کچھ یادیں – کچھ باتیں

از

مولانا نعیم الدین صاحب
فاضل و مدرس جامعہ مدینیہ

(ماہنامہ انوارِ مدینہ جمادی الاولیٰ 1420ھ)

یادِ رفتگاں

آہ : مولانا نعمانی مرحوم

کچھ یادیں ——— کچھ باتیں

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

قحط الرجال کے اِس دَور میں کسی رجلِ رشید اور مردِ کار کا اپنے درمیان سے اُٹھ جانا کسی قومی حادثہ اور مِلّی سانحہ سے کم نہیں ہوتا ، مِلّتِ اسلامیہ گزشتہ دنوں ایک بڑے علمی و دینی خسارے سے دوچار ہوئی جب ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ/۱۲ اگست ۱۹۹۹ء کو برِّصغیر کے ممتاز عالم ، عربی زبان وادب کے مایہ ناز فاضل ، علمِ حدیث و فقہ کے شیخِ کامل محقق العصر ترجمان الاحناف حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نے طویل علالت کے بعد اِس دارِ فانی کو اَلوَداع کہا ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

مولانا مرحوم کے انتقال سے برِّصغیر حدیث و فقہ اور رجال و تاریخ کے ایک بے مثال شیخ سے محروم ہوگیا ہے ، اور فقہ و ادب اور حدیث و رجال کی بزم سُونی ہوگئی ہے ، دینی مدارس اور مولانا کے ہزاروں شاگردوں کے لیے تو یہ ایسا سانحہ ہے کہ برسوں اِس کی کسک محسوس ہوتی رہے گی اور آپ کے رُخصت ہو جانے سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ پُر نہیں کیا جاسکے گا ۔

مولانا مرحوم نے ہندوستان کے صوبہ راجستھان کے شہر جے پور کے دینی گھرانہ میں آنکھیں کھولیں والد صاحب ایک بہترین خوشنویس ہونے کے ساتھ ساتھ خدا رسیدہ بزرگ بھی تھے اِس لیے قدرتی طور پر علمِ دین سے آپ کو لگاؤ ہُوا ، ابتدائی دینی تعلیم اپنے شہر کے مدارس میں حاصل کی ، بعد میں قدرت نے آپ کو لکھنؤ کے دارالعلوم ندوۃ العلماء پہنچا دیا جو اُس وقت بڑے بڑے اساطینِ علم و فضل کی آماجگاہ تھا ، یہاں آپ کو محدّثِ جلیل فقیہِ نبیل حضرت مولانا حیدر حسن خانصاحب محدث ٹونکی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) سے شرفِ تلمذ حاصل ہُوا ۔

حضرت مولانا حیدر حسن خانصاحبؒ علومِ عقلیہ و نقلیہ کے ماہر تھے، استفادۂ باطنی میں بھی اُن کا درجہ بلند تھا، حدیث کی سند شیخ حسین عرب یمنی سے حاصل کی تھی، طریقت میں آپ کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی رحمہ اللہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ علمِ حدیث بہ طرزِ حنفیہ بہت خُوبی سے پڑھاتے تھے، اسماء الرجال پر گہری نظر تھی۔

مولانا نعمانی مرحوم نے مولانا حیدر حسن خانصاحبؒ کی طویل رفاقت اُٹھائی اور آپ سے شریعت و طریقت میں بھرپور استفادہ کیا۔ مولانا نعمانی اپنے اُستاذ کی وفات تک سفر و حضر میں اُن کے ساتھ رہے۔ بعد میں دہلی چلے آئے اور یہاں حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ (م: 　) کی قائم کردہ ندوۃ المصنفین سے وابستہ ہوگئے۔ "لغات القرآن" کی چار[1] جلدیں اِسی دَور کی یادگار ہیں تقسیم کے بعد آپ پاکستان چلے آئے اور مختلف مقامات پر درس و تدریس کا کام کرتے رہے آخر میں کراچی میں حضرت مولانا محمد یُوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء) کے مدرسہ سے منسلک ہوگئے۔

مولانا نعمانی مرحوم درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تحریر و تصنیف کا کام بھی بڑی عرق ریزی سے انجام دیتے رہے، متعدد کتابیں عربی اور اُردو میں تحریر فرمائیں۔ بہت سی کتابوں کی تحقیق و تعلیق کا کام کیا۔ بعض کُتب کے شروع میں وقیع مقدمات تحریر فرمائے جو بجائے خود کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بہت سے علمی جرائد میں آپ کے تحقیقی مقالات چھپتے رہے۔

مولانا نعمانیؒ سے پہلی ملاقات

راقم الحروف کو حضرت مولانا نعمانیؒ سے سب سے پہلے ۱۹۸۱ء میں شرفِ نیاز حاصل ہُوا، جس کی تقریب یہ ہوئی کہ لاہور سے استاذِ مکرم حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب مرحوم کراچی تشریف لے جارہے تھے۔ اِس ناچیز کو بھی آپ ساتھ لیتے گئے، حضرت الاستاذ کے ساتھ اِس سفر میں پروفیسر ڈاکٹر محمد ایّوب قادری مرحوم کے بھائی مولانا حکمت اللہ قادری مرحوم، مولانا

[1] لغات القرآن کی کُل چھ جلدیں ہیں جن میں سے چار مولانا نعمانی مرحوم نے اور دو مولانا عبدالدائم جلالی مرحوم نے لکھی ہیں۔

سعید الرحمٰن علوی مرحوم بھی تھے۔ چوتھا یہ ناچیز تھا، افسوس کہ اس قافلۂ سفر کے تینوں مسافر آخرت کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ معلوم نہیں اس ناچیز کا رختِ سفر کب بندھتا ہے؟

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

مولانا نعمانی اُن دنوں کراچی میں اسٹاف کالونی کے فلیٹ میں رہائش پذیر تھے، حضرت الاستاذ ایک روز صبح دس گیارہ بجے کے قریب راقم الحروف کو لے کر مولانا کے گھر پہنچے، مولانا مرحوم نہایت تپاک سے ملے۔ پُر تکلّف انداز میں تواضع کی اور پھر حضرت الاستاذ سے محوِ گفتگو ہوگئے۔ گھنٹوں باتیں ہوتی رہیں، یہ دَور راقم الحروف کی لاشعوری کا دَور تھا۔ اس لیے شیخین کی باتوں کی طرف کوئی خاص توجّہ نہ ہوئی، نہ یہ یاد رہا کہ دونوں بزرگ کس موضوع پر کلام فرماتے رہے، کافی دیر کے بعد حضرت الاستاذ نے اجازت چاہی تو مولانا مرحوم ہماری مُشایعت کے لیے باہر سڑک تک تشریف لائے، راقم الحروف اُس لاشعوری کے دَور میں بھی مولانا کے اخلاقِ کریمانہ سے متأثّر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، مولانا کی شخصیت کا ہلکا سا خاکہ جو ذہن میں رہا وہ کچھ یُوں تھا۔ معتدل قد و قامت، کتابی چہرہ، بھرواں سفید ڈاڑھی، رنگت گوری، لباس سفید کرتہ و شلوار، سر پر دو پلّی ٹوپی اور آنکھوں پر نظر کا چشمہ، اُس وقت آپ کی عمر پیلسٹھ چھیاسٹھ برس تھی لیکن آپ نوجوانوں کی طرح تیزی سے چلتے تھے اور بڑھاپے کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔

یہ مولانا سے ملاقات کا نقشِ اوّل تھا۔ اِس کے بعد جب کچھ شعور بیدار ہُوا اور مولانا مرحوم کی کتابیں نظر سے گزریں تو مولانا کی قدر معلوم ہُوئی اور آپ کی عظمت دل میں جاگزیں ہُوئی۔

مولانا سے استفادہ

۳۰ ذیقعدہ ۱۴۱۶ / ۱۹ اپریل ۱۹۹۶ء بروز جمعہ راقم الحروف جمعہ کی تیاری کر کے مدرسہ آیا تو دیکھا کہ مولانا نعمانیؒ مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں اور مولانا کے برادرِ خورد جناب مظفر لطیف صاحب مولانا کے ہمراہ ہیں۔ مولانا کی غیر متوقع آمد سے جہاں از حد خوشی ہُوئی وہیں مولانا کی موجودگی میں جمعہ کی تقریر کرنا سوءِ ادبی معلوم ہُوا، اس لیے مَیں نے جناب مظفر لطیف صاحب

سے عرض کیا کہ حضرت مولانا سے عرض کریں کہ آپ بیان فرما دیں نماز میں پڑھا دوں گا۔ مظفر لطیف صاحب کے عرض کرنے پر مولانا نے منظور فرما لیا اور تقریباً پچیس منٹ بیان فرمایا۔ یہ پہلا بیان تھا جو ناچیز نے مولانا مرحوم کی زبان سے سُنا۔ مولانا نے نہایت بے تکلّف اور سادہ انداز میں اللہ تعالیٰ کے دُنیوی اور اُخروی انعامات کا تذکرہ فرما کر اُن کے شکریہ میں گناہوں کے چھوڑنے نافرمانی وعصیان سے باز آنے اور اللہ تعالیٰ سے تعلّق قائم کرنے پر زور دیا۔

جمعہ کے بعد معلوم ہُوا کہ مولانا نعمانی مرحوم حضرت شاہ نفیس الحسینی دامت برکاتہم کے یہاں عشرہ ذی الحجہ میں قیام فرمائیں گے۔ اِس موقع کو غنیمت جان کر مولانا سے استفادہ کا خیال دل میں آیا، چنانچہ دوسرے روز ہفتہ کے دن حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر ارادہ ظاہر کیا تو آپ اس پر راضی ہو گئے اور اپنی آخری تصنیف "مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث" کا سبق شروع فرمایا۔ اس سبق میں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب بھی میرے ساتھ شریک ہُوتے مولانا نے چھ سات روز میں کتاب ختم کروا دی، دورانِ سبق مولانا نعمانیؒ مرحوم بڑی قیمتی باتیں ارشاد فرماتے تھے۔ کچھ باتیں میں نے نوٹ کر لی تھیں ممکن ہُوا تو انشاء اللہ نذر قارئین کی جائیں گی۔

مولانا نعمانیؒ کی خصوصیات و امتیازات

مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے علم و عرفان کے ساتھ بڑی خُوبیوں سے نوازا تھا جو اِس دَور کے علماء میں بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔

مولانا نعمانیؒ باوجودیکہ عربی زبان کے ادیب، علمِ حدیث و رجال کے ماہر اور علمِ فقہ و اَدب کے نہایت فاضل عالم تھے۔ آپ کی سندِ حدیث انتہائی عالی اور ایک اُونچے شیخ کے آپ خلیفہ مجاز تھے، عجم کے ساتھ ساتھ دُنیاءِ عرب بھی آپ کی قابلیت کی معترف تھی، لیکن بایں ہمہ آپ میں انکساری، تواضع اور مَسکَنَت کُوٹ کُوٹ کر بھری ہُوئی تھی، کسی بات سے بھی تعلّی اور بڑائی کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ تقویٰ و طہارت اور خوف و خشیتِ خداوندی آپ کے بُشرہ سے عیاں تھی، تقریر و بیان کے دوران آخرت کے ذکر سے آپ کی آواز رُندھ جاتی تھی۔

عشرۂ ذی الحجہ میں جبکہ ہم آپ سے استفادہ کر رہے تھے اچھی خاصی گرمی کے دن تھے مولانا مرحوم باوجود پیرانہ سالی

اور ضعف و نقاہت کے روزانہ روزہ سے ہوتے تھے، آپ کے ذی الحجہ کے یہ نفلی روزے بھی جوانوں کو شرمارہے تھے، انہی دنوں راقم نے مولانا کو دیکھا کہ اذان ہوتے ہی مسجد میں تشریف لے جاتے اور صفِ اوّل میں کھڑے ہوکر انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے۔

مولانا مرحوم میں ایک بڑی خوبی یہ دیکھنے میں آئی کہ آپ چھوٹوں کو آگے بڑھانے کی فکر میں رہتے تھے۔ انھیں علمی میدان میں آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے تھے اور کام کرنے کا طریقہ سمجھاتے تھے ،

مولانا میں ایک خوبی یہ بھی نظر آئی کہ آپ نایاب چیزوں کو آج کل کے علماء کی طرح چھپاتے نہیں تھے بلکہ اُن کی اشاعت کی فکر میں رہتے تھے، اگر کوئی استفادہ کی غرض سے مولانا سے کوئی سی کتاب مانگتا تو مرحمت فرماتے تھے انکار نہیں کرتے تھے۔ ناچیز کو اس کا تجربہ اس طرح ہُوا کہ علامہ شبلی نعمانی کی کتاب "سیرۃ النعمان" کے خلاف ایک غیر مقلد عالم مولانا عبدالعزیز صاحب نے "حسن البیان" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی اس کا تفصیلی جواب مولانا مفتی عبدالحمید ٹونکی نے "فضائل النعمان" کے نام سے تحریر فرمایا تھا۔ یہ جواب مولانا نعمانی مرحوم کے پاس تھا۔ راقم نے مولانا سے عرض کیا کہ آنجناب اگر وہ ہمیں عنایت فرمادیں تو ہم شائع کرنے کی کوشش کریں گے، مولانا نے حامی بھر لی اور کراچی جاکر راقم کو وہ کتاب ارسال فرمادی، مَیں نے اس کا عکس لے کر اصل کتاب مولانا کو واپس بھیج دی، کتاب کو دیکھ کر معلوم ہُوا کہ جدید انداز سے اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ارادہ ہے کہ اُس ضرورت کو پُورا کرکے انشاء اللہ وہ کتاب ضرور شائع کردیں گے۔

ایک اور خاص بات جو ہم نے مولانا کی ذات میں محسوس کی وہ یہ تھی کہ اِن دنوں اگرچہ مولانا کی عمر تقریباً ۸۲ - ۸۳ سال کے لگ بھگ تھی لیکن اِس کے باوجود آپ کا حافظہ بالکل صحیح تھا اور معلومات آپ کو مستحضر تھیں۔ جس بات کی بابت سوال کیا جاتا اس کا تفصیلی اور تسلّی بخش جواب مرحمت فرماتے۔

اِس عمر میں آکر بڑے بڑوں کے مزاج میں خشکی آجاتی ہے اور مزاج بدل جاتا ہے لیکن مولانا کے مزاج میں خشکی بالکل نہ تھی آپ سنجیدہ اور علمی مزاح بھی فرماتے تھے اور خوش طبعی کی باتیں بھی کرتے تھے۔

مولانا نعمانی رحؒ کے علمی کارنامے

مولانا نعمانی مرحوم نے اپنی زندگی میں درس و تدریس اور تحریر و تصنیف کے ذریعہ افراد سازی کے ساتھ ساتھ بڑے وقیع علمی کارنامے انجام دیے ہیں۔ اُردو اور عربی دونوں زبانوں میں آپ کی متعدّد کتابیں یادگار ہیں۔

الفاظِ قرآن کی توضیح و تشریح کے سلسلہ میں "لغات القرآن" کے نام سے چار جلدوں میں نہایت ضخیم کتاب تحریر فرمائی جس کی خوبی دیکھنے سے تعلّق رکھتی ہے۔

کراچی سے حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ (م : ۷۷۴ھ) کی تفسیر کا ترجمہ شائع ہوا تو اُس کے شروع میں آپ نے دیباچہ کے طور پر امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے حالات اور مفسّرین کے طبقات تحریر فرمائے۔

حدیث شریف کی کتاب "سننِ ابن ماجہؒ" سے متعلّق دو اہم کتابیں عربی اور اُردو میں تحریر فرمائیں۔

عربی میں "ما تمس الیه الحاجة لمن یطالع ابن ماجه" لکھی

اُردو میں "ابن ماجہ اور علمِ حدیث" لکھی یہ مولانا کی وہ شاہکار کتاب ہے جس نے مولانا کی عظمت راقم کے دل میں پیدا کی۔ یہ کتاب تاریخی معلومات کا ایک خزانہ ہے۔ جب آدمی اسے پڑھنا شروع کرتا ہے تو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔

مولانا مرحوم کا خاص موضوع چونکہ حدیث و رجالِ حدیث ہے اس لیے آپ نے اس حوالہ سے بہت مفید کام کیا۔

"کتاب الآثار" "مؤطا امام محمدؒ" "مسندِ امام اعظمؒ" اور "بلوغ المرام" کے تراجم شائع ہوتے تو آپ نے اُن کے شروع میں نہایت قیمتی مقدمات تحریر فرمائے۔

اُصولِ حدیث پر امام حاکم رحؒ کے رسالہ "المدخل فی اصول الحدیث" پر انتہائی جاندار تبصرہ لکھا جو ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء میں "ندوة المصنّفین" دہلی کے مؤقر ماہنامہ "برہان" کی مسلسل چھ قسطوں میں چھپا اور قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا، مولانا نے دورانِ سبق فرمایا تھا کہ یہ تبصرہ میرا

سب سے پہلا مضمون تھا جو میں نے ستائیس برس کی عمر میں لکھا تھا، اب یہ تبصرہ مولانا کے بھائی ڈاکٹر عبدالرحمٰن غضنفر صاحب نے اصل رسالہ کے ساتھ کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے مجھے حضرت مولانا نے اپنے دستِ اقدس سے اِس کا ایک نسخہ عنایت فرمایا تھا جو میرے پاس مولانا کی یادگار کے طور پر محفوظ ہے۔

اس کے علاوہ مولانا نے حدیث کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے بعض مقالات معاندین مخالفین حدیث کے جواب میں تحریر فرمائے۔

مولانا نعمانی رحمہ اللہ کی امام اعظم رحمہ اللہ سے عقیدت و محبّت

مولانا نعمانی مرحوم کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیّت سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا اِسی تعلّق کی بناء پر آپ اپنے نام کے آخر میں نُعمانی لکھا کرتے تھے۔

اسے قدرت کی نیرنگی کہیے یا تاریخ کا ایک اُعجوبہ کہ مولانا نعمانی کا آبائی وطن جس میں آپ نے آنکھیں کھولیں یعنی جے پور وہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شخصیّت سے سوءِ ظنی کا شکار اور آپ کی فقہ سے نفرت کا اظہار کرنے والے ایک غیر مقلد عالم مولانا محمد یُوسف جے پوری مصنّف "حقیقت الفقہ" بھی رہتے تھے، مولانا نعمانی کے والد چونکہ خوشنویس تھے اور مولانا جے پوری سے اُن کا ملنا جُلنا بھی تھا اس لیے اُنہوں نے مولانا جے پوری کی "حقیقت الفقہ" کی کتابت اپنے ذمّہ لے لی دورانِ کتابت آپ غیر مقلدیت کی طرف مائل ہو گئے اور اپنے صاحبزادے مولانا نعمانی کو استفادہ کی غرض سے مولانا جے پوری کے پاس بھیجنے لگے، مولانا نعمانی مرحوم فرماتے تھے کہ

> "مولانا محمد یُوسف جے پوری عالم نہیں تھے اور اُن میں اتنی لیاقت بھی نہیں تھی کہ وہ ہمیں قدوری کے مشکل الفاظ سمجھا سکیں، اس لیے اُنھوں نے ہمیں پڑھانا تو کیا تھا بس ہمیں وہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اور اُن کی فقہ کے خلاف باتیں سُناتے رہتے تھے۔ قدرت کی شان کہ ہمارا ذہن اُن باتوں کو قبول نہیں کرتا تھا بلکہ اُن کے جوابات کی جستجو میں لگا رہتا تھا۔ اِسی کشمکش میں ہم یہاں سے چلے اور لکھنؤ مولانا حیدر حسن خاں صاحب رحمہ اللہ محدّث ٹونکی رحمہ اللہ کی خدمت میں

پہنچے، مولانا حیدر حسن خان صاحبؒ بلند پایہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ پختہ کار حنفی بھی تھے اِس لیے اُن کی صحبت اختیار کی۔ مولانا کی صحبت میں رہ کر حضرت امام صاحبؒ اور اُن کی فقہ کے خلاف غیر مقلدین کے پھیلائے ہوئے تمام شُبہات و اشکالات دُور ہو گئے اور امام صاحبؒ سے عقیدت و محبت میں اضافہ ہو گیا۔"

یُوں تقدیرِ الٰہی نے آپ کو عدمِ تقلید کا شکار ہونے سے بچا کر صرف پکا حنفی ہی نہیں بلکہ ترجمان الاحناف بنا دیا اور آپ نے امام صاحبؒ اور اُن کی فقہ کے حوالہ سے وہ کام کیا جس کی اس دَور میں نظیر ملنی مشکل ہے۔ مولانا نعمانیؒ فرماتے تھے کہ بعد میں ہمارے والد صاحب کا ذہن بھی صاف ہو گیا تھا اور وہ بھی پکے حنفی بن گئے تھے۔

مولانا نعمانی مرحوم نے بنوری ٹاؤن میں تدریس کے دوران "حقیقت الفقہ" جس میں حضرت امام صاحبؒ اور اُن کی فقہ کے خلاف زہر اُگلا گیا ہے اُس کا جواب املاء کروایا تھا۔ مَیں نے مولانا مرحوم سے اسباق کے دنوں میں عرض کیا تھا کہ آپ وہ جواب لاہور بھیج دیں ہم اس کی طباعت کا نظم کریں گے۔ مولانا نے وعدہ فرمایا کہ مَیں کراچی جا کر کوشش کرونگا۔

چند ماہ پیشتر حضرت مولانا کا ایک خط بدست جناب مظفر لطیف صاحب راقم الحروف کو ملا جس میں مولانا نے راقم سے دریافت فرمایا کہ مَیں نے تمہیں حقیقت الفقہ کا جواب بھیجا تھا اسکا کیا بنا؟ راقم نے جواباً مولانا کو تحریر کیا کہ مجھے تو وہ جواب کسی ذریعہ سے بھی نہیں ملا۔ راقم کے جوابی خط کا جواب مولانا کی طرف سے نہیں آیا۔

مولانا نعمانیؒ نے شیخ مسعود بن شیبہ سندھیؒ (م: ساتویں صدی) کی "مقدمۃ کتاب التعلیم" جس میں شیخؒ نے حضرت امام صاحبؒ کے خلاف کیے گئے پروپیگنڈہ کا قلع قمع کیا ہے اس کا شاندار مقدمہ عربی میں تحریر فرمایا اور اُس کتاب کو اپنی تحقیق و تعلیق کے ساتھ شائع کروایا۔

اسی طرح شیخ معین ٹھٹھوی کی کتاب "دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب" اور شیخ عبداللطیف ٹھٹھوی رحمہ اللہ کی "ذَبُّ ذُبابات الدراسات عن المذاہب الاربعۃ المتناسبات" کو اپنی تعلیق و تحشیہ کے ساتھ شائع کروایا۔

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ (م: ۸۵۲ھ) نے اپنے شاگردِ رشید قاسم بن قطلوبغا حنفی (م: ۸۷۹ھ) کی فرمائش پر حضرت امام ابو حنیفہؒ کی کتاب الآثار (بروایت الامام محمد) کے رجال سے متعلق ایک کتاب "الایثار بمعرفۃ رُواۃ الآثار" کے نام سے لکھی تھی۔ مولانا نعمانی مرحوم نے اِس کتاب پر عربی میں حواشی تحریر فرمائے۔ اَب یہ کتاب مولانا نعمانیؒ کے حواشی سمیت "کتاب الآثار" کے ساتھ الرحیم اکیڈمی کراچی سے چھپ گئی ہے

آخر میں مولانا نعمانیؒ نے حضرت امام اعظمؒ کی حدیث شریف میں امامت و جلالت سے متعلق عربی میں ایک عظیم کتاب "مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث" کے نام سے تحریر فرمائی، اس کتاب کو امام کوثریؒ (م: ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء) کے شاگرد رشید علامہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ مرحوم نے اپنی تحقیق و تعلیق کے ساتھ بیروت سے شائع فرمایا۔ یہی وہ کتاب ہے جسے راقم الحروف کو مولانا سے سبقاً پڑھنے کا شرف حاصل ہُوا، ناچیز نے دورانِ سبق مولانا سے اس کتاب کے ترجمہ کرنے کی اجازت طلب کی تو مولانا نے بڑی بشاشت کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی اور کچھ عرصہ بعد ایک خط کے ذریعہ یاد دہانی بھی کروائی راقم پر مولانا کی کتاب کا ترجمہ قرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے سبکدوشی کی توفیق عطا فرمائے۔ مولانا کی یہ عظیم کتاب مولانا کے بھائی ڈاکٹر عبد الرحمٰن غضنفر نے شائع کر دی ہے۔

یہ وہ کام تھے جو مولانا مرحوم نے خود انجام دیے اُن کے علاوہ آپ نے اپنے صاحبزادے مولانا عبد الشہید نعمانی زید مجدہم سے حضرت امام صاحبؒ کی تابعیت اور اُن کی صحابہ کرامؓ سے روایت پر ایک اہم کتاب لکھوائی۔ اس کے علاوہ حدیث و فقہ اور حضرت امام صاحبؒ سے متعلق بہت سی نادر و نایاب کُتب اپنے بھائی ڈاکٹر عبد الرحمٰن غضنفر صاحب کے ذریعہ طبع کروائیں۔

مولانا نعمانیؒ اور دفاعِ اہلِ بیتؓ

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مولانا مرحوم کو حضرت امام ابو حنیفہؒ کی ذات سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا اور آپ اُن کے سچے اور پکے مقلد تھے، اس حوالہ سے مولانا نعمانیؒ کو حضرت امام صاحبؒ کی ہر ادا سے پیار ہونا لازمی تھا۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو اہلِ بیت کرامؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کے ناتے بہت گہرا تعلق تھا اسی تعلق کی بناء پر جب

آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں حضرت امام زین العابدین رحمہ اللہ کے صاحبزادے امام محمد باقر اور اُن کے خلف الرشید امام جعفر صادق رحمہما اللہ سے ملے اُن سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور روایات لیں، پھر جب مدینہ طیبہ میں حضرت محمد ذوالنفس الزکیہؒ نے اور بصرہ میں حضرت امام زین العابدین کے دوسرے صاحبزادے امام زیدؒ نے منصور کے سادات وظلم وستم کے خلاف عَلَم جہاد بلند کیا تو آپ نے اُن کا بھرپور ساتھ دیا جس کی پاداش میں آپ کو منصبِ قضاء سے انکار کو بہانہ بنا کر پابندِ سلاسل کیا گیا۔ منصور کے ظلم وستم کو برداشت کرتے ہوئے جیل ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔

مولانا نعمانیؒ مرحوم نے حضرت امام صاحبؒ کے اُسوۂ حسنہ کو اپناتے ہوئے موجودہ دَور میں کراچی میں اہلِ بیت کے خلاف پھیلنے والے ناصبی فتنہ کا بھرپور تعاقب کیا اور جہاد بالقلم کرتے ہوئے متعدد کتب تحریر فرما کر اُن کے پھیلائے ہوئے جال کو پاش پاش کیا، اس سلسلہ میں جو کتابیں مولانا نے تحریر فرمائیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) ناصبیت تحقیق کے بھیس میں

(۲) یزید کی شخصیت اہلِ سُنّت کی نظر میں

(۳) اکابر صحابہ پر بہتان

(۴) شہداء کربلا پر افتراء

(۵) حضرت علیؓ اور قصاصِ عثمانؓ

بیعت وسلوک اجازت وخلافت

مولانا نعمانی مرحوم اپنے محبوب اُستاذ شیخ طریقت حضرت مولانا حیدر حسن خان صاحبؒ خلیفۂ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے اُنہی سے آپ نے علوم ظاہریہ کی تکمیل کے ساتھ علوم باطنی کی بھی تکمیل کی اور مُجاز ہوئے اُن کی وفات کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے تعلق قائم کیا جو اُن کی وفات تک قائم رہا۔ مولانا نعمانی مرحوم کو حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے بڑی عقیدت ومحبّت تھی، حضرت رائے پوریؒ جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو آپ اپنی تمام مصروفیات کو چھوڑ کر حضرت کی خدمت میں چلے آتے اور جب تک حضرت کا قیام پاکستان میں رہتا اس وقت تک حضرت

کے ساتھ ہی رہتے حضرت رائے پوریؒ نے بھی آپ کو اجازت مرحمت فرمائی تھی، کچھ عرصہ پیشتر آپ کو حضرت رائے پوریؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے اجازتِ بیعت سے سرفراز فرمایا تھا۔

مولانا نعمانی مرحوم حضرت رائے پوریؒ کی وفات کے بعد آپ سے خاص تعلق کی بناء پر جب بھی لاہور تشریف لاتے تو حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت شاہ نفیس الحسینی دامت برکاتہم کے یہاں قیام فرماتے۔

مولانا نعمانیؒ چونکہ خالصتاً علمی آدمی تھے اور آپ پر نسبتِ علمی غالب تھی اس لیے آپ کا سلسلۂ طریقت لوگوں سے مخفی رہا، دو تین ماہ پیشتر حضرت مولانا حیدر حسن خان صاحب کے پوتے مولانا منظور الحسن صاحب زید مجدہم کا راقم الحروف کے نام خط آیا جس میں اُنھوں نے تحریر فرمایا کہ دادا مرحوم کے تعلق کی بناء پر ہم مولانا نعمانی سے بیعت ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مولانا نعمانی مسترشدین کو بیعت بھی فرماتے تھے۔

مولانا مرحوم کی اسنادِ حدیث

مولانا نعمانی مرحوم کی سندِ حدیث بہت عالی ہے اور متعدد بزرگوں سے آپ کو اجازتِ حدیث حاصل ہے۔ مولانا کی دو سندیں اس طرح ہیں۔

مولانا نعمانی عن الشیخ محمود[1] حسن الطونکی عن الشیخ المقری عبدالرحمٰن[2] الپانی پتی عن الشیخ الشاہ عبدالعزیز[3] رحمہم اللہ۔

مولانا نعمانی عن الشیخ محمد[1] یسین عن الشیخ فضلِ[2] رحمٰن گنج مراد آبادی عن الشیخ عبدالعزیز[3] رحمہم اللہ

ناچیز راقم الحروف نے حضرت مولانا نعمانی مرحوم سے اجازتِ حدیث طلب کی تو آپ نے از راہِ کرم اپنی اسناد سے اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔ کراچی تشریف لے گئے تو باقاعدہ اپنا " ثبت " جس میں آپ کی تمام اسانیدِ حدیث و فقہ و کُتبِ تصوف درج ہیں اس کے آخر میں اپنے دستِ اقدس سے اجازتِ حدیث تحریر فرماکر ارسال فرمایا۔ فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیرًا

راقم الحروف نے شعبان میں کراچی جانے کا ارادہ کیا تھا اور مُصمّم ارادہ تھا کہ مولانا سے ضرور مل کر آؤں گا، لیکن قسمت میں ملاقات نہ تھی۔ مولانا ہم سے رُخصت ہو کر اُس جہان میں چلے گئے

جہاں جاکر واپس کوئی نہیں آتا۔ مولانا تو اَب ہم میں نہیں رہے لیکن آپ کی شفقت آپ کا پیار آپ کی دلنشیں باتیں ہمیں یاد رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرماکر آپ کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔

فروغِ بزم جو اَب ہے رہے گا روز محشر تک
مگر دُنیا تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

عالمِ اسلام کی ایک عہد ساز شخصیت
مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

از

حافظ محمد عبدالنافع صاحب

(ماہنامہ انوارِ مدینہ – ربیع الاول 1423ھ)

عالمِ اسلام کی ایک عہد ساز شخصیت

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

☆

﴿ جناب حافظ محمد عبدالنافع صاحب ﴾

☆

۲۹ / ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ ۱۲/ اگست ۱۹۹۹ء بروز جمعرات کو اس دور کی عظیم ہستی، عالم ربانی، محقق العصر، محدث کبیر، محدث نقاد، اُستاذ الاساتذہ، فقیہ الفقہاء، حضرت العلامہ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی برضاء الٰہی خالق حقیقی سے جا ملے انا للہ و انا الیہ راجعون. اللّٰھم اجر نی فی مصیبتی و اخلف لی خیراً منھا.

مولانا نعمانیؒ عالم اسلام میں اپنے وسیع و عمیق علم، اتباع سُنت اور ورع و تقوٰی کی بدولت نمایاں امتیاز رکھتے تھے۔ وہ برصغیر پاک و ہند کے علاوہ عالم اسلام کے تقریباً تمام دینی حلقوں میں انتہائی مقبول و ہر دلعزیز شخصیت کے حامل تھے۔

دُنیا میں ایسی شخصیات جن کے گفتار و کردار میں علم رچا بسا ہو، جن کی زندگی اتباع سنت کی مظہر ہو، جن کی ایک ایک ادا میں تواضع، حلم، خشیت الٰہی اور حسنِ اخلاق کا جلوہ نمایاں ہو مشکل ہی سے کہیں نظر آتی ہیں اور جب بھی کوئی ایسی شخصیت جدا ہوتی ہے تو عرصہ دراز تک اُن کا خلا پُر نہیں ہوتا۔ بلاشبہ مولانا نعمانیؒ بھی ایسی ہی شخصیت کے حامل تھے۔

مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ ولد منشی محمد عبدالرحیم خاطر جے پوریؒ راجستھان کے شہر جے پور میں ۱۸/ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ ۲۹/ ستمبر ۱۹۱۵ء کو پیدا ہوئے۔ مولانا نعمانی کے والد نامور خطاط، شاعر اور روحانی بزرگ تھے۔ مولانا نعمانی نے ابتدائی تعلیم اپنے عم بزرگوار حافظ محمد عبدالکریمؒ سے حاصل کی۔ بعدہٗ جے پور شہر کے محلہ بساطیاں کی مسجد میں قائم مکتب مدرسہ انوار احمدی میں تعلیم حاصل کی۔ نو سال کی عمر میں بیرون اجمیری دروازہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں منشی پنجاب کے امتحان کی غرض سے داخلہ لیا اور والد ماجد کے اصرار پر عربی تعلیم بھی شروع کر دی۔ جون ۱۹۲۸ء سے مئی ۱۹۳۳ء پانچ سال کے قلیل عرصہ میں دیگر عربی تعلیم کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ ۱۹۳۴ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اسی سال دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا اور شیخ الحدیث علامہ حیدر حسن خان ٹونکیؒ سے علم حدیث کی تعلیم شروع کی۔ علم حدیث سے مناسبت انہی کی صحبت میں پختہ ہوئی۔ مولانا نعمانی کو حضرت موصوف سے بیعت کا شرف بھی حاصل تھا جو کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ تھے۔ ۱۹۳۵ء میں حضرت شیخ کے درس سے فراغت حاصل کی۔ ۱۹۳۸ء میں حضرت شیخ کے برادر معظم علامہ محمود حسن خان ٹونکیؒ کی خدمت میں حیدر آباد دکن پہنچے اور چار سال

تک علامہ موصوف کی زیرِ نگرانی اُن کی کتاب معجم المصنفین کی تدوین و تالیف میں کام کیا۔ ۱۹۴۲ء کی ابتداء سے ندوۃ المصنفین دہلی کے رفیق ہوئے اور صرف ۲۷ سال جیسی کم عمری میں ہی اپنی مشہورِ زمانہ بے نظیر وگراں قدر لغات القرآن کی چار جلدیں تصنیف کیں جو کہ مولانا مرحوم کی پہلی تصنیف ہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لائے اور دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو والہ یار میں دو سال تک تدریس کے فرائض انجام دیے، اس وقت میں علامہ ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا عبید الرحمٰن کامل پوری، محدث عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری اور محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ (مہاجر مدنی) رحمہم اللہ جیسے حضرات بھی آپ کے رفقاء میں موجود تھے۔

۱۹۵۵ء سے علوم اسلامیہ کی عظیم درسگاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے منسلک ہوئے اور فقہ، حدیث اور اصولِ حدیث کی کتابیں پڑھائیں۔ ۱۹۶۳ء سے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں دورانِ تدریس صدر شعبہ اسلامیات رہے۔ حضرت مولانا نعمانی کی پُر وقار و پر اثر شخصیت اور وسیع و عمیق علم و فضل کی بناء پر مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے اپنے ادارہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی خدمت کے لیے ایک بار پھر درخواست کی چنانچہ اُن کے بے حد اصرار پر مولانا نعمانی دوبارہ بنوری ٹاؤن سے منسلک ہو گئے اور بنوری ٹاؤن کے شعبہ تحقیق و تصنیف، مجلس دعوت و تحقیق اسلامی کے ناظم بھی رہے اور اپنی رحلت سے کچھ عرصہ قبل تک بنوری ٹاؤن سے ہی منسلک رہے۔ آخر عمر میں ناسازِ طبع اور ضعف کی بناؤ پر ادارہ کی خدمات سے معذرت کر لی لیکن اپنی رہائش کراچی یونیورسٹی میں اپنی رحلت تک مسلسل علوم اسلامیہ کی اشاعت اور دینی خدمات میں مصروفِ عمل رہے۔ ۶۵ سال تک حدیث و فقہ کی خدمت کی اور متعدد مشہور علمی و تحقیقی اداروں سے منسلک رہتے ہوئے درس و تدریس، تصنیف و تالیف کے فرائض انجام دیے۔ اسماء رجال و اصول حدیث میں مرجع العلماء تھے۔ خصوصاً فن رجال میں اس زمانہ میں مولانا نعمانی کا کوئی ثانی نہ تھا۔ علم حدیث سے حضرت کو بڑا گہرا شغف تھا اور زندگی کا بیشتر حصہ علم اصول حدیث کی خدمت میں گزارا۔ مولانا نعمانی نے علماء ہند کی درخواست پر کئی بار شیخ الحدیث کی حیثیت سے دار العلوم ندوۃ العلماء میں بھی درس حدیث دیا اور خالصتاً اللہ اور اُس کے رسول کے دین کی اشاعت و ترویج و رضاء اور خلق خدا کی رہنمائی و اصلاح کے لیے کئی سال تک سید ابو الخیر کشفی صاحب اور محترم ڈاکٹر منظور احمد قریشی صاحب کے گھر پر بھی درسِ حدیث دیتے رہے۔

مولانا نعمانی کا شمار عہدِ حاضر کے جید علماء میں ہوتا تھا اور مولانا کی تصانیف کو عالم اسلام کے تمام حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور تسلیم کیا جاتا ہے۔ مولانا نعمانی نے اپنے ۶۵ سالہ دورِ تحقیق و تصنیف میں یوں تو متعدد کتب تصنیف کی ہیں لیکن ان معروف تصانیف میں بھی مولانا کی گرانقدر و بلند پایہ معروف و مشہور ترین تصانیف "لغات القرآن"، "حادثہ کربلا کا پس منظر"، "ابن ماجہ و علم حدیث" اور "حضرت علی اور قصاص عثمان" ہیں۔ مولانا نعمانی کی یہ کتاب "ابن ماجہ و علم حدیث" محدثین اور علم حدیث کے لیے انسائیکلوپیڈیا "قاموس" کا درجہ رکھتی ہے جو برصغیر پاک و ہند کے

علاوہ عرب ممالک کے علماء، محدثین کی نظر میں بھی بڑی ہی اہمیت کی حامل ہے اس کے علاوہ احادیث نبویہ ﷺ پر آپ کے قلم سے نکلی ہوئی تحقیقات کا علمی وزن ہے۔

امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب ''الآثار'' کی تحقیق آپ کا زبردست تحقیقی و علمی کارنامہ ہے۔ آخری تصنیف ''حضرت علی اور قصاصِ عثمان'' جیسے اہم اور نازک مسئلہ پر مولانا نعمانی کے علاوہ آج تک کسی نے قلم نہیں اُٹھایا۔ مولانا کو حنفی مذہب سے عشق کے درجہ میں محبت تھی۔ سراج الائمہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے سچے مقلد اور عاشق صادق تھے۔

علماء احناف خصوصاً حضرت امام ابوحنیفہؒ پر محدثین حضرات خاص طور پر علماء شوافع کی طرف سے جو بے جا طعن اور جرح کا سلسلہ تقریباً ہر زمانہ میں رہا ہے اُس سے حضرت مولانا نعمانی کو بڑا شکوہ تھا کہ دوسرے مسالک کے اہل علم یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث پر حاوی نہ تھے۔ چنانچہ مولانا نعمانی کے قلم سے گزشتہ برسوں میں دو کتابیں امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بیروت اور قطر سے شائع ہوئیں جس میں مولانا نعمانی نے نہایت مضبوط دلیلوں سے علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا مرتبہ اور مقام واضح کیا۔ پچیس تیس سال قبل ہمارے ملک میں ناصبیت اور خارجیت کا طوفان برپا ہوا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی شہادت کے بارے میں نازیبا جملے کس شدت سے کہے جا رہے تھے، اللہ رب العزت کی عطا کردہ توفیق کی بدولت مولانا نعمانی کا قلم اس طوفان کے مقابل سدِ سکندری بن گیا، فتنہ ان کی کتابوں اور کتابچوں کی وجہ سے ہی چند نیم خواندہ افراد تک سمٹ کر رہ گیا اور دم توڑ گیا۔ یہ کتابیں اور رسالے ایک جلد میں مرتب کر کے پاک و ہند سے شائع کر دیے گئے ہیں۔ الغرض مولانا نعمانی چلتا پھرتا کتب خانہ تھے جو بات پوچھی جاتی جواب میں معلومات کا وسیع ذخیرہ مہیا فرما دیتے تھے۔

مولانا کو اسلام کی سربلندی، اُمت مسلمہ کے اتحاد، وطن کی عظمت اور اہل وطن کے کردار کی ہر وقت فکر رہتی تھی، وہ محبت کرنے والے ہمدرد انسان تھے اخلاق اور شائستگی کی علامت، سچائی، دیانتداری اور حق گوئی کا روشن مینار تھے۔ انہوں نے نہایت جرأت و ہمت اور حوصلہ کے ساتھ باعزت و بامقصد زندگی گزاری۔ مولانا نعمانی اعلیٰ اخلاق، تہذیب و وضع داری کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ وہ علم و آگہی اور فکر و دانش کا دلکش امتزاج تھے۔ مولانا نعمانی کا کردار اور اُن کی پوری زندگی اُن کے صاف شفاف لباس کی آئینہ دار تھی، سر سے پاؤں تک اُن کا لباس اُن کی پہچان بن چکا تھا اُن کا قلب تو اُن کے لباس سے بھی زیادہ منور تھا۔ اُن کی شخصیت اور پاک و صاف جسم تقدس و تقوٰی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ چہرے پر ہمیشہ بشاشت، خندہ پیشانی کے ساتھ خوشگوار تاثر، گفتگو میں ٹھہراؤ اور لہجہ مدھم ہوتا غرض وہ سرتاپا مٹھاس ہی مٹھاس تھے، ایسی مٹھاس جس سے مل کر روح میں تازگی آجاتی تھی۔ مولانا نعمانی وہ بلند پایہ ہستی تھے جنہوں نے آرائشی بنگلہ کے بجائے ایک گوشہ عافیت کو اپنا مسکن بنایا، پُرتعیش زندگی کے برعکس سادگی اور قناعت کو اپنایا۔ مولانا نے عمل صالح اور خدمت خلق سے اپنی تمام زندگی کو درخشاں و تاباں آفتاب کی مانند روشن اور منور رکھا جس کا مقصدِ زیست بنی نوع انسان کی اصلاح و خدمت

رہا۔

مولانا موصوف نے اپنا سرمایہ، وقت اور جملہ صلاحیتیں دعوت دینِ حق اور اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کر رکھی تھیں۔ اُن کی عبادات وتعلیمات میں اہل علم اور جویانِ حق کی راہنمائی بھی شامل تھی۔ برصغیر پاک ہند کے علاوہ ترکی، شام اور مصر وغیرہ کے نہ صرف نوجوان طلباء بلکہ علماء، محدثین ومشائخ بھی آپ کے علم سے فیض یاب ہونے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ مولانا نعمانی سچے عاشق رسول تھے، وہ ہمیشہ منافقت، بدعت اور شرک کے خلاف سینہ سپر رہے۔ مولانا نعمانی زر پرستی، صوبہ پرستی، فرقہ پرستی، جہالت وجھوٹی سیاست، سود، رشوت ستانی، بے حیائی وبد اخلاقی، قتل وغارت گری کے سخت خلاف تھے اور خصوصاً اُمت مسلمہ کو ہمیشہ اس سے بچنے کی تلقین کرتے رہے۔ اُنہوں نے زندگی بھر قلم کی حُرمت کو برقرار رکھا۔

ہر وہ فرد جس نے کبھی اُن سے ملاقات کی اور دو حرف بھی سیکھے وہ ممنون احسان ہے اور اُن کے سانحہ ارتحال پر رنج والم کی تصویر ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا نعمانی کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے آمین۔ گو کہ آج مولانا ہم نہیں ہیں لیکن اُن کی تصانیف اور اُن کے علم سے فیض یاب ہونے والے ہزاروں شاگرد اور لاکھوں معتقدین اور اُن کی سیرت وکردار کی نہ ختم ہونے والی خوشبو ہمیشہ باقی رہے گی اور اُس وقت تک قلب وجان کو فرحت بخشتی رہے گی جب تک علم وکردار کے قدر دان اس دنیا میں موجود ہیں۔

اب نہ آئے گا نظر ایسا کمال علم وفن
گو بہت آئیں گے دنیا میں رجال علم وفن



غاية الأماني في ترجمة شيخنا النعماني

فخرالأحناف العلامة المحدث الناقد المحقق البارع الفقيه
الشيخ محمد عبدالرشيد النعماني
طيب الله آثاره وأعلى درجاته في دارالسلام

بقلم

الشيخ محمد روح الأمين الفريدبوري
(الكلام المفيد في تحرير الأسانيد)

غاية الأمانى فى ترجمة شيخنا النعمانى

فخر الأحناف العلامة محمد عبدالرشيد النعمانى

فضيلة العلّامة، البحّاثة الدرّاكة النقاد، فخر الأحناف، مخدوم العلماء، الفاضل الأمجد، الأديب الممجد، العالم الصالح، المحدّث الجليل، المحقق النبيل، الفقيه النبيه، الأصولى الكبير، الزكى الذكى، الأستاذ محمد عبد الرشيد بن المنشئ محمد عبد الرحيم بن محمد بخش بن بلاقى بن جراغ محمد بن همّت، النعمانى مذهبًا، والراجبوت نسبًا، والجيبورى موطنًا، والكراتشوى السندى نزيلاً.

ولد فى ١٨ ذى القعدة سنة ١٣٣٣هـ المطابق ٢٨ ستمبر سنة ١٩١٥م فى جيبور، راجستهان، الهند.

قام بتربيته عمه الأكبر الحافظ عبد الكريم، وكانت زوجته خالة شيخنا، ولم تكن لهما أولاد.

طلبه العلم

ولما كان ابن أربع أخذ في القراءة على عمه المذكور وقرأ القرآن الكريم، وتعلم الخط عن عمه المذكور وعن والده أيضًا، وكانا من جياد الخطاطين.

وقرأ بعض الكتب الفارسية على والده أيضًا، ثم التحق بمدرسة "أنوار محمدى" وقرأ الكتب الابتدائية فيها.

ولما كان ابن ثمان التحق بمدرسة "تعليم الإسلام" خارج "أجميرى دروازه" وقرأ الكتب الفارسية النهائية على المنشئ إرشاد على خان والمنشئ ستار على والمنشئ عبدالقيوم ناطق والمنشئ سعيد حسين وغيرهم.

وقرأ الكتب العربية من ميزان الصرف إلى مشكاة المصابيح على الشيخ العالم الفاضل قدير بخش البدايونى، وقرأ عليه شيئًا من صحيح البخارى أيضًا، من سنة ١٩٢٨م إلى ١٩٣٣م.

ثم رحل إلى ندوة العلماء لكهنو ولازم العلامة مدرس المعقول والمنقول شيخ الحديث الزاهد الورع حيدرحسن خان التونكى، سنتين، وبه تخصص فى الحديث وعلومه وعليه تخرّج، وقرأ عليه كتب الحديث بتحقيق وإتقان، والسبع الشداد فى الهيئة، وتفسير الجلالين وشيئًا من الميبذى.

ثم رحل إلى حيدرآباد الدكن ولازم العلامة المؤرخ محمود حسن خان التونكى شقيق العلاّمة حيدر حسن خان، أربع سنوات، وعمل تحت إشرافه فى تدوين" معجم المصنفين" وبذلك حصلت له بصيرة تامة فى تاريخ العلوم،ومعرفة واسعة بالمصنفين والمؤلفين فى شتى العلوم.

وظائفه وخدماته:

ثم عين عضوًا لندوة المصنفين بدهلى سنة ٤٢ حتى ٤٧ وأعضاء ها من نجباء العلماء فى الهند كالمحدّث الكبير العلامة بدر عالم الميرتهى صاحب "ترجمان السنة" فى الحديث ومؤلف "فيض البارى" شرح صحيح البخارى، وهذه الإدارة لها ميزة خاصة فى تحقيق العلوم الإسلامية، وقد صنف أعضاء ها كتبًا قيمة فى الأردوية. ثم هاجر إلى باكستان بعد انقسام الهند سنة ١٩٤٧ م.

ولما أسست دارالعلوم تندو الله يار بالسند بعناية شيخ الإسلام العلامة الفهامة المحقق المدقق الخطيب المصقع شبير أحمد العثمانى صاحب " فتح الملهم شرح صحيح مسلم" سنة ١٣٦٩هـ المطابق ١٩٤٩م، فدرس هناك سنتين بعض كتب الفقه وأصوله والنحو والمنطق ومن أصول الحديث مقدمة ابن الصلاح.

وكان إذا ذاك مدرّسوها من فحول العلماء كالعلاّمة المحدّث عبدالرحمن الكاملبورى والعلامة المحدّث بدر عالم الميرتهى والعلامة المحدّث محمد يوسف البنورى وغيرهم.

ثم عين مدرسًا فى جامعة العلوم الإسلامية علامة محمد يوسف بنورى تاؤن كراتشى رقم٥، سنة ١٩٥٤م.

فدرس فيها كتب الفقه وأصوله والحديث وأصوله، ودرس فيها جميع الكتب من الصحاح الستة خلا صحيح البخارى، ودرس مشكاة المصابيح والموطا للإمام

مالك رواية يحيى بن يحيى ورواية محمد بن الحسن، وشرح معاني الآثار للإمام الطحاوي وكتاب الآثار للإمام الأعظم أبي حنيفة رواية محمد بن الحسن.

ثم ذهب إلى الجامعة الإسلامية ببهاولبور، وعين أستاذًا مشاركًا ونائب الرئيس في قسم الحديث النبوي فيها سنة ١٩٦٣م ودرس فيها الحديث والمصطلح.

ثم عين أستاذًا ورئيسًا في قسم التفسير وعميدًا بكلية العلوم الإسلامية فيها سنة ١٩٧٤م.

ثم رجع إلى كراتشي سنة ١٩٧٦م فالتمس منه صديقه الكريم ورفيقه في خدمة العلم والدين العلامة الفهامة المحدّث الكبير محمد يوسف البنوري أن يكون عضوًا لمجلس الدعوة والتحقيق الإسلامي، فصار مشرفًا للباحثين الذين يريدون التخصص في العلوم الإسلامية من الحديث والفقه.

وكذلك فوض إليه الإشراف للدكتوراة في قسم العلوم الإسلامية في جامعة كراتشي.

فهو إلى الآن يشرف طلبة التخصص في الحديث النبوي وهم على اختلاف موضوعاتهم كل منهم يُروي غلته ويشفي علته من توجيهاته وإرشاداته، فطالبٌ يكتب في أصول الحديث، وآخر في الجرح والتعديل، وواحد في علل الحديث وتصحيحه وتضعيفه، وآخر في الذب عن الأئمة المتبوعين، وآخرَ في أسماء الرجال المتقدمين، وغيره في تراجم المحدثين المتأخرين المشتغلين بالتصانيف الحديثية تشريحًا وتدريسًا ورواية، وقد رأينا عيانًا أن جميع هولاء يرشدهم الشيخ إلى مراجعهم ومظانهم ويحلّ لهم مشكلاتهم ويعينهم بمعارفه وعلومه في كل خطوة من خطوات بحوثهم.

وقد كان سابقًا يشرف من كان يكتب المقالة من طلبة التخصص في الفقه الإسلامي أيضًا.

وهو أطال الله تعالى بقاءه من أفذاذ العصر علمًا وفهمًا وزهدًا وتقىً، وله في التدريس وتنمية فهوم الطلبة وحضهم على التحقيق والتدقيق وتشحيذ أذهانهم طريق أنيق ورثها من شيخه العلامة الحبر البحر حيدر حسن خان التونكي، وشفقته على تلاميذه وصبره نفسه معهم وعدم بخله في بذل ما عنده من العلوم والمعارف والكتب العلمية من أجلى ميزانه.

وقانع باليسير زاهد في الكثير مخلص في الأعمال، أوقاته معمورة ليلاً ونهاراً بذكر وتلاوة أووعظ وإرشاد أو تحقيق ومطالعة أو تدريس وتعليم أو تصنيف وتأليف.

وأكبر شغله بالدرس والإفادة والبحث والمطالعة وهو منقطع إلى ذلك بقلبه

وقالبه لايعرف اللذة فی غيره، لايتصل بالدنيا وأسبابها، وإنما همّه ولذته من العيش أن يعثر علی كتاب جديد أو بحث مفيد أو أن يجد حجة لمذهبه الذی ينصره.

وهو متصلب فی المذهب الحنفی بدليل وبرهان، شديد الحب والإجلال للإمام الأعظم أبی حنيفة عن بصيرة وإيقان.

وذلك مع إجلال سائر أئمة الفقه والاجتهاد، واعتراف بفضل المحدثين وخدماتهم.

ثناء العلماء الكبار عليه

قد أثنی عليه فی علمه وفضله وتحقيقه وصلاحه كثيرمن العلماء الكبار:

منهم: العلامة المحقق المفضال صاحب الأيادی البيض علی أهل العلم بتحقيق الكتب النافعة ونشرها الشيخ أبو الوفاء الأفغانی، وصفه بالأخ الصالح والفتی الرابح المحدث الفقيه المولوی فيما أجازه به.

ومنهم: المحدّث الكبير العلامة الجليل الزاهد الورع الشيخ عبد الرحمن الكاملبوری.

فقد قرأت فی مكتوب له إلی شيخنا كتبه ۳۰ ذی القعدة سنة ۱۳۷۱هـ.

إذ ترك التدريس فی دار العلوم تندو الله يار وارتحل منها" ولقد ضرفراقكم بالجامعة ضرًا لاينجبر، ونظرًا إلی مافيكم من الكمالات متعذر جِدًا أن يوجد مثلكم"

وهذا نص رسالته تمامًا:

بخدمت گرامی مکرم محترم جناب مولانا عبدالرشید صاحب زادمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ　　کل گرامی نامہ پہونچکر کاشف حالات ہوا۔ پڑھ کر صدمہ ہوا۔ آں جناب کی علیحدگی سے ایک دینی ادارہ کو ناقابل تلافی نقصان پہونچ رہا ہے۔ آپ جن کمالات کے حاوی ہیں اُنکو دیکھتے ہوئے آپ کا بدل اس ادارہ کو ملنا دشوار اور سخت دشوار ہے، مگر کیا کیا جائے حالات کچھ ایسے ہوگئے جن کی بناپر آپ کی خدمت میں کچھ عرض معروض بھی نہیں کر سکتے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ صلاح وفلاح دارین حسن خاتمہ حسن اعمال کی توفیق، جملہ پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے۔ اورخالہ صاحبہ اور ہمشیرہ صاحبہ کوشفاء کاملہ عاجلہ سے نوازے، آں جناب بھی مجھ ناکارہ کواپنی دعاؤں میں یادفرمایا کریں۔ بندہ بھی دعاگو ہے۔ خادم زادگان کی طرف سے سلام مسنون قبول فرماویں۔

جمعہ ۳۰/ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ

بندہ ناکارہ عبدالرحمٰن غفرلہ، کاملپوری از ٹنڈو اللہ یار

ومنهم: العلامة المحدّث الكبير الزاهد مؤلف "فيض الباری" الشيخ بدر عالم الميرتهي.

حيث قال في كوائف السنة الأولى لدار العلوم الإسلامية تندو الله يار، بسند سنة٦٩-١٣٧٠هـ: "له ملكة راسخة في تاريخ الحديث والرجال وبعض فنون أخرى من علوم الحديث، عارف بالكتب المخطوطة والمطبوعة في ذلك معرفة جيدة.

وهو الآن مشتغل بتصنيف كتابه "لغات القرآن" لحل مشكلات القرآن لغاته وشواهده التاريخية تصنيف مفسر مؤرخ عالم.

وقد طبع منه الجزء ان الأولان(١) وقام يلقي المحاضرات في تاريخ الحديث والعلوم الأخر وغير ذلك التي لها اهميتها وإفاديتها، وهذا إقدام جديد في الدرس النظامي" ولفظه في الأردوية:　　مولانا محمد عبدالرشید صاحب

آپ تاریخ حدیث ورجال اور بعض دیگرفنون حدیث میں غیر معمولی قابلیت کے مالک ہیں اور اس موضوع کے کتب مخطوطہ اور مطبوعہ پر عالمانہ نظر رکھتے ہیں۔ مختی سادہ مزاج اور مستعد عالم ہیں، قرآن کے مشکل مقامات لغات اور تاریخی شواہد پر مفسرانہ عالمانہ اور مؤرخانہ انداز میں آپ نے لغات القرآن کے نام سے تصنیف کا ایک سلسلہ شروع کررکھا ہے۔ جس کی دو جلدیں ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہو چکی ہیں، آپ دار العلوم الاسلامیہ میں کتب خانہ کے ناظم اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہیں، تاریخ حدیث وتاریخ علوم وغیرہ پر امالی (لیکچر) کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ عربی درسگاہوں میں ان عنوانات پر امالی کا افتتاح ایک مفید اور درس نظامی میں ایک نیا اقدام ہے۔

(سال اول کی روئیدادِ سالانہ ٦٩-١٣٧٠ھ ص ١١)

(دار العلوم الاسلامیہ اشرف آباد، ٹنڈو الله یار، سندھ پاکستان)

ومنهم: العلامة المحقق الباحث المدقق الشيخ أبو علي حسن بن محمد مشاط المكي من كبار علماء الحرم المكي.

فقد أهدى إلى شيخنا كتابه "إنارة الدجى في مغازي خير الورى" صلى الله عليه وسلم، وكتب عليه بيده الكريمة ما لفظه:

هدية إجلال وتقدير لصاحب الفضيلة العلامة محدّث الهند سيدي الأستاذ

(١) قلت: وقد تمّ تأليفه في ست مجلدات، الأربعة الأولى لشيخنا والباقي للشيخ الفاضل العالم السيد عبدالدائم الجلالي، والكتاب قد حظي بالقبول، وطبع مراراً من ندوة المصنفين بدهلي، ولاهور، كراتشي.

محمد عبد الرشيد النعماني حفظه الله ونفع به الأنام، من محبه حافظ ودّه حسن مشاط، شوال سنة ١٣٨٦هـ.

ومنهم: محدّث العصر العلامة المحقق الأديب السيد أبو محمد محمد يوسف بن زكريا البنوري. حيث كتب على شرح أبواب الوتر من جامع الترمذي، جزء مفرز من كتاب معارف السنن من سنن الترمذي حين أهداه إلى شيخنا:

أقدم هذه الرسالة إلى رفيقي في خدمة العلم والدين العالم الصالح الشيخ عبد الرشيد حفظه الله، إعجاباً بفضله وعلمه في عدة من علوم الحديث، وتقديراً لمفاخره. بقلم المؤلف البنوري، ١٣٨٣/١/٤هـ

وكتب على الجزء الأول من معارف السنن حين قدمه إليه:

أقدمه إلى صديقنا المحقق مولانا الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني حفظه الله تقديرًا لجليل مآثره في الرجال والحديث، من صديقه المؤلف محمد يوسف البنوري عفى الله عنه، ١٣٨٣/٢/٤هـ

وكتب على "فص الختام في مسألة الفاتحة خلف الإمام":

أقدم هذه الرسالة التي هي جديدة عهد بالنشر وإن كانت قديمة العهد بالتأليف إلى أعز من يقوم بمعرفة مقدارها الضئيل وهو صديقنا الكريم مؤلف عصره مولانا فضيلة الشيخ عبد الرشيد النعماني حفظه الله. كتبه محمد يوسف البنوري ٢٢، رمضان المبارك سنة ١٣٨٦هـ

ومنهم: العلامة الشيخ محمد يحيى بن الشيخ أمان الكتبي محدّث الحرم المكي: حيث كتب على النسخة التي أهداها إلى شيخنا من كتاب" نزهة المشتاق شرح اللمع لأبي إسحاق الشيرازي":

هدية للإستاذ الجليل الفاضل الكامل النبيل الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني أيده الله ووفقه لما يحبه ويرضى. من مؤلفه محمد يحيى أمان. وذلك من شهر شوال ١٧، من عام ١٣٨٦هـ

ومنهم: العلامة جامع المعقول والمنقول المفسر الشيخ محمد إدريس الكاندهلوي، صاحب "التعليق الصبيح على مشكاة المصابيح" حيث كتب على كتابه "عقائد الإسلام" حين أهداه إلى شيخنا: هدية مودّة، بحضرة الفاضل المكرم

والمحب المحترم مولانا محمد عبد الرشيد النعماني زيد مجدهم. محمد إدريس كان الله له.

ومنهم: العلامة الشيخ مدرس "حجة الله البالغة" محمد نور مرشد المكي الولي اللّهي، البنغلاديشي الأصل، مدرس الحرم المكي: فقد أهدى إلى شيخنا كتاب "الرسالة المستطرفة" فكتب عليه ما يلي: هدية مني إلى من لو قيل فيه أنه أحد حفاظ الوقت لكان صحيحًا الفاضل الشيخ عبد الرشيد المؤقر. المخلص محمد نور مرشد المكي الولي اللّهي٨/ شوال المكرم سنة ١٣٦٩هـ

ومنهم: العلامة المحقق البحاثة المحدّث الكبير الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي حيث وصفه فيما أجازه" بالعلامة المحقق الشيخ".

ومنهم: العلامة المحدّث جامع المنقول والمعقول الشيخ محمد موسى خان الروحاني البازي، أستاذ الحديث بالجامعة الأشرفية لاهور فقد أهدى إلى شيخنا كتابيه "فتح الله بخصائص الاسم الله" و" بغية الكامل السامي شرح المحصول والحاصل للجامي" وكتب على الأول:

يقدم بحضرة محترم المقام مخدوم العلماء مولانا عبد الرشيد النعماني مدظله، محمد موسى عفي عنه، ١٤/ ربيع الثاني سنة ١٤٠٣هـ.

وعلى الثاني: هدية علمية في سماحة العلامة الأمجد الأديب الممجد صديقي مولانا المولوى عبد الرشيد النعماني زيد مجدهم. محمد موسى عفى عنه ٢٠/ شوال سنة ١٣٨٣هـ

ومنهم: العلامة المحدّث الشيخ السيد أحمد رضا البجنوري، تلميذ حافظ العصر الإمام أنور شاه الكشميري وختنه، صاحب" أنوار الباري في شرح صحيح البخاري": خيث قال في مقدمة كتابه قسم تراجم المحدثين ٢: ٢٧٩:

العلامة المحدّث الأديب الفاضل مولانا عبد الرشيد النعماني دام ظلهم العالي، مصنف شهير صنف تصانيف علمية مفيدة، محدّث محقق جامع المعقول والمنقول، ومن تصانيفه: لغات القرآن، وإمام ابن ماجه اور علم حديث، وماتمس إليه الحاجة، والتعقيبات على الدراسات، والتعليقات على ذب ذبابات الدراسات، والتعليق القويم على مقدمة كتاب التعليم، ومقدمة موطأ الإمام محمد، ومقدمة

مسند الإمام الأعظم، ومقدمة كتاب الآثار،وسائر تصانيفه فيها تحقيقات فريدة بديعة، وأفكاره المحققة في مقدماته وتعليقاته تشبه طريقة العلامة الكوثري في تصانيفه، ولذلك شق على بعض أناس جهرُه بالحق وتنقيده الجرئ،ولكن المنصفين وأصحاب البصيرة يمدحون تصرّمه وتجرّء ه على النطق بالحق متعنا الله بطول حياته النافعة، ولفظه في الأردوية:

(۴٦٩)العلامة المحدّث الأديب الفاضل مولانا عبد الرشيدنعماني دام ظلهم مشہور مصنف، محقق محدث، جامع معقول ومنقول ہیں۔

آپ نے نہایت مفید علمی تصانیف فرمائی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں: لغات القرآن، امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ماتمس إليه الحاجة (مقدمہ ابن ماجہ) التعقيبات على الدراسات، التعليقات على ذب ذبابات الدراسات، التعليق القويم على مقدمة كتاب التعليم، مقدمہ موطا امام محمدؒ (مترجم) مقدمہ مسند امام اعظمؒ (مترجم) مقدمہ کتاب الآثار امام محمدؒ (مترجم) آپ کی تمام کتابیں گہری ریسرچ کا نتیجہ اور اعلیٰ تحقیق کی حامل ہیں۔ مقدمات وتعلیقات میں آپ کے تحقیقی افکار، علامہ کوثریؒ کے طرز سے ملتے جلتے ہیں۔ اسی لئے آپ کی صراحت پسندی اور بیباک تنقید کچھ طبائع پر شاق ہوگئی ہے۔ لیکن اہل بصیرت اور انصاف پسند حضرات آپ کی تلخ نوائی وجرأت حق گوئی کی مدح ستائش کرتے ہیں۔ متعنا الله بطول حياته النافعة.

مقدمہ انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری

(تذکرۂ محدثین) حصہ دوم ص ۲۷۹

ومنهم: العلامة المحدّث الناقد البصير المحقق البحاثة الورع الزاهد شيخنا عبد الفتاح أبو غدة، صاحب تصانيف كثيرة وتعليقات حافلة بديعة ثمينة حيث ذكره في مازاد على طبقات محدّثي الهند للبنوريؒ المطبوعة في "فقه أهل العراق وحديثهم للكوثريؒ" فقال" برقم ٤٠":

العلامة الناقد الضليع الشيخ عبد الرشيد النعماني، صاحب التعليقات والتدقيقات والجولات الظافرة في ميادين العلم،و كتابه" ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه" وتعليقاته على دراسات اللبيب،و ذب ذبابات الدراسات، ومقدمة كتاب التعليم لمسعود بن شيبة السندى، تدل على فحولته في علوم الحديث وهو قد قارب الخمسين أو جاوزها، أطال الله عمره في عافية وسرور،

ونفع بجهوده وآثاره(١)

وكتب على النسخة التي أهداها إلى شيخنا من "الإشفاق على أحكام الطلاق": أوثره به وأهديه إلى الأستاذ الباحث المحقق الفقيه المحدّث مولانا الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني تقديرًا لجهوده العلمية وأخوته الصادقة التي نعمت بها أيام كنت في كراتشي ورجاء الانتفاع به والترحم على مؤلفه شيخنا الإمام الكوثري رحمه الله تعالى. كتبه تلميذه عبد الفتاح بن محمد أبو غدة خادم العلم بمدينة حلب من بلاد الشام وفقه الله تعالىٰ حلب ٢٨/٥/ سنة ١٣٨٢هـ.

وكتب على "مقالات الكوثري" حين أهداها إلى شيخنا:

هدية مقدمة إلى الأستاذ العلامة البحاثة المحقق المحدّث الفقيه البارع الموفق الأخ العزيز مولانا الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني حفظه الله تعالىٰ بعافية وسرور وأدام النفع بعلومه وآثاره، آمين. من أخيه ومحبه تلميذ الإمام الكوثري المؤلف رحمه الله تعالىٰ. عبد الفتاح أبو غدة، خادم العلم بحلب من بلاد الشام. وفقه الله تعالىٰ وكتبه في كراتشي ٣ من جمادى الأولى سنة ١٣٨٢هـ.

وكتب على "فقه أهل العراق وحديثهم":

هدية مقدمة إلى عارف مقام العلماء وأقدارهم العلامة المحدّث الناقد البصير الأخ الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني. من تلميذ المؤلف عبد الفتاح أبو غدة الرياض ٢٧/٣/ سنة ١٣٩١هـ.

ومنهم: العلامة الدكتور الشيخ نور الدين عتر، أستاذ التفسير والحديث في كلية الشرعية بجامعة دمشق. حيث كتب على كتابه "منهج النقد في علوم الحديث" حين أهداه إلى شيخنا:

هدية تقدم إلى فضيلة العلامة الشيخ عبد الرشيد النعماني، حفظه الله تعالىٰ ونفع الله به العلم والدين. نور الدين عتر.

ومنهم: العلامة المؤرخ الأديب الأريب الشيخ الداعي أبو الحسن على الندوي اللكنوي. حيث كتب في "المصابيح القديمة" في ترجمة العلامة حيدر

(١) قلتُ: هذا كتبه الشيخ العلامة أبو غده قبل عشرين سنة، والآن الحمد لله فشيخنا قد قارب الثمانين، أطال الله تعالىٰ بقاءه في خير وعافية.

حسن خان الطونكي عند ذكر تلامذته:

ولكن أخص تلامذته الذي ورثه في فنه وذوقه هو صديقنا الفاضل مولانا عبد الرشيد النعماني الجيبوري، شيخ الحديث اليوم بجامعة بهاولبور، وخدماته العلمية لايحتاج إلى التعريف عنها، ولاسيما الأجزاء الأول من "لغات القرآن" وكتابه "ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه" الذي هو شاهد صدق على سعة إطلاعه ودقة نظره، وهو رأس أعماله العلمية المحققة، وقد لازم شيخنا في سفره وحضره زمن قيامه بدار العلوم ندوة العلماء، وبطونك أيضًا، واستفاد منه وانتفع بتحقيقاته نفعًا تامًا، وكان شيخنا أيضًا يحبه ويعتمد عليه.

ولفظه بالأردوية: یوں تو دارالعلوم میں مولانا (حیدر حسن خان) کی آمد کے بعد آخری درجوں کے تمام طلباء اور اس زمانہ کے ندوہ کے فضلاء وفارغین مولانا ہی کے حدیث میں شاگرد تھے، ان میں سے بہت سے علمی خدمات میں مشغول اور ملک میں نیک نام ہیں۔لیکن مولانا کے تلمیذ ارشد اور ان کے فن اور ذوق کے وارث ہمارے فاضل دوست مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی جے پوری حال شیخ الحدیث دینیات یونیورسٹی بھاولپور ہیں، ان کے علمی کام تعارف کے محتاج نہیں، ان میں "لغات القرآن" (ندوۃ المصنفین) کی تین جلدیں اور ان کا اصل علمی اور تحقیقی کام ان کی کتاب "ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه "جو ان کی وسعت مطالعہ اور دقت نظر کی شاہد ہے، خاص امتیاز رکھتا ہے، انھوں نے کئی سال مولانا کے ساتھ سفر وحضر میں رہ کر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بھی اور ٹونک کے زمانہ قیام میں بھی کسب فیض کیا، اور مولانا کی تحقیقات سے پورا فائدہ اٹھایا، مولانا کو بھی ان سے بڑا گہرا تعلق اور ان پر اعتماد تھا، "پرانے چراغ" ص ۲۰۱، ۲۰۲

ومنهم: العلامة المحقق الفاضل الجليل مناظر أحسن الكيلاني، رئيس قسم الدينيات للجامعة العثمانية حيدر آباد، الدكن، بالهند. حيث كتب لشيخنا شهادة سنة ١٩٣٨م، قال فيها:

المولوي عبد الرشيد أنا أعرفه معرفة جيدة، وقد حصّل شهادة "مولوي فاضل" و"منشي فاضل" من جامعة بنجاب، وعلاوة على ذلك قد حصّل العلوم الإسلامية ولاسيما علم الحديث من الفاضل الشهير بالهند مولانا حيدر حسن خان صدر المدرسين بدار العلوم ندوة العلماء، ثم عمل بعده مع الشيخ مولانا محمود حسن الموقر في تدوين "معجم المصنفين" الذي يُدَوّن الآن تحت رئاسة الدولة الآصفية

بإنفاق أموال جزيلة، وطبعت منه أجزاء فارتضاها علماء الشرق والغرب للغاية.

وقد تيسرت له في تلك الفترة المطالعة وسعة النظر (على تاريخ الفنون والعلوم) بمايكفيه، وهو يستحق عندي نظرًا إلى ما فيه من الملكة والمعرفة ومايرجى له من الكمال فيما يأتي أن يؤدي جميع الوظائف والمهامّ الدينية كالتدريس والتصنيف والإفتاء والقضاء بأحسن مايكون، فإنه قد جمع حظًا وافرًا من العلوم التي لابد منها في هذه الأعمال.

ولفظه بالأردوية:

مولوی عبدالرشید صاحب (مولوی فاضل ومنشی فاضل پنجاب یونیورسٹی) سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں، انھوں نے علاوہ سرکاری امتحانوں کے ہندوستان کے مشہور فاضل مولانا حیدرحسن خان صاحب صدر دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بھی علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث کے فن کی تکمیل کی ہے، اور پھر انھوں نے اس کے بعد حضرت مولانا محمود حسن صاحب قبلہ مؤلف "معجم المصنفین" (جس کی تدوین حکومتِ آصفیہ کی سرپرستی میں بہ صرف زرکثیر ہورہی ہے، اور جس کی چند جلدیں بیروت شام سے شائع ہوکر تمام مشرقی ومغربی ممالک کے علماء سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں) مولوی عبدالرشید صاحب نے ان کے ساتھ بھی کام کیا ہے، اس زمانہ میں ان کو کافی مطالعہ اور نظر کی وسعت کا موقعہ ملا ہے، میرے نزدیک یہ اپنی موجودہ قابلیت اور متوقعہ کمال کی بنیاد پر اس کے مستحق ہیں کہ ہر قسم کے ذمہ دارنہ کام جن کا تعلق اسلامی علوم کی تدوین وتصنیف یا ازیں قبیل افتاء وقضاء کو حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں، کیونکہ ان خدمات کے لئے جس علمی سرمایہ کی ضرورت ہے، اس کا کافی حصہ انھوں نے جمع کرلیا ہے۔ فقط۔

مناظر احسن گیلانی

صدر شعبہ دینیات (عثمانیہ یونیورسٹی کالج) حیدرآباد دکن

۱۰/دسمبر ۱۹۳۸ء

ومنهم: الشيخ العلامة عمران خان الندوي، رئيس دار العلوم ندوة العلماء بلكنؤ. حيث كتب لشيخنا شهادة سنة ١٩٥٣م مالفظها:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وأصحابه أجمعين.

أما بعد فيسرنا أن نسجّل هنا أن الأستاذ عبد الرشيد بن الشيخ عبد الرحيم الجيبوري، المولود سنة ١٩١٦م(١)

مكث في دار العلوم سنتين ودرس علوم الحديث وتوسّع فيها، وكان مثال المطالب المجتهد العاكف على المطالعة والبحث والمذاكرة والإطلاع على المراجع القديمة وآثار العلماء والتحقيق.

هذا مع صلاح ظاهر وسمت حسن والأخذ بآداب العلماء وكان ملازمًا للعالم الكبير البحاثة الشيخ حيدر حسن خان رحمه الله شيخ الحديث في دار العلوم وخرّيجه ومساعده في البحث والتأليف.

نرجو الله أن ينفع به الطلبة والمسلمين ويستعمله في خدمة العلم والدين، والله ولي التوفيق.

محمد عمران ندوي

عميد (مهتمم) دار العلوم ندوة العلماء لكهنو

١٠: فروري سنة ١٩٥٣م

ومنهم: العلامة المحقق الزاهد الورع أستاذ العلماء الشيخ منظور النعماني أطال الله بقاءه بخير وعافية. حيث قال في رقعة له كتبها إلى الشيخ سعيد أحمد الأكبر آبادي رئيس قسم الدينيات في جامعة عليكره، ومدير مجلّة" برهان" بعد أن قرأ فيها مقالة شيخنا على" المدخل" ما خلاصته:

أيها الأخ! هذا مولانا عبد الرّشيد فظهر شجاعًا كبيرًا (في ميدان العلم والتحقيق) بارك الله في علمه وإفادته، وبهذه المقالات العلمية المحققة نطمئن بعض اطمئنان بأن يبقى فينا وارثو مزايا أكابرنا ومزياتهم، ولفظه بالأردوية:

بھئی! یہ مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی تو بڑے چھپے رستم نکلے اللہ تعالیٰ ان کے علم وافادہ میں برکت دے، اس قسم کے علمی اور تحقیقی مضامین دیکھ کر گونہ اطمینان ہوتا ہے کہ بزرگوں کے جانے کے بعد ان کی خصوصیات کے وارث ان شاء اللہ رہیں گے۔ میں تو چونکہ کتابوں کی دنیا سے الگ ہو کر ایک جاہل منشی رہا ہوں، تصنع نہ سمجھئے واللہ اپنے متعلق میرا احساس اس بارے میں یہی ہے۔ مگر اس سے کچھ زیادہ رنجیدہ نہیں ہوں۔ اس لئے اس قسم کے مضامین سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ خود تو کتابیں دیکھنے کی اب توفیق ہوتی

(١) كذا وقع والصحيح سنة ١٩١٥م.

نہیں۔البتہ اس طرح دوسروں کا پکا پکایا بس کھانے کو مل جاتا ہے۔اس پر اگر شکر ادا نہ کروں اور دعائیں نہ دوں تو کافر نعمت ہی ہوں گا، والسلام۔

اخوکم محمد منظور النعمانی عفی اللہ عنہ

مورخہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ

ومنهم: الشيخ العلامة المحقق المحدث محمد عوامة حفظه الله تعالى ورعاه حيث كتب على النسخة المهداة إلى شيخنا من" أثر الحديث الشريف في اختلاف الأئمة الفقهاء رضي الله عنهم":

إلى مولانا العلامة الجليل المحدث الفقيه النبيل الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني حفظه الله تعالى بخير وعافية مع رجاء دعواته وإفادته،

من محبه محمد عوامة، المدينة المنورة

۲۹/۱۱/ سنة ۱٤۰۸هـ.

ومنهم: الشيخ العلامة علوي عباس المالكي، خادم الحديث بمسجد الله الحرام. حيث وصف شيخنا فيما أجازه به: بالأخ حقًا والمحب في الله صدقًا العالم العلامة المحدث الفهامة، شيخ الحديث الأستاذ البارع المحقق الشيخ.

والإجازة المشار إليها كتبها لشيخنا ۲۰/ شوال سنة ۱۳۸٦هـ.

ومنهم: العلامة الشيخ عبد العزيز بن محمد بن الصديق الغماري محدث الحرم المكي. حيث وصف شيخنا فيما أجازه به: بالعلامة المحدث المحقق البارع المطلع الشيخ.

والإجازة المشار إليها ۱۷ ذي الحجة سنة ۱٤۰۳هـ.

ومنهم: العلامة الشيخ وهبي سليمان غاوجي.

حيث كتب على النسخة المهداة إلى شيخنا من كتابه" التحذير من الكبائر": فضيلة الشيخ العلامة المحقق عبد الرشيد النعماني رجاء دعوة صالحة من أخيه سليمان غاوجي. دبي ص ب ۱۰۳۹٤.

ومنهم: الشيخ العلامة الصوفي عبد الحميد السواتي، مدير المدرسة "نصرة العلوم كجرانواله، شقيق العلامة المحقق المحدث سرفراز خان صفدر. حيث كتب على كتابه" معالم العرفان" حين أرسله إلى شيخنا:

هدية إلى حضرة فخر الأحناف الفاضل الجليل العالم النبيل المحقق مولانا

عبدالرشيد النعماني أدام الله فيوضهم.

أحقر العبيد عبد الحميد السواتي.

خادم المدرسة نصرة العلوم كجرانواله

۲۷/ رجب سنة ۱٤۰۲هـ المطابق ۲۲ مايو سنة ۱۹۸۲م.

ومنهم: العلامة المحقق الشيخ محمد يوسف اللدهيانوى، فقد قرأتُ في مكتوب له إلى شيخنا مانصه مُترجمًا إلى العربية:

وما كتبه هذا العاجز فيكم من وصفكم بـ"محقق العصر" فلم يكن ذلك من إطراء المادح بل سطر ذلك قلمي من غير تكلّف، وقد صدّقتم ذلك بما كتبتم إليّ بعد، فجزاكم الله أحسن الجزاء عن العلم وأهله، ولما قرأت مكتوبكم اشتاق قلبي من غير تصنّع أن أعيد كلمة الإمام مسلم: دعني يا أستاذ أن أغسل عن قدميك (۱).

ولولا أشغالكم لكنت أحببت أن لايطبع شئ من مقالاتي أو تآليفي من غير تصحيحكم، متعنا الله بطول حياتكم الطيبة في رغد عيش وعافية، ولفظه بالأردوية:

باسمہ سبحانہٗ وتعالیٰ

حضرت مخدوم ومعظم۔زیدت فیوضہم وبرکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! اس ناکارہ نے آنجناب کے لئے "محقق عصر" کا خطاب محض اطرائے مادح کے طور پر نہیں لکھا تھا، بلکہ بے ساختہ قلم سے نکلا، اور آنجناب نے دوسرے ہی دن اپنے اس گرامی نامہ سے اس پر مہر تصدیق ثبت فرمادی، فجزاكم الله أحسن الجزاء عن العلم وأهله، آپ کا گرامی نامہ پڑھ کر بے ساختہ امام مسلمؒ کا فقرہ دہرانے کو جی چاہتا ہے۔ دعني يا أستاذ أن أغسل عن قدميك.

کتاب کا ایک مزید نسخہ پیش خدمت ہے۔ میری خواہش ہوگی کہ آنجناب پوری کتاب کا سرسری مطالعہ فرمالیں۔ اور اپنی تصحیحات اس نسخہ پر رقم فرمادیں۔ آپ کا تصحیح شدہ نسخہ میں اپنے پاس محفوظ رکھونگا۔

---

(۱) قلتُ: القصّة مذكورة في ترجمة الإمام البخاري من كتب الرجال، وبحث الحديث المعلول من كتب المصطلح، ولفظ الإمام مسلم: "دعني حتى أُقبّل رجليك يا أستاذ الأستاذين وسيد المحدّثين وطبيبَ الحديثِ في علله"

آپ کی مصروفیات اس کی اجازت نہیں دیتیں۔ ورنہ جی چاہتا ہے کہ میری کوئی تحریر یا کتاب آپ کی نظر ثانی کے بغیر شائع نہ ہو۔ متعنا الله بطول حياتكم الطيبة في رغد عيش وعافية۔ والسلام۔

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۲۳/۷/۱۴۰۷ھ

ومنهم: العلامة المحقق المحدّث الأديب الأريب محمد تقي العثماني، نائب رئيس دار العلوم كراتشي رقم ١٤، وقاضي التمييز الشرعي بالمحكمة العليا لباكستان. حيث كتب على" الفيض الرحماني بإجازة فضيلة الشيخ محمد تقي العثماني" حين أهداه إلى شيخنا:

إلى فضيلة العلامة المحدّث الناقد الشيخ عبد الرشيد النعماني حفظه الله تعالىٰ مقرونًا بالإجازة من صاحب هذا الثبت (الشيخ ياسين الفاداني) سلمه الله تعالىٰ ونفعنا بعلومه.

محمد تقي العثماني

٢٦/٨/ سنة ١٤٠٨هـ

ومنهم: الشيخ العلامة غلام مصطفى القاسمي السندي، حيث كتب على النسخة المهداة إلى شيخنا من كتاب" المتانة في المرمّة عن الخزانة" للشيخ محمد جعفر البوبكاني السندي:

تقدمة الوداد والإخلاص إلى صديقي المحقق ناصر المذهب النعماني المولى محمد عبد الرشيد النعماني الموقر.

أبو سعيد غلام مصطفى السندي

٢٢ صفر سنة ١٣٨٢هـ

ومنهم: المسند الشيخ محمد ياسين الفاداني، حيث كتب في ما أجازه به:

بسم الله الرحمن الرحيم، الحمدلله عزشأنه، أما بعد: فقد أجزتُ بما تضمنه الثبت المسمى" بإعلام القاصي والداني": صاحب الفضيلة العلامة الجليل الدرّاكة النبيل المحدّث الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني، وكذا أجزته بجميع مروياتي.

محمد ياسين عيسى فاداني ٤/٩/١٤٠١هـ

تنبيه حسن

قلتُ : كذا يقوله الشيخ الفاداني في حق شيخنا، وأما تليمذه أبو سليمان محمود سعيد بن محمد ممدوح فتراه يحط عليه حطًا بالغًا بما يدل على عدم تعمقه في العلم وضيق صدره في ميادين العلم والتحقيق، ولايضرّ ذلك إلا إياه، وكان الأولى الإضراب عن قوله صفحًا. ولكن الناس اليوم يشيتون أمثال هذه الأشياء بدون وصول إلى الحقيقة فلابأس بالإشارة إلى دخائله ههنا بنوع إيجاز.

فقال الشيخ أبو سليمان في "تشنيف الأسماع بشيوخ الإجازة والسماع" أو"إمتاع أولى النظر ببعض أعيان القرن الرابع عشر"(وفيه جل مشايخ مسند العصر العلاّمة محمد ياسين الفاداني)

في ترجمة شيخ شيخنا العلامة حيدر حسن بن أحمد حسن الأفغاني، معلّقًا على قول صاحب" نزهة الخواطر": وكان متصلبًا في المذهب الحنفي شديد الحب والإجلال للإمام أبي حنيفة عظيم الانتصار له مع اجلال للأئمة الثلاثة إلا أنه قد تعتريه الحدة الأفغانية والغيرة المذهبية فينتقد الشافعية انتقادًا شديدًا مانصه:

وورث المترجم هذه العصبية لتلميذه الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني المدرس في كراتشي الآن.

قابلته في الحج فلم أر متعصبًا مثله يريد أن يهدم علم الجرح والتعديل لأن علماء ه شافعية، ويريد أن ينتدب أحد طلابه للرد على سنن الدار قطني كما فعل ابن التركماني مع البيهقي ويقول أن حديث أبي حنيفة سراج أمتي حديث مقبول وأن الإمام أبا حنيفة أحاط بالصحيح والضعيف من السنة ومن طاماته قوله: إن أبا حنيفة أول من صنف في الصحيح.

شديد التعصب على الشافعية وغيرهم كأنه يرى أبا حنيفة هو(رضي الله عنه) ومذهبه كل شئ وغيره لاشئ.

وله أخ اسمه محمد عبد الحليم النعماني(١) صنف رسالة عديمة الفائدة

(١) كذا وقع والصحيح" الجشتي"

سماها "البضاعة المزجاة لمن يطالع المرقاة شرح المشكاة" مشي فيها على طريقة أخيه مع الشدة والقسوة على الشافعية وغيرهم، والله المستعان عليهم وعلى أمثالهم(١)

فتراه لايفرق بين الانتقاد الشديد والعصبية، والانتقاد بدليل وبرهان شأن كل عالم محقق متدين.

وأما العصبية: فهو التحزّب لرأى أو طائفة بدون برهان.

وحاشا الشيخ حيدر حسن خان وشيخنا النعماني من ذلك ألف مرة.

ولم يعرف الفرق بين التنبيه على آفات الجرح والتعديل المسطورة في كتب أهل الشأن وبين هدمه، وقد قال الذهبي في "سير أعلام النبلاء" ١٠: ٩٣ مانصه:

ووقع في كتب التواريخ وكتب الجرح والتعديل أمور عجيبة والعاقل خصم نفسه ومن حسن إسلام المرء تركه مالايعنيه ولحوم العلماء مسمومة اهـ.

وهو القائل في "الموقظة" بعد أن بين بعض آفات الجرح والتعديل:" ولكن هذا الدين مؤيد محفوظ من الله تعالىٰ لم يجتمع علماء ه على ضلالة لاعمدًا ولاخطأً فلا يجتمع اثنان على توثيق ضعيف ولا على تضعيف ثقة"

فغاية مايقوله شيخنا النعماني في كتب الجرح أشياء يجب التوقف فيها، والتأني في قبولها، وليس معنى ذلك أنه لاعبرة به أصلاً، والعياذ بالله تعالىٰ، كما أن ليس لكل من هب ودرج أن يجعل نفسه حكمًا على كتب الجرح بدون ورع وخشية من الله تعالى.

وما يدل على ضيق صدر هذا الرجل ضجّه من حضّ شيخنا على الرد على سنن الدار قطني مع أن هذا مما يفرح به أهل العلم.

ولولا ردود العلماء بعضهم على بعض لما كملت الفنون العلمية هذا الكمال ولانضجت هذا النضج.

وحديث سراج أمتي لم يقل الشيخ قط أنه مقبول، وإنما ردّ على عليّ القارى في دعواه اتفاق المحدّثين على كونه موضوعًا، وظاهر أن الاتفاق غير مسلّم، بل صرح الشيخ أن هذا الحديث ليس إلا من قبيل ما أوردوه في فضل قزوين، ومرو،

(١) تشنيف الأسماع ١٨٣.

وعسقلان. راجع التعليق القويم على مقدمة كتاب التعليم، ١٠٧-١١٦.

وأما أن الإمام أبا حنيفة أحاط بالصحيح والضعيف من السنة، فهذا لم يقله الشيخ بل نقل فى " مكانة أبى حنيفة فى الحديث ٣١، عن العلامة إسماعيل العجلونى بن محمد جرّاح:

ونحن لاننكر أن فى السنن سننًا لم تبلغ الإمام - أبا حنيفة - أو بلغته ولم تثبت عنده صحتها، لكن هذا أمر لايمس شأن المجتهد وقد كان عمر رضى الله عنه يرى رأيا ثم تبلغه السنة فيرجع مع أنه ثبت عند أهل العلم بالأثر أن عمر أفقه الصحابة اهـ.

وانظر أيضًا " ذب ذبابات الدراسات" للعلامة عبد اللطيف السندى الذى حققه الشيخ وعلّق عليه ١: ٢٨١.

ولكن ليس لكل أحد أن يحكم على المجتهدين أنه لم يبلغهم هذا الحديث وذلك بدون فحص بالغ وتتبع تام، وقد رأينا أناسًا يدعون أن الحديث الفلانى مثلاً لم يبلغ أبا حنيفة مع أنا نراه مرويًا فى مسانيده أو تآليفه.

وأما أن أبا حنيفة أول من صنف الصحيح فهذه حقيقة تاريخية لاينكرها إلا من لم يلمّ بتاريخ تدوين الحديث إلمامًا صحيحًا.

وقد توفى أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ سنة ١٥٠هـ فلا محالة يكون كتابه "الآثار" أقدم من " الموطأ" و" جامع سفيان" وغيرهما.

ولا كلام أيضا فى صحة أحاديث كتاب الآثار والمراسيل المذكورة فيها، لها شواهد وعواضد، كما يظهر من تعليق الشيخ أبى الوفاء الأفغانى، و" قلائد الأزهار" للشيخ مهدى حسن الشاهجهانبورى.

وقد فصّل الكلام فى ذلك شيخنا فى " ماتمس إليه الحاجة" و" التعليق القويم" و"مقدمة كتاب الآثار" و" الانتقاد على المدخل" للحاكم النيسابورى، و" الإمام ابن ماجه وعلم الحديث" الثلاثة الأخيرة بالأردوية، ويُوضح هذا البحث فى "مكانة أبى حنيفة" إن شاء الله تعالى.

ولو وقف هذا المتطاول على مبحث " أول من صنف في الصحيح" فى كتب المصطلح واطلع على ردود الشيخ صالح الفلانى على ابن حجر فى دعواه الأولية للبخارى لما استبعد رأى الشيخ هذا الاستبعاد.

وقوله عن شيخنا: أنه يرى أبا حنيفة ومذهبه كل شئ وغيره لاشئ: فبهتان عظيم، وأقرب دليل على بطلانه تآليف شيخنا التي طالعها محمود سعيد نفسه، وكم من نصوص أوردها شيخنا في مقدمة" التعليق القويم "(٤-١٦) في الثناء على الأئمة.

ومن جملة مايقوله(في ١٢و١٣) نقلاً عن التاج السبكي:

" وإن الشافعي ومالكًا وأبا حنيفة والسُفيانَين وأحمد والأوزاعي وإسحاق وداود وسائر أئمة المسلمين على هدى من ربّهم"

ويقول في ص ١٥، ١٦:

" ومناجزيل الشكر للأئمة المتبوعين الذين لهم لسان صدق في الإسلام على مامهدوا لنا السبل وأوضحوا لنا الطرق حيث بذلوا الجهد رضي الله عنهم في تمهيد قواعد الاستنباطات وتنقيح أصول التخريجات وتفصيل وجوه التعريفات وتوضيح طرق حمل النظير على النظير عند عدم النصوص في حين نزول النوازل والواقعات وعلى تدوينهم الفقه وتصنيفهم الكتب، ولولا ذلك لما تيسر لنا تفصيل الشريعة ولبقينا في حيرة وانغلق الباب وانقطع الخطاب" اهـ وما إلى ذلك من كلماته المتفرقة في تآليفه.

وأما كتاب" البضاعة المزجاة" للشيخ العلامة عبد الحليم الجشتي، فكتاب واف في موضوعه كمالا يخفى على من طالعه بعين الإنصاف، دون الاعتساف.

وأما الشدة والقسوة على الشافعية فلا ملام على المرء لو انتقد على أحد من العلماء الشافعية بدليل وبرهان إذا أخطأ الطريق وحاد عن السبيل على أنه لم يبين لنا نماذج من قسوته وشدته حتى تنظر صدق دعواه.

ثم ردّد محمود سعيد هذه الأمور في ترجمة الشيخ العلامة محمود حسن خان التونكي، فرمى الشيخ محمود حسن بالانحراف الكبير عن الشافعية مجازفة، راجع ترجمة الإمام الشافعي وآخرين من الأئمة الشافعية في كتابه "معجم المصنفين" لتعرف نقض كلامه.

وزعم أن هذا الانحراف أثر في بعض تلاميذه ثم قال في الهامش:

ومنهم فضيلة الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني المقيم بكراتشي الآن التقيتُ به في موسم حج سنة ١٤٠٢، فلم أر متعصبًا حنفيًا مثله، بدأ لقائي معه بالهجوم

العنيف على أهل الحديث الشافعية لظنه أنني حنفي، ومن أفكاره أن أبا حنيفة رضى الله تعالى عنه هو أول من صنف في الصحيح، وأن علم الجرح والتعديل يجب أن يكتب من جديد، وينبغي للحنفية أن يردوا على سنن الدار قطني، وأن لايقبل قول شافعي في حنفي مطلقًا، وأن حديث أبي حنيفة سراج أمتي وفيه محمد بن إدريس أضر على أمتي من إبليس، حديث له أصل تبعًا للعيني والكوثري رحمهما الله تعالىٰ، وأن الحسن بن زياد، والثلجي، والحسن بن عمارة ثقات، إلى غير ذلك مما شافهني به، نسأل الله تعالىٰ أن يبعدنا عن التعصب، اهـ.

وقد سبق الكلام عن أكثر ما أورده هنا، وأما عزوه إلى الشيخ من أنه "لايقبل قول شافعي في حنفي مطلقًا" فباطل بل الذي يقوله الشيخ أنه لايقبل ذلك من غير برهان، لاسيما إذا لاح أنه لمنافرة أو عداوة وهذا لاغبار فيه بل صرحوا بذلك في كتب الجرح والتعديل ومصطلح الحديث وما إلى ذلك.

وحديث سراج أمتي قد ذكرنا رأى الشيخ فيه سابقًا، وأما زيادة" محمد بن إدريس" فموضوعة ولاريب، ولم يقل الشيخ حرفًا في تأئيدها، والعياذ بالله تعالىٰ من البهت على الأبرياء.

وأما توثيق" الحسن بن زياد" و"محمد بن شجاع الثلجي" فمشروح في "الإمتاع بسيرة الإمامين الحسن بن زياد وصاحبه محمد بن شجاع" وانظر ترجمتهما في" سير أعلام النبلاء" و" تاريخ الإسلام" للحافظ الذهبي، وقد ذكر الذهبي" ابن شجاع" في" المعين في طبقات المحدثين" ص ١٠٢، وقال:" فقيه أهل الرأي الحافظ" ولم يجرحه بحرف.

و" الحسن بن عمارة" قد وثقه وبجّله وأثنى عليه غير واحد من أمثال ابن عيينة وعيسى بن يونس وجرير بن عبد الحميد ومسعر بن كدام بل ابن عدى أيضًا في الجملة كما في " تهذيب الكمال" للمزى ٦:٢٦٥-٢٧٧، وقد ردّ القاضي أبومحمد الرامهرمزى على شعبة في طعنه على الحسن بن عمارة وبين فساد جرحه ببسط شاف، راجع" المحدث الفاصل" له، ومفتتح الجزء الثالث من" نصب الراية" ص٢٢،٢٣.

وفي" مناقب الإمام الأعظم" لصدر الأئمة موفق بن أحمد المكي ٢:٣٧،

مانصه:

"قال أبو سعد الصاغاني سمعت أبا حنيفة وزفر يقولان: جرّبنا الحسن بن عمارة في الحديث فوجدناه يخرج من الحديث كما يخرج الذهب الأحمر من النار"

قال أبو حنيفة: خالطنا الحسن بن عمارة فلم نر إلا خيرًا.

وقال أبو سعد الصاغاني: هذا عامة ما سمعنا من الحسن بن عمارة سمعناه في مجلس أبي حنيفة ومسجده، وكان يجالس أبا حنيفة كثيرًا، وكان يمرّ في خلال الكلام حديث يذكره الحسن بن عمارة فكان يقول له أبو حنيفة أمل عليهم فيملي علينا اهـ.

وليس هذا موضع استيفاء الكلام في مايتعلق به.

وبالجملة فشيخنا لم ينفرد في عد هؤلاء ثقاتٍ، بل هو قول أهل التحقيق والإنصاف من العلماء.

ومن ضاق به صدره فليثبت في أحد من هؤلاء جرحًا مفسّرًا مبرهنًا وإلا فليمت غيظًا.

ثم عاد محمود سعيد إلى شيئ من الإنصاف، فقال:

وله مصنفات منها" ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه" و"تعليقات على دراسات اللبيب في الأسوة الحسنة بالحبيب" و"ذب ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات" طالعتها ولله الحمد، وفيها فوائد ونقول وتحقيقات تاريخية مهمة جدًا ونفائس قد تجدها في غير كتبه بصعوبة مع تعصب بارد لامعنى له مغمور في بحر حسناته إن شاء الله تعالى[١]

فتراه لم يستطع إنكار إفادات شيخنا وتحقيقاته، ومع ذلك رماه بالتعصب البارد بدون برهان صحيح.

وقد لازمناه سنين فلم نسمع منه شيئًا في الحط على أحد من الأئمة المتبوعين أو الوقيعة في أحد من المحدثين.

وأما مخالفة بعضهم في بعض المسائل أو مناقشتهم بقرع الحجة بالحجّة فأمر آخر غير التعصب، والله الموفق.

(١) تشنيف الأسماع ص ٥٢٦.

تصانيفه:

ولشيخنا تصانيف كثيرة، ومقالات مفيدة ثمينة في شتى العلوم. وجميع تصانيفه ومقالاته فيها تحقيقات نادرة وفوائد وافرة، ومن دأبه أنه مايكتب شيئًا إلا بعد أن نضج البحث عنده بإمعان النظر وإدارة الفكر في سائر الجوانب، فهو قليل التصانيف ومتقنها.

وقد سمعت منه مرارًا يقول: إني أطالع كثيرًا وأكتب قليلاً.

وقد صدق الشيخ ولكنه يأتي في هذا القليل بلب المسألة وروحها، فمن تصانيفه:

(١) لغات القرآن مع فهرس الألفاظ:

هو كقاموس في غريب القرآن، كتاب عظيم في حل مفردات القرآن ومشتقاته ومركباته بالأردوية، مع فوائد تفسيريه وفقهية وتاريخية وكلامية لم يصنف بالأردوية في بابه كتاب مثله لاقبله ولابعده، مفيد للعلماء والمدرسين والطلبة والعوام في آنٍ واحدٍ.

والكتاب مطبوع متداول، قد طبع مرارًا في دهلي وكراتشي ولاهور، في ست مجلدات، الأربعة الأُولى منها لشيخنا، والباقي للشيخ السيد عبد الدائم الجلالي.

وقد سبق ثناء الشيخ العلامة بدر عالم الميرتهي على هذا الكتاب.

(٢) ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه:

هو ليس كاسمه بل ذكر فيه مكانة السنة في التشريع وتاريخ تدوينِ الحديث في القرون الثلاثة على نهج أنيق، وأوضح صنيعَ العلماء الذين كانوا قبل المائتين، والذين جاءوا بعدهم، مع ذكر وجوه الفرق بين هؤلاء وهؤلاء ببيانٍ كله لبّ.

وذكر شروط الأئمة الأربعة والأئمة الستة وكشف القناع عن مراتب كتبهم، ولاسيما "كتاب الآثار" و"الموطا" بكل تحقيق وتدقيق، وبين مذاهب الأئمة الستة في الفروع بتفصيل تام، كما ذكر حالهم وصنيعهم مع الإمام أبي حنيفة.

ثم أفاض في ذكر ميزات "شرح معاني الآثار" للإمام الطحاوي، واعتناء العلماء به، وأشار إلى بعض أحوال الحفاظ الخمسة الدار قطني والحاكم وأبي نعيم الأصبهاني

والبيهقي والخطيب، من السبعة الذين خصهم بالذكر ابن الصلاح في مقدمته.

ثم أطال الكلام في ترجمة ابن ماجه ومنزلة كتابه، وساق الأحاديث التي أدرجها ابن الجوزي في كتابه" الموضوعات" وذكر ما في أسانيدها من مقال، ثم أورد سبعة أحاديث حكم عليها بعض الحفاظ غير ابن الجوزي بالوضع وحكى مافي أسانيدها من مقال أيضًا.

وأجاد في بيان تراجم المعتنين بكتابه شرحًا أو تعليقًا أو غير ذلك، وذكر في مفتتحهم الحافظ شمس الدين الذهبي، ونقل فيه جميع ماقاله فيه تلميذه تاج الدين السبكي، ولكنه الآن حسن رأيه في الإمام الحافظ الذهبي بعد أن طالع "سير أعلام النبلاء" له، ويقول: إن الحافظ الذهبي قد رجع إلى الاعتدال كثيرًا في آخر عمره، فليتنبه.

وهذا مع فوائد كثيرة استطرادية لايستغني عنها باحث ذكرها في خلال بحوثه، وكتابه هذا على وجازته من أهم ما ألف في بابه:

وصدق الشيخ حيث قال في ص ٣٢، بعد أن فرغ من ذكر خدمات الأئمة العشرة وبعض أحوال الحفاظ الخمسة:

" وهذا قليل من كثير من أحوال هؤلاء الأئمة الذين أسلفنا ذكرهم ليستدل به على جلالة قدرهم وعلوّ مرتبتهم في هذا العلم: رحمة الله عليهم أجمعين.

ونبهت في غضونه على أشياء لو اطلع عليها أحد من طلاب هذا الشان يكون على بصيرة إن شاء الله، ولايظن في حق الأئمة الهداة الفقهاء المجتهدين إلا مايليق بجنابهم رغم تطاول ألسنة بعض النقلة فيهم ورغم نهشهم لأعراضهم بكل سوء، وقانا الله اتباع الهوى وكفانا شر الحاسدين والحمدلله أولاً وأخرًا.

ولأهمية هذا الكتاب وعظمة مكانته اشتغل العلامة المحقق المحدّث الناقد الشيخ عبد الفتاح أبو غدة بتحقيقه والتعليق عليه وفقه الله تعالىٰ إتمامه وإخراجه للناس في أسرع وقت.

ثم وقفت على كلمة مهمة في هذا الكتاب للعلامة المحدّث الناقد الشيخ الكبير المعمر حبيب الرحمن الأعظمي، كانت طبعت في مجلة" البعث الإسلامي" ذي الحجة سنة ١٣٧٥هـ، اغسطس ١٩٥٦م لكهنو: وهذا نصها بحروفه:

ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع ابن ماجه

من طرائف الكتب التي ظهرت حديثا من باكستان، كتاب" ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع ابن ماجه، لصاحب" لغات القرآن" الذكي المتوقد الحبير الفاضل عبد الرشيد النعماني، أبرزه مطبوعًا على ورق جيد مكتبة نور محمد صاحب أصح المطابع(آرام باغ، كراتشي باكستان) وهذا الكتاب كما يشعر به اسمه كالمقدمة لسنن ابن ماجه وأنه يبحث (كما قال عنه المؤلف نفسه) عن نشأة علم الحديث النبوي منذ عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وحالته في القرون الثلاثة وكتابته وتدوينه، وشروط الأئمة الأربعة ومصنفي الصحاح إلى عصر الإمام ابن ماجه وتحتوى (كذا والصواب يحتوى) على تاريخ حياة الإمام ابن ماجه ومن اعتنى بشرح كتابه والتعليق عليه.

وقد درست الكتاب دراسةً عميقةً فوجدته متينا ممتعًا وإني لا أتوقف، وكذا لايتوقف كل من يطالعه عن الاعتراف بأن المؤلف وفي لهذه العناوين حقها من البحث والتحقيق، وزد على ذلك أنه أتى في أثناء هذه البحوث بنقول نادرة عن الجهابذة الأقدمين واكتشافات بديعة قلما تجدها عند غيره من المؤلفين في هذا العصر.

ولقد استطرد المؤلف في أثناء تحدّثه عن تدوين الحديث إلى ذكر الإمام أبي حنيفة وأصحابه، فأطال في ذكر مالهم من أعمال مجيدة في خدمة الحديث ومالهم من المكانة الرفيعة في هذا العلم ونعى على المحدّثين(وعلى الأقل المتعصبين منهم) ولوعهم بالحط عليهم ورواية مثالبهم عن كل من دب ودرج ورميهم بعدم التمكن في علم الحديث.

وقد دافع المؤلف عن الإمام وأصحابه فأحسن القيام بالدفاع عنهم جزاء الله خيرًا عنا وعن سائر المسلمين اهـ.

والكتاب مطبوع متداول قد طبع مرارًا بكراتشي ولاهور في مفتتح سنن ابن ماجه، و" بقطر" أيضًا بعناية الشيخ عبد الله إبراهيم الأنصاري، مدير إدارة إحياء التراب الإسلامي.

(٣) إمام ابن ماجه اور علم حديث

الإمام ابن ماجه وعلم الحديث : هذا أيضًا ليس كاسمه ولأنه ترجمة الكتاب

السابق، نعم يشتركان في كثير من مباحثهما ويزيد هذا على الأول في ذكر الأمصار ذوات الآثار ومنزلتها في علم السنة وتراجم كبار شيوخ كل مصر من شيوخ ابن ماجه وغيرهم من كبار محدّثي الأحناف، مع فوائد استطرادية تاريخية وحديثية وفقهية، كما ذكر فيه منزلة" جامع سفيان الثوري" و" مسند الإمام أحمد بن حنبل" ببسط شافٍ.

وصدق الشيخ حيث قال في ختام الكتاب ص ٢٤٨ :

" تم الكتاب والحمدلله، وهو من حيث اسمه ترجمة للإمام ابن ماجه وذكر حياته، والحقيقة أنه تأريخ واسع لتدوين الحديث. وتصوير صحيح لجهود المسلمين في حفاظ تعليمات النبي صلى الله عليه وسلم جمعاء لئلا يتطرق أي خلل في الوحي ويتم حجة الله على أهل الملل والأديان أجمعين. ولفظه بالأردوية:

الحمدللہ کتاب ختم ہوئی کہنے کو یہ امام ابن ماجہ کی سوانح عمری ہے۔ لیکن درحقیقت یہ تدوین حدیث کی تفصیلی تاریخ ہے اور مسلمانوں کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جو انھوں نے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لئے اٹھائی ہیں تاکہ امانت وحی کی ذمہ داری میں جو اس امت کے سپرد کی گئی تھی کسی قسم کا رخنہ نہ آنے پائے اور اللہ کی حجت تمام اہل ملل وادیان پر تمام ہو جائے (امام ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۲۴۸)

والكتاب مطبوع متداول طبع بكراتشي غير مرة.

وهما (ماتمس إليه الحاجة وإمام ابن ماجه اور علم حديث) كتابان لايغني أحدهما عن الآخر، ومن اطلع عليهما وتدبر في بحوثهما وترتيبهما وتنسيقهما علم جلالة مؤلفهما شيخنا النعماني، وعلوّ كعبه في التحقيق والتدقيق وحسن طريقته في التصنيف، ولو لم يكن له إلا هذين الكتابين لكفاه، وحق على أهل العلم أن ينسجوا على منواله في تراجم باقي أئمة السنة المطهرة، خاصة الإمام الطحاوي رحمهم الله الجميع، ودين على رقابنا نحن معاشر تلامذته تعريب هذا الكتاب ومقدماته الثلاثة على " مسند الإمام الأعظم" و" كتاب الآثار" و" موطأ الإمام محمد" وسائر مقالاته وخاصة الحديثية منها، ليقف على الفائده منها أهل العلم من أخواننا في بلاد العرب، والله الموفق لنا.

(٤) التعقيبات على الدراسات:

تعليقات مهمة على كتاب" درسات اللبيب في الأسوه الحسنة بالحبيب" للشيخ محمدمعين السندي المتوفي سنة ١١٦١هـ.

وقال العلامة المحقق الناقد البصير عبد الفتاح أبو غدة في" التعليقات الحافلة على الأجوبة الفاضلة" ص ١٦٧، ١٦٨.

" وكتابه هذا يشتمل على اثنى عشرة دراسات تتعلق بمباحث تدور بين الفقه والحديث وتفضيل الصحيحين على كل ماسواهما من كتب السنة.

وقد طبع هذا الكتاب طبعتين: أولاهما في لاهور سنة ١٢٨٤هـ وثانيتهما في كراتشي سنة ١٣٧٧هـ وقام بتحقيق هذه الطبعة تحقيقا علميا تامًّا صديقنا العلامة المحقق المحدّث الفقيه الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني الهندي، فعلّق عليها تعليقات نافعة ضافية وبلغت صفحات الكتاب ٤٥٥ ماعدا الفهارس العامة التي يسرت الانتفاع به لأيسر نظرة، فجزاه الله عن العلم وأهله خيرًا اهـ.

قلت: إلا أن شيخنا أشبع الكلام في المواضع التي قصر فيها العلامة عبد اللطيف السندي في" ذب ذبابات الدراسات" واختصر فيما عدا ذلك.

وقال شيخنا العلامة عبد الفتاح أبو غدة في" التعليقات الحافلة" أيضا ص ٢٠٤، مانصه:

وقد تعقبه ـ معينًا السندي ـ دعواه أصحية ما في الصحيحين مطلقاً ورده على ابن الهمام ـ صديقنا العلامة الشيخ محمد عبدالرشيد النعماني ـ كما سبقت الإشارة إليه، بحواش طويلة علقها هناك كانت كما قال الزمخشري: الزيت مخ الزيتون والحواشي مخمخة المتون" فجزاه الله خيرًا عن العلم وأهله، اهـ.

(٥) التعليقات على ذب ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات:

ومؤلف" الذبّ" هو العلامة المحقق البارع الشيخ عبد اللطيف القرشي السندي المتوفي سنة ١١٨٩هـ، ألّفه للردّ على معين السندي في ما كتبه في "الدراسات" والتعقب عليه، وقد أجاد في الرد عليه وأفاد، وكمّل شيخنا مقصد الكتاب بتعليقاته النفسية القيمة، وأتى بتحقيقات نادرة ونقول مهمة، وقد أثنى

عليها الشيخ العلامة أبو غدة كما سبق، وأثنى عليه في تعليقاته على "الرفع والتكميل" ص ٧٠ من الطبعة الثالثة.

وتعليقات شيخنا مع أصل الكتاب مطبوع بكراتشي سنة ١٣٨١هـ في مجلدين كبيرين بلغت صفحاتهما ١٥٦٠ دون الفهارس العامة التي جاوزت الخمس مائة صفحة.

(٦) مكانة الإمام الأعظم أبي حنيفة في الحديث:

لم يتم إلى الآن وطبع بعض أجزاءه في جريدة" الدراسات الإسلامية" التي تصدر من " إسلام آباد" ومفتتح " تبييض الصحيفة في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة" للحافظ السيوطي، بإداره القرآن والعلوم الإسلامية بكراتشي.

وهذا كتاب لم يُصنف في بابه مثله يشتمل بوادر نادرة، وفوائد علمية أنيقة.

وهذه أهم عناوينه مماتم تأليفه أو سمعتُه من الشيخ:

(١) ثناء الذهبي على أبي حنيفة (٢) ثناء ابن تيمية على أبي حنيفة (٣) كثرة أتباع أبي حنيفة (٤) واعتناءه بطلب الحديث ومعاناته فيه وارتحاله لذلك (٥) كان أبو حنيفة أعلم أهل عصره بالحديث ومن صيارفته (٦) أبو حنيفة على شرط أصح الأسانيد (٧) عداده في الحفاظ (٨) كان أبو حنيفة من أئمة الجرح والتعديل (٩) إمامة أبي حنيفة في الحديث (١٠) أقواله في مصطلح الحديث وعلله (١١) توقي أبي حنيفة في الرواية وشدة شروطه في ذلك (١٢) شدة اتباعه للحديث وشروط قبول الأخبار عنده (١٣) خدماته في علم الحديث وفيه البيان الواسع في كتاب الآثار (١٤) اعتناء الأمة بحديثه حيث كان ذي صفات علية فيه، وفيه بيان من جمع أجزاء في وحدانياته أو مسندًا في أحاديثه أو اعتنى بخدمة مسانيده (١٥) كثرة استعماله للحديث في مذاكراته (١٦) الجواب الإجمالي عن جروح الجارحين عليه (١٧) إجماع الحفاظ على طرح الجروح في ترجمة أبي حنيفة (١٨) اعتداء الألباني على الإمام الهمام، وفيه الجواب التفصيلي عما أورده الألباني عن غير واحد من الحفاظ (١٩) ثناء المجتهدين على أبي حنيفة (٢٠) ثناء المحدّثين على أبي حنيفة (٢١) كثرة من اعتنى بجمع أخباره ومناقبه (٢٢) كثرة الحفاظ والمحدّثين في مذهبه.

وربما يزيد على ذلك، وأهمية هذه العناوين كما ترى، فالله يطيل بقاء شيخنا

ويوفقه لإشبَاع الكلام في ذلك وزيادة.

وقد كثر إعجاب أهل العلم بكتابه هذا مع أنه لم يصدر منه إلا شيئ قليل.

وقد أثنى عليه شيخ شيخنا المحقق العلامة عبد الفتاح أبو غدة ثناء بالغًا في ما كتبه إلى شيخنا، وكان يتمنى أن يطبع ماتم من تأليفه بكويت، ولكنه حال بينه وأمنيته الحرب الخليجي.

وأثنى عليه الشيخ المحقق الداعي أبو الحسن علي الندوي أيضًا في ما كتبه إلى شيخنا بل طبعه في المجلة " البعث الإسلامي " بلكهنؤ.

(٧) التعليق القويم على مقدمة كتاب التعليم:

للعلامة مسعود بن شيبة السندي من علماء القرن السابع، ألّفه للرد على " مغيث الخلق لابن الجويني " و" المنخول " للغزالي، فإنهما ردا على أبي حنيفة ومذهبه، وأفرطا فيه، وقد قسا مسعود أيضًا فيما ردّ عليهما.

وتعليقات شيخنا عليها كاسمها تعليقات قويمة.

وقد زادت على أصل الكتاب بأضعاف وأضعاف، وفيها من التحقيقات النادرة والفوائد مالا توجد في غيرها مجتمعة، ولاسيما فيما يتعلق بتابعية الإمام أبي حنيفة وتصانيفه.

ثم وقفتُ على مكتوبين للعلامة أبي الوفاء الأفغاني إلى شيخنا أثنى فيهما على هذا " التعليق " ثناء عاطرًا

وهذا بعض مايقوله في مكتوبه الذي كتبه إلى شيخنا يوم الخميس ٢٢ من جمادى الأولى سنة ١٣٨١هـ

" وقد وصلت الأوراق الأخيرة من كتاب التعليم أيضًا، ومع قلّة فرصتي طالعتها في آخر الليل وأتممتها، والتعليق قيميّ جدًّا، يقدره أهل العلم حق قدره، والحمدلله على ذلك، وأفاض الله عليك من فيوضه وبارك في قلمك وشَكَرَ مساعيك، بذلتَ مجهودك وسعيتَ سعيك في اقتناص الفوائد من مظان بعيدة.

وكان التعليق – لعذوبته – جذب قلبي حتى لم اشتغل بعمل آخر إلى إتمامه، ولفظه بالأردوية:

کتاب التعلیم کے اخیر صفحات بھی وصول پائے مطالعہ کی اگرچہ فرصت نہیں، لیکن میں نے اخیر

شب میں ان کا مطالعہ کیا اور فارغ ہوا۔ بحمد اللہ تعالیٰ تعلیق بے حد قیمتی ہے۔ اہل علم اس کی بہت قدر کریں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فیوض سے مالا مال کردے، آپ نے اس کے لئے بڑی جدوجہد کی، کہاں کہاں سے مضامین فراہم کئے، ماشاء اللہ۔ بارك الله تعالىٰ في قلمك وشكر مساعيك، تعلیق اتنی دلچسپ تھی کہ سب کام چھوڑ کر جب تک پوری کتاب ختم نہ ہوئی ہاتھ سے نہ رکھی۔ اب مقدمہ کی انتظاری ہے۔ اللہ جل شانہٗ اس کو کمال کے ساتھ اتمام کو پہنچائے، ذب ذبابات کی جلد ثانی کے طباعت کی خبر سے بھی بے حد خوشی ہوئی الخ۔

ابوالوفاء

از جلال کوچہ ۴۶۵ حیدرآباد دکن

یوم پنجشنبہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

(٨) ماخالف فيه أبو حنيفة إبراهيم النخعي:

جزء صغير جرّده من كتاب الآثار رواية الإمام محمد للردّ على صاحب "الإنصاف" حيث زعم في كتابه هذا أن أبا حنيفة كان مخرّجًا على مذهب إبراهيم النخعي ولازمًا له بشدة، لايكاد يخالفه.

وقد أشار إلى هذا الجزء في هامش "ماتمس إليه الحاجة" عند الرد على مافي "الإنصاف" في ذلك.

وهو مخطوط لم يطبع بعد، ربما يزاد فيه من "المُصَنَّفَيْن" و"كتاب الآثار" رواية الإمام أبي يوسف، وكانت هذه الكتب مخطوطة إذ ذاك.

(٩) كتاب في ترتيب الآثار رواية محمد على المسانيد:

وعدد المرويات فيه وانتقاء الفوائد منه، ألفه قبل نحو خمسين سنة، ولم يطبع إلى الآن مع أنه أهمّ مايكون، وربما يفعل مثل مافي باقي نسخ الآثار، والله يبارك في حياته وعمله.

(١٠) رجال كتاب الآثار رواية محمد:

قديم العهد بالتأليف مخطوط إلى الآن لم يطبع بعد، وقد تمّ تسويده، وبه ينجبر ما في "الإيثار" لابن حجر من الخلل إن الله تعالىٰ.

(١١) رجال جامع المسانيد:

شرع فيه قديمًا، لم يتمّ إلى الآن.

(١٢) ترجمة كتاب الآثار:

إلى الأردوية مع شرح بعض مافيه من الغريب والفقه، شرع فيه قبل سنين متطاولة ولم يتم إلى الآن.

وقديمًا كانت أمنيته أن يضع على" كتاب الآثار" شرحًا متوسطًا بالعربية يحل مغلقاته ويشرح غريبه ويوضح ما فيه من الفقه والمسائل، ولكن العوائق تعوقه والله الميسر له فإنه ميسر كل عسير.

(١٣) فتح الأعز الأكرم لتخريج الحزب الأعظم:

تخريج لأدعية" الحزب الأعظم والورد الأفخم" للعلامة المحدّث على القارى المتوفى ١٠١٤هـ من موارد المؤلف ومصادره وهى:" الحصن الحصين" للجزرى، و" الأذكار" للنووى، و" الكلم الطيب والقول المختار فى المأثور من الدعوات والأذكار" و" الجامع الكبير"و"الجامع الصغير" و" الدرّ المنثور فى التفسير بالمأثور" للسيوطى ، و" القول البديع" للسخاوى، رحمهم الله تعالى، إلا أن شيخنا لم يقف على" الكلم الطيب" للسيوطى.

وقال شيخنا فى مقدمة" التخريج ص ٤ : طالما كانت يخلتج فى صدرى أن أتتبع مآخذه و أتفحص مراجعه وإذا ظفرت فيها رواية أعزوها إلى من خرجها وأسندها كماذكرها صاحب المأخذ والعهدة عليه وأبين المأخذ بعد كل رواية. إذ قد التمس منى بعض خلص الإخوان السيد الشريف عبد الجميل البهاولبورى نزيل المدينة المنورة من أصحاب الشيخ العارف المحدّث بدر عالم الميرتهى ثم المدنى، تخريج روايات الكتاب فقلت لبيك ذاك بغيتى وملتمسى ولكن الأمر بيد الله سبحانه وتعالىٰ، فلما شرعت فى التخريج عاقتنى عوائق ولحقتنى عوارض مرضتُ فطال مرضى، أصابنى دوار وكثر نزول الماء فى العين وأخذنى اليرقان فضعفت قوتى وقلّت حيلتي، ومع ذلك فلم أظفر على جميع المآخذ، فكتاب" الكلم الطيب والقول المختار فى المأثور من الدعوات والأذكار" للحافظ السيوطى لم أره إلى الآن، وأما "الجامع الكبير" المعروف بجمع الجوامع وإن لم أره أيضًا، لكن الإمام المحدّث الزاهد على المتقى رحمه الله قد رتب " الجامعين" له فى كتاب سماه" كنز العمال" فى إكماله لذلك ثم منّ الله علىّ بالصحة والعافية

ووفقني لإكماله في أقصر مدة، وتعذر الوقوف على أربعة من الأحاديث أو خمسة لعدم الوصول على مأخذها اهـ.

وقال أيضًا: (ص ٧): والأدعية المذكورة في "الحزب الأعظم" أكثرها قد وردت في روايات صحيحة أو حسنة وبعضها جاءت في روايات ضعيفة، والموضوع لايكاد يوجد فيها إلانادرًا كما ستري في هذا التخريج، وقد صرح العلماء من المحدّثين والفقهاء وغيرهم: يجوز بل يستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب والأذكار والأدعية بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعًا اهـ.

وطبع تخريج شيخنا مع أصل الكتاب وترجمة العلامة المحدّث بدر عالم الميرتهي إلى الأردوية بكراتشي، وعني بنشره مجلس الدعوة والتحقيق الإسلامي، علّامة محمد يوسف بنوري تاؤن كراتشي رقم ٥ باكستان سنة ١٤٠١هـ.

(١٤) یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں:

شخصية يزيد عند أهل السنة.

(١٥) شہداء کربلا پر افتراء: شہادت حسین کے بارے میں ایک خودساختہ داستان کا علمی جائزہ۔

الافتراء على شهداء كربلاء، في ردّ أسطورَة شهادة الحسين رضي الله عنه.

(١٦) اکابر صحابہ پر بہتان: شہادت سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک خودساختہ فسانہ کا تحقیقی جائزہ۔

الافتراء على أكابر الصحابة في ردّ أسطورة في شهادة سيدنا عثمان ذي النورين رضي الله عنه.

ثلاثتها في الأردوية للرد على الفرقة الناصبية وقمع فتنهم، مفيدة في بابها، حاملة للتحقيقات العلمية، وخاصة الرسالة الأولى، ففيها بيان واضح لآراء أهل السنة في يزيد بكل عدل وإنصاف.

ولشيخنا مقدمات مفيدة علمية على كتب عدة، منها:

(١) **مقدمة كتاب الآثار:**

مقدمة كتاب الآثار للإمام الأعظم أبي حنيفة برواية الإمام محمد بن الحسن الشيباني، المطبوع مع ترجمته بالأردوية.

تشتمل على بيان مكانة الإمام الأعظم في علم الحديث وحفظه واعتناء الأمة

وتلقيهم كتابه" الآثار" بالقبول وبحث مفيد عن كتاب الآثار ونسخه

(٢) مقدمة مسند الإمام الأعظم للحصكفي:

المطبوعة مع ترجمته بالأردوية، تشتمل على بحث مفصل عن مسانيد الإمام الأعظم أبي حنيفة رضي الله عنه وتراجم جامعيهم ومنزلتها من بين كتب السنة، وبيان واسع عن المعتنين بمسانيد الإمام شرحًا أو تعليقًا أو اختصاراً، وهذه المقدمة عليها جلّ مدار الشيخ أمين الأوركزئي في كتابه" مسانيد الإمام الأعظم، أبي حنيفة وعدد مروياته من المرفوعات والموقوفات والآثار"

(٣) مقدمة الموطأ للإمام مالك: رواية الإمام محمد.

تشتمل على بيان منزلة كتاب الموطأ من بين كتب السنة بتحقيق وتدقيق وبحث وافٍ عن نسخه ورواياته ووجوه ترجيح نسخة محمد على نسخة يحيى وترجمة الإمام محمد ومكانته في علم الحديث وحفظه.

(٤) مقدمة تفسير ابن كثير المترجم إلى الأردوية.

(٥) مقدمة بلوغ المرام المترجم إلى الأردوية.

(٦) مقدمة شرح الكافية في التصوف وتصحيحه.

(٧) مقدمة تذكرة علماء الهند.

ومما كتب فيه الشيخ كلمة تقريظًا أو تعريفًا وتائيدًا:

(١) ملفوظات حضرت رائپوری

(٢) معجم القرآن.

(٣) سیرت مولانا محمد احسن نانوتوی

(٤) متفقہ فتاوی کفر پرویز۔

(٥) حالات بزرگان دین۔

(٦) استخلاف يزيد.

(٧) سبيل الرشاد.

وله مقالات ومضامين علمية طبعت في المجلات العملية وشاعت، وقد جمعتُها من مظانها، وفوّضتُها إلى شقيقه الشيخ عبد الرحمن غضنفر لينشرها مجموعة باسم " مقالاتِ نعماني" والله الموفق له.

وهذه فهرسة مقالاته المطبوعة:

(١) تبصرة على المدخل للحاكم النيسابوري:

مقالة طويلة تشتمل على انتقاد جيد علمي، مشتمل على مباحث أنيقة من مصطلح الحديث، طبع في جريدة" برهان" التي تصدر من ندوة المصنفين بدهلي، وسيعاد طبعه مع"المدخل" إن شاء الله تعالیٰ.

(٢) معتبر روایات کا انکار:

طويلة أيضًا في ردّ الشيخ عبد القدوس الهاشمي حيث حاول ادعاء وضع كثير من الأحاديث المقبولة في مقالة" نامعتبر روايات" أفاض فيها الكلام على تلك الأحاديث من حيث الصناعة الحديثية مع ذكر فوائد تتعلق بالكتب المؤلفة في الأحاديث الموضوعة والمشتهرة والتحريض على التوقي والحذر في نفي الحديث وانكاره، مهمة في بابها.

(٣) کیا یہی اسلام ہے؟ مدیر طلوع اسلام کے عقائد ونظریات کی تشریح خود ان ہی کے قلم سے۔

(٤) مسٹر پرویز کا خط اور اس کا جواب۔

(٥) مسئلہ رفع یدین اور اہل حدیث۔

(٦) برصغیر کی علمی خدمات۔

(٧) تقلید مجتہدین خیر القرون میں۔

(٨) ناصبیت تحقیق کے بھیس میں

(٩) قصیدۂ نعتیہ جائزہ وتبصرہ۔

(١٠) مسلمانوں کی علمی خدمات۔

(١١) کچھ انیس الارواح کے بارے میں

(١٢) انسان کی وراثت۔

(١٣) نادر مخطوطات۔

(١٤) کتب خانہ مظہر العلوم کے نادر مخطوطات۔

(١٥) میری پونجی کھوگئی۔

(١٦) مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب میری نظر میں۔

(١٧) ہند میں دین حنیفی اور مذہب حنفی کا گہوارہ۔

(۱۸) مہر رسالت طلوع سے پہلے۔
(۱۹) کیا از روئے تقویم اسلامی تاریخ کے دن کا تعین کیا جا سکتا ہے؟
(۲۰) مروّجہ سنہ عیسوی میں کیا کیا اصلاحیں ہوئیں؟
(۲۱) حضرت علی اور علوم نبوی۔
(۲۲) غلطی ہائے مضامین مت پوچھ۔
(۲۳) سیرت امام شافعی پر ایک نظر۔
(۲۴) تبصرہ بر سیرت امام بخاری۔
(۲۵) مولانا بنوری میری نظر میں۔
(۲۶) منصب نبوت کا انکار۔
(۲۷) کفر اعتقادی اور کفر عملی۔
(۲۸) مغفرت عام کا اعلان۔
(۲۹) اللہ کی رحمت کے سایہ میں۔
(۳۰) فتوی کفر بر شیعہ اثنا عشریہ۔
(۳۱) پاکستان کے موجودہ حالات۔
(۳۲) جہاد افغانستان اور ہمارا فریضہ۔
(۳۳) خوست کے محاذ پر ایک دن۔
(۳۴) فکر و نظر (اداریہ ''بینات'' ۱۳۸۲ھ جمادی الثانیہ تا ۱۳۸۳ھ صفر۔
(۳۵) تعارف ''بینات'' ۱۳۸۲ھ جمادی الثانیہ کے پہلے شمارے میں۔

وكان رئيس التحرير لمجلة علمية شهرية تسمى "بينات" التي تصدر من كراتشي حين صدرت المجلة في عام ١٩٦١-١٩٦٢م.

(۳٦) ایک استفسار اور اس کا جواب (بینات ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ)
(۳۷) لا مذہبیت کا فتنہ لا دینیت پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

المقتبسون من كتبه:

وقد تقبل الله تعالىٰ تآليف شيخنا بقبول حسن، فتلقّاها أهل العلم بالقبول، ونظروا فيها واستفادوا منها ونقلوا من فوائدها في كتبهم، وحرّضوا على مطالعتها، وإليك أسماء من وقفنا عليهم في ذلك:

فمنهم : الشيخ الأجل الفقيه المحدّث المحقق المفتى السيد مهدى حسن الشاهجانبورى.

فقد شحن مقدمة كتابه الهامّ النافع" قلائد الأزهار" على كتاب الآثار بنقول فريدة من " ماتمس إليه الحاجة" لشيخنا مُثنيا على النقول والكتاب والمؤلف، أنظر ذلك من الكتاب المذكورة ١ :٣، ٤ ، ٥، ٦، ٨، ٩، ١٤ ، ١٥، ٢٥.

وكذلك استفاد كثيرًا من" ماتمس إليه الحاجة" شيخ شيخنا العلاّمة الفقيه المحدّث البارع الشيخ أبو الوفاء الأفغانى، صاحب الأيادى البيض على العلم وأهله فى مقدمة تحقيقه وتعليقه على كتاب الآثار من رواية محمد بن الحسن الشيبانى.

وقد أنكر رحمه الله تعالىٰ فى مقدمة كتاب الآثار من رواية أبى يوسف أن يكون كتاب الآثار من تآليف الإمام الأعظم رحمه الله تعالىٰ.

وقد ذاكره فى ذلك شيخنا فلم يقض بشئ ثم لما صنف شيخنا كتاب "ماتمس إليه الحاجة" وطالعه الشيخ الأفغانى رجع من رأيه، وصدع فى مقدمته لكتاب الآثار من رواية محمد بن الحسن أنه من تآليف الإمام الأعظم، وضمن مقدمته بتحقيقات شيخنا بدون أن يعزوها إليه، انظر منه ص ١، ٣، ٤، ٨، ٩.

ومنهم : العلاّمة الحبر البحر المحدّث المسند المعروف بشيخ الحديث زكريا بن يحيى الكاندهلوى:

فقد نقل رحمه الله تعالىٰ كثيرًا من تعليقات شيخنا على الدراسات و"ما تمس إليه الحاجة" و" ابن ماجه اور علم حديث" وانظر من مقدمة " لامع الدرارى" ص ٤٧، ٤٨، ٤٩، ٦١، ٦٢، ٦٧، ٧٠، ١٤٠، ١٤٢، ٢٠٧.

وأشياء أخر نقلها عنه للردّ عليه كما فى ص ٥١، ٥٣، ٥٤، ولكن ردّ الشيخ هناك غير ناهض لما لبسطه موضع آخر.

ومنهم: العلاّمة المحقق الداعى يوسف بن الداعية الإمام إلياس الكاندهلوى:

فقد نقل فوائد هامّة من" ماتمس إليه الحاجة" فى مقدمة كتابه"أمانى الأحبار" أنظر ص ٦٤، ٦٥.

ومنهم: العلامة محدّث العصر المحقق السيد محمد يوسف بن زكريا البنورى:

فقد نقل من "ماتمس إليه الحاجة" في كتابه المهم "معارف السنن" ٣: ٤٢٤.

وقال في ١: ١٧، ما لفظه:

"ولصديقنا المحقق النعماني بحوث واسعة في كتابيه بالعربية والأردية ما يتعلق بابن ماجه فليراجعهما من شاء.

ومنهم: العلّامة المحدّث الناقد الشيخ عبد الفتاح أبو غدة.

نقل من كتب شيخنا في تآليفه، كالتعليقات الحافلة على الأجوبة الفاضلة" نقل فيها من "التعقيبات على الدراسات" و"ماتمس إليه الحاجة" أنظر لذلك ص ٧١، ١٤٦، ١٤٧، ٢١٠، ٢١٤، ٢٣٨.

وأثنى فيها على "التعقيبات" و"التعليقات" وعلى مؤلفهما ثناء بليغًا وحرّض على مطالعتهما، أنظر لذلك ص ١٦٨، ٢٠٤.

ومما يقوله في ص ٢٠٤:

وقد تعقبه (معينًا السندي) في دعواه أصحية ما في الصحيحين مطلقًا، وردّه على ابن الهمام. صديقنا العلامة الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني الهندي كما سبقت الإشارة إليه بحواش طويلة علّقها هناك كانت كما قال الزمخشري: "الزيت مخ الزيتون والحواشي مخمخة المتون" فجزاه الله خيرًا عن العلم وأهله.

وقال في ص ١٦٨ ما نصه:

وقد طبع هذا الكتاب - "دراسات اللبيب" - طبعتين أولاهما في لاهور...... وثانيتهما في كراتشي...... وقام بتحقيق هذه الطبعة تحقيقًا علميًا تامًا صديقنا العلامة المحقق المحدّث الفقيه الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني الهندي فعلّق عليها تعليقات نافعة ضافية وبلغت صفحات الكتاب ٤٥٥ ما عدا الفهارس العامة يسّرت الانتفاع به لأيسر نظرة فجزاء الله عن العلم وأهله خيرًا.

وقد تعقب كتاب "الدراسات" تعقبًا تامًّا دقيقًا العلامة المحقق البارع الشيخ عبد اللطيف القرشي السندي أيضًا المتوفى سنة ١١٨٩هـ بكتاب ضخم كبير جدًّا أسماه "ذبّ ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات" وطبع في كراتشي سنة ١٣٨١هـ في مجلدين كبيرين بلغت صفحاتهما ١٥٦٠ دون الفهارس

العامة التي جاوزت الخمس مائة صفحة، وحققه أيضًا الأخ العلّامة الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني حفظه الله تعالىٰ وأثابه على جهوده وتحقيقه أطيب الجزاء.

ونقل الشيخ العلامة عبد الفتاح أبو غدة من تآليفه وفوائده وأحال عليها في تعليقاته على" الرفع والتكميل" أيضًا: أنظر ص ٧٠ من الطبعة الثالثة ففيه قوله:

وقد استوفى العلامة الناقد المحقق الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني الهندي نقض زعم الدار قطني في الإمام أبي حنيفة أفضل استيفاءٍ، وكشف عن تعصبه لمذهب الشافعي بجلاء وبرهان في تعليقه النفيس على كتاب ذبّ ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات للعلامة الشيخ عبد اللطيف السندي ٢: ٢٨٤-٢٩٧، فانظره لزامًا، و انظر ص ١٤٥ من الطبعة الثالثة أيضًا. ففيه الإحالة على فائدة هامة من "ماتمس إليه الحاجة" وانظر ص ٢٣١، ففيه قوله:

ويؤيده - اعتبار سكوت المتكلمين في الرجال إذا لم يأت بمتن منكر توثيقًا - ماجاء في كلام ابن أبي حاتم نفسه.

فقد كتب إلى الأخ المفضال والعلامة المحدِّث الناقد الفقيه فضيلة الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني من كراتشي في باكستان حفظه الله ورعاه وأمتع به: مايلي:

"وجدتُ في أثناء مطالعتي في كتاب" الجرح والتعديل" لا بن أبي حاتم ١/١: ٣٦ قوله:" بابٌ في رواية الثقة عن غير المطعون عليه أنها تقوّيه، وعن المطعون عليه أنها لاتقوّيه.

حدثنا عبد الرحمن، قال: سألتُ أبي عن رواية الثقات عن رجل غير ثقة ممايقوّيه؟ قال: إذا كان معروفًا بالضعف لم تقوّه روايتُه عنه، وإذا كان مجهولاً نفعه رواية الثقة عنه" انتهى.

فهذا نص في أن الثقة إذا روى عن رجل لم يضعف: نفعه ذلك، فسكوت البخاري و ابن أبي حاتم وغيرهما يدلّ على تقوية الرجل إذا روى عنه الثقة، ولذلك يقول ابن حجر مرارًا؛ "إن البخاري أو ابن أبي حاتم ذكره وسكت عليه، أو: لم يذكر فيه جرحًا" انتهى كلام العلامة محمد عبد الرشيد، وهذا يؤيّد مامشى عليه جمهور كبار الحفاظ المتأخرين كما أسلفت.

وأنظر ص ٢٤٧، ففيه قوله:

هذا وقد كتبت هذا البحث في خلال سفري في مدينة كراتشي أثناء زيارتي لباكستان في شوال عام ١٣٩٩، وأطلعت عليه هناك الأخوين الكريمين العالمين فضيلة الشيخ العلامة المحدّث الفقيه الناقد الماهر المحقق الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني، وفضيلة العلامة المحدّث الفقيه البارع المحقق الشيخ محمد تقي العثماني حفظهما الله تعالىٰ، فاستحسناه أو أقرّاه، ثم قدّم لي فضيلة الشيخ محمد عبد الرشيد بعض الشواهد المؤيدة لهذا البحث آنذاك ثم بعث إليّ بشواهد أخرى من كراتشي فجزاه الله تعالى عني وعن العلم خيرإجزاء.

وأثنى على تحقيقه وتعليقه على كتاب" دراسات اللبيب" و "ذبّ ذبابات الدراسات" الشيخ المحقق عبد الفتاح أبو غدة في تعليقاته على " إقامة الحجّة على أن الإكثار في التعبّد ليس ببدعة" ص ٣٦ (طبع حلب ١٣٨٦هـ) بمثل ما أثنى به في تعليقاته على" الأجوبة الفاضلة"

ومنهم: العلامة المحدّث البارع محيي السنة وماحي البدعة بقلمه وبنانه الشيخ أبو الزاهد محمد سرفراز خان صفدر: حيث قال في خطبة كتابه" مقام حضرت إمام أبو حنيفة" ص ١٤ طبع لاهور سنة ١٣٨١هـ ماملخصه بالعربية:

وما في كتابنا هذا من النقول فأكثرها قد أخرجنا من مظانها باستعانة كتب الأكابر، وما فيه من" الإعلان بالتوبيخ لمن ذمّ التاريخ" للسخاوي و" عقود الجمان" للعلامة الصالحي و" مناقب أبي حنيفة وصاحبيه" للعلامة الذهبي و "الرواة الثقات المتكلم فيهم بما لايوجب ردّهم" له أيضًا، فمن" ابن ماجه اور علم حديث" و"ماتمس إليه الحاجة" لمولانا محمد عبد الرشيد النعماني: حيث لم نظفر بهذه الكتب، ولفظه بالأردوية:

(۴) اس کتاب میں جتنے حوالجات درج ہیں۔ان میں اکثر براہ راست راقم السطور نے خود کتابوں میں دیکھے ہیں، اور بعض کتابیں مثلاً "الإعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ للسخاوی، عقود الجمان للعلامة الصالحیؒ، مناقب أبي حنيفة وصاحبيه للعلامة الذهبیؒ، الرواة الثقات المتكلم فيهم بمالايوجب ردّهم للذهبی" وغیرہ بعض حوالے ہم نے حضرت مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی کی کتاب "ابن ماجہ اور علم حدیث" اور "ماتمس إليه الحاجة" سے لئے

ہیں کیونکہ براہ راست یہ کتابیں ہمیں دستیاب نہیں ہوسکیں۔

سخنہائے گفتنی

از مقام حضرت امام ابوحنیفہ، ص ۱۴

و منهم العلامة المحدّث المحقق البارع الفقيه محمد تقي العثماني.

فقد نقل من "ماتمس إليه الحاجة" انظر "تقليد كى شرعى حيثيت" له ص ١٤٣. وكذا في مقدمة أماليه على جامع الترمذي.

و منهم: الشيخ المحقق وهبي سليمان غاوجي. فقد نقل عن شيخنا في غير موضع من كتابه "أبو حنيفة إمام أئمة الفقهاء" من "ماتمس إليه الحاجة" و"التعليق القويم" انظر منه ص ١٧١-١٨١، ٢١٥، ٢٢٠، ٢٢٤، ٢٨٧، ٣١٢.

وأثنى على شيخنا في مواضع بالشيخ المحقق و المحدّث الفقيه الشيخ.

ومنهم: الشيخ الدكتور سعدى الهاشمي، فنقل في كتابه "أبو زرعة الرازي وجهوده في السنة النبوية مع تحقيق كتابه الضعفاء وأجوبته على أسئلة البرذعي" الباب الثالث منه عند الكلام على سنن ابن ماجه، ص ١٠١٩، ١٠٢٠.

و منهم: الشيخ الدكتور امتياز أحمد، عميد كلية المعارف الإسلامية بجامعة كراتشي.

فقد نقل في "دلائل التوثيق المبكر للسنة والحديث" الطبعة الأولى عام ١٤١٠، ونقله إلى العربية الدكتور عبد المعطى أمين قلعجي من كتاب شيخنا "إمام ابن ماجه اور علم حديث"

و منهم: الشيخ الفاضل المحقق المفتي محمد عاقل السهانبوري.

فقد نقل كثيرًا من شيخنا بعضه من تآليفه مباشرة وبعضه بواسطة شيخ الحديث العلّامة زكريا الكاندهلوي المدني، انظر في مقدمة الفيض السمائي على سنن النسائي ص ٩، ١٠، ١١، ٢٠، ٢٢، ٣١، ٤١، ٤٤، ٥٩، وفي بعض ذلك مخالفة للشيخ في بعض آراءه ولكن الدليل في جلّ ذلك مع شيخنا ولله الحمد.

و منهم: الشيخ الفاضل حنيف الكنكوهي.

أنظر ترجمة ابن ماجه ومايتعلق بسننه في "ظفر المحصلين" له.

و منهم: الشيخ الفاضل محمد على الصديقي الكاندهلوي.

حيث نقل فی کتابه" إمام أعظم اور علم الحديث" من" ماتمس إليه الحاجة"، و" ابن ماجه اور علم حديث" و" التعقيبات على الدراسات" أنظر منه ص ١٣٩، ٣٣٧، ٣٣٨، ٥٥٥، ٥٥٦، ٦٢١، ويظهر أنه استفاد كثيرًا في كتابه هذا من تآليف شيخنا ونسج كثيرًا من مباحثه على منوال شيخنا. والله أعلم.

ومنهم: الشيخ تقى الدين الندوى المظاهرى فقد نقل كثيرًا فى كتابه" محدثين عظام اوران كے علمى كارنامے" من" ماتمس إليه الحاجة" انظر منه ص٧٦، ١٦١، ١٧١، ١٩٦، ٢٢٤، ٢٥٠، ٢٥١، ٢٥٧، ٢٧٠، ٢٨٢، وقدناقشه فيما ينقله.

ومنهم: الشيخ الفاضل المفتى نظام الدين الشامزئى أستاذالحديث بجامعة العلوم الإسلامية، علامه محمد يوسف بنورى تاؤن كراتشى رقم ٥

حيث نقل فى" شرح مقدمة صحيح مسلم" له من" ماتمس إليه الحاجة" بواسطة" محدثين عظام" انظر منه ص ٤٦.

ففيها قوله:" مولانا عبدالرشيد صاحب كى تحقيق ہے كہ امام مسلم مالكى المذہب تھے۔يعنى" يرى الشيخ عبد الرشيد النعمانى أن الإمام مسلمًا كان مالكى المذهب" كذا قال تبعًا للشيخ تقى الدين الندوى، والحقيقة أن هذا رأى الشيخ العلامة إبراهيم بن الشيخ عبد اللطيف السندى فى كتابه" سحق الأغبياء من الطاعنين فى كمل الأولياء واتقياء العلماء" وأما شيخنا فصوّب فى ذلك مانقله الشيخ طاهر الجزائرى فى" توجيه النظر إلى أصول الأثر" عن بعض الفضلاء من أن مسلمًا والترمذى والنسائى و ابن ماجة و ابن خزيمة ونحوهم على مذهب أهل الحديث ليسوا مقلدين لواحد من العلماء ولاهم من الأئمة المجتهدين بل يميلون إلى قول أئمة الحديث كالشافعي وأحمد وإسحاق وأبى عبيد وأمثالهم وهم إلى مذهب أهل الحجاز أميل منهم إلى مذهب أهل العراق، راجع" ماتمس إليه الحاجة" ص ٢٥، إلى ص ٢٧.

مبايعته فى الطريقة

بايع فى الطريقة على شيخه الأجل الورع الزاهد العارف بالله حيدر حسن خان التونكي(١) واستفاض منه فيوضًا كثيرة فنال الإجازة منه وهو شابٌّ.

(١) ليلة ٢٤ من شعبان سنة ١٣٥٣ ثلاث وخمسين وثلاثمائة وألف.

عن شيخ المشايخ العارف بالله إمداد الله المهاجر المكي.

عن الشيخ ميان جي نور محمد الجهنجهانوي.

عن الشيخ الحاج عبد الرحيم الولايتي الشهيد.

عن الشيخ عبد الباري.

عن الشيخ عبد الهادي.

عن الشيخ عضد الدين.

عن الشيخ شاه محمدالمكي.

عن الشيخ محمدي.

عن الشيخ محب الله،

عن الشيخ شاه أبي سعيد الكنكوهي.

عن الشيخ نظام الدين البلخي.

عن الشيخ جلال الدين التهانيسري.

عن قطب العالم شاه عبد القدوس الكنكوهي.

عن الشيخ محمد الفاروقي.

عن الشيخ المخدوم عارف الفاروقي.

عن الشيخ عبد الحق الردولوي.

عن الشيخ جلال الدين الباني بتي.

عن الشيخ شمس الدين التركي.

عن الشيخ المخدوم علاء الدين الصابري.

عن الشيخ فريد الدين مسعود شكر كنج.

عن الشيخ قطب الدين بختيار كاكي.

عن الشيخ خواجه معين الدين الجشتي السجزي.

عن الشيخ خواجه عثمان الهاروني.

عن الشيخ خواجه شريف الترمذي.

عن الشيخ خواجه قطب الدين المودود.

عن الشيخ ناصر الدين أبي يوسف.

عن السيخ أبي محمد الجشتي.

عن الشيخ أبي إسحاق الشامي.

عن الشيخ ممشاد الدينوزي.

عن الشيخ هبيره البصري.

عن الشيخ حذيفة البصري.

عن الشيخ إبراهيم بن أدهم البلخي،

عن الشيخ فضيل بن عياض المكي.

عن الشيخ خواجه عبد الواحد بن زيد البصري.

عن الشيخ فقيه الأمة حسن البصري.

عن مرجع المشايخ باب دار الحكمة على بن أبي طالب، رضي الله تعالىٰ عنهم.

عن سيد الكونين فخر العالمين ختم الأنبياء والمرسلين وسيدنا محمد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله وأصحابه أجميعن.

ثم أخذ الطريقة عن الشيخ الكبير الزاهد الورع عبد القادر الرائبوري، عن العارف بالله الزاهد الشيخ عبد الرحيم الرايبوري.

ثم أخذ بعد وفاته عن الشيخ الكبير الورع الزاهد شيخ الحديث زكريا بن يحيى الكاندهلوي، عن الشيخ الأجل العارف بالله خليل أحمد السهانبوري.

وأجازه في الطريقة الشيخ الكبير الداعي أبو الحسن على الندوي اللكنوي، عن الشيخ الكبير عبد القادر الرايبوري.

وأجازه أيضا الشيخ الصوفي محمد إقبال المهاجر المدني، عن الشيخ الكبير زكريا بن يحيى الكاندهلوي.

وحضر مجلس حكيم الأمة العلامة الزاهد أشرف على التهانوي.

وصحب الشيخ شيخ العرب والعجم العلاّمة المجاهد الزاهد حسين أحمد المدني أيضًا يومًا.

وصحب الشيخ العارف بالله العلامة الصوفي السيد أصغر حسين الديوبندي أيضا.

وصحب العلامة العارف بالله الزاهد الورع رئيس الدعوة والتبليغ الشيخ إلياس الكاندهلوي، و ابنه العلامة المحقق رئيس الدعوة والتبليغ الزاهد الخطيب

المصقع محمد يوسف الكاندهلوي سنة وستة أشهر، وغيرهم من المشايخ رحم الله الجميع ورضي عنهم ورضي الأبرار.

أسانيده في الحديث

ولشيخنا أسانيد عالية كثيرة من المشايخ الذين كانوا غرر عصرهم ومسانيد وقتهم، أشهرها:

من طريق شيخه الجليل والعالم النبيل مولانا محمد قدير بخش البدايوني رحمه الله تعالى رحمة واسعة عن شيخه ووالده الشيخ حافظ بخش البدايوني والشيخ عبد المقتدر البدايوني بروايتهما عن الشيخ أبي عبد المقتدر عبد القادر عن أبيه العالم الشهير الشيخ فضل رسول الأموي البدايوني والشيخ جمال عمر مفتي الحنفية بمكة المحمية وهما يرويان عن شيخ الحرم محدّث القرن المنصرم خاتمة الحفاظ النملا محمد عابد الأنصاري الخزرجي السندي المدني بإسناده المذكور في ثبته المسمى" بحصر الشارد فيما حواه أسانيد محمد عابد"

ح ويروي عن شيخه الأجل الزاهد القدوة العلامة المحدّث مدرس المعقول والمنقول حاوي الفروع والأصول مولانا حيدرحسن خان التونكي شيخ الحديث بدار العلوم لندوة العلماء رحمه الله ورضي عنه رضي الأبرار عن الشيخ الجليل السيد محمد نذير حسين الدهلوي، عن الشيخ الأجل المشتهر في الآفاق أبي سليمان إسحاق ابن بنت عبد العزيز الدهلوي. عن الإمام الأوحد الرحلة الشيخ عبد العزيز الدهلوي عن أبيه الإمام الهمام حجة الإسلام أبي عبد العزيز قطب الدين أحمد المدعو بولي الله بن أبي الفيض عبد الرحيم العمري الدهلوي بإسناده المذكور في" الإرشاد إلى مهمات الإسناد"

ح ويروي عن شيخه العلامة الزاهد المذكور وعن أخيه الأكبر العلامة المحقق والفهامة المدقق الإمام الحبر البحر المحدّث الفقيه الأصولي المتكلم المؤرخ أعلم أهل عصره بالرجال مولانا محمود حسن خان التونكي صاحب" معجم المصنفين" رحمه الله تعالى وهما يرويان عن المحدّث المتقن الشيخ القاضي حسين بن محسن الأنصاري الخزرجي السعدي اليماني، وهو عن شيخه المحدّث محمد بن ناصر الحازمي عن شيخ المشايخ القاضي محمد بن علي الشوكاني

بإسناده المذكور فى" إتحاف الأكابر بإسناد الدفاتر" (١)

هذه الأسانيد الثلاثة متصلة بالقراءة والسماع.

وللشيخ محمود حسن خان التونكى إجازة عن العلامة المحدث المقرئ عبد الرحمن البانى بتى، عن الإمام الهمام شيخ الائمة الأعلام عبد العزيز بن الإمام حجة الإسلام ولى الله العمرى المحدث الدهلوى.

ولشيخنا إجازات عن كثير من المشايخ:

منهم: الشيخ مدرس المعقول والمنقول العلامة محمد يٰس البريلوى رحمه الله تعالىٰ، وحصلت له الإجازة عن ولى عصره الإمام العلامة الزاهد مولانا فضل الرحمن المراد آبادى، عن الإمام عبد العزيز بن الإمام ولى الله العمرى الدهلوى.

ومنهم: العلامة المحدث المحقق والفقيه النبيه الشيخ أبو الوفاء الأفغانى.

هذه صورة إجازته:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين. أما بعد: فقط التمس منى الأخ الصالح والفتى الرابح المحدّث الفقيه المولوى محمد عبد الرّشيد بن محمد عبد الرحيم النعمانى أن أجيزه برواية مسانيد الإمام الأجل فقيه الأمة وسراجها الإمام الأعظم أبى حنيفة النعمان بن ثابت الكوفى رضى الله عنه وشرح معانى الآثار للإمام الحافظ الحجة، الفقيه المجتهد أبى جعفر أحمد بن محمد بن سلمة بن سلامة الأزدى المصرى الطحاوى رحمه الله رحمة الأبرار فأجزته بذلك وبموطأ الإمام الربانى محمد بن الحسن الشيبانى رضى الله عنه وبآثاره خصوصًا وإن كنت لست أهلاً لذلك وأوصيه بتقوى الله جل شأنه وبالدعاء لهذا العاجز المذنب القاصر فى خلواته وجلواته، فأقول وبالله تعالىٰ أحول:

أما مسانيد الإمام: فأجازنى بها العلامة شيخنا الشيخ محمد بن أحمد الشهير بألفاهاشم الفوتى التجانى المدنى المالكى فى المسجد النبوى عليه ألف الف صلاة وتحية وعلى آله وصحبه. وهو رواها عن شيخه الفالح الرابح الشيخ فالح المالكى

(١) ماتمس إليه الحاجة ص ٥٥.

عن الشيخ محمد بن علي السنوسي الخطابي الشريف الحسني عن المازوني عن إبراهيم الكردي الكوراني أبي إسحاق عن الصفي أحمد المدني عن أبي المواهب الشناوي عن عبد الرحمن بن عبد القادر بن فهد عن عمه جار الله بن عبد العزيز بن فهد عن أبي القاسم عبد الكريم بن الجلال أبي السعادات، محمد بن ظهيرة القرشي المخزومي عن القاضي حميد الدين الفرغاني عن والده القاضي تاج الدين أحمد بن محمد الفرغاني، عن المشايخ الثلاثة القاضي حميد الدين حيدر بن أبي الفداء العباس وحسام الدين حامد بن أحمد ونور الدين عبد الرحمن بن موسى فالأولان عن صالح بن عبد الله الصباح والثالث عن علي بن أبي القاسم عن الخطيب الخوارزمي أبي المؤيد محمد بن محمود جامع المسانيد الخمسة عشر عن تاج الدين أحمد بن أبي الحسن بن أحمد عن الأشياخ الثلاثة أبي علي عبد السلام وأبي بكر عتاب بن الحسن وأبي محمد عبد الله بن أحمد عن محمد بن عبد الباقي عن أبي الخطيب البغدادي عن أبي العلاء الواسطي عن علي بن الحسين الجزري عن محمد بن عمر عن جعفر بن علي عن أحمد بن محمد عن ابن سماعة عن بشر بن الوليد عن القاضي أبي يوسف يعقوب بن إبراهيم الأنصاري عن الإمام أبي حنيفة.

قلتُ: وأسانيد باقي المسانيد مذكورة في جامع المسانيد ذكرها أبو المؤيد مفصلة.

قلتُ: وأرويها أيضا عن الأستاذ العلامة الشيخ عبد القادر الحواري بن الشيخ محمد الحواري المدني الحنفي عن الشيخ العلامة محمد علي ظاهر الوتري المدني عن العلامة الشيخ عبد الغني بن أبي سعيد المجددي الفاروقي النقشبندي الدهلوي ثم المدني، عن العلامة الحافظ الشيخ محمد عابد الأنصاري السندي المدني وأسانيده مذكورة في ثبته" حصر الشارد"

قلتُ: وأجازني بها أيضًا العلامة الإمام محمد زاهد الكوثري المصري رحمة الله عليه قال: أما مسانيد أبي حنيفة السبعة عشر عند الشمس بن طولون في الفهرست الأوسط وعند محمد بن يوسف الصالحي في" عقود الجمان" فالأولى إلى صالح الجينيني عن أبي المواهب عن أيوب بن أحمد الخلوتي عن إبراهيم بن

محمد بن الأحدب عن ابن طولون بأسانيده فيه، وأما الثاني فبا لسند إلى صالح بن إبراهيم الجينيني عن أبيه عن خير الدين الرملي عن محمد بن عمر الحانوتي عن الصالحي بأسانيده اهـ.

وأما كتاب الآثار للإمام محمد بن الحسن من طريق أبي حفص الكبير فأجازني به إجازة الشيخ عبد القادر الحواري المدني مدير مكتب شيخ الإسلام عارف حكمت آفندي عن الشيخ علي ظاهر الوتري عن الشيخ عبد الغني الدهلوي عن الشيخ الأجل محمد عابد السندي عن عمه محمد حسين بن مراد الأنصاري قال أجازني به الشيخ عبد الخالق بن علي المزجاجي. قال قرأته على الشيخ محمد بن علاء الدين المزجاجي عن الشيخ أحمد بن محمد التملي. عن الشيخ محمد بن علاء الدين البابلي عن أبي النجا سالم بن محمد السنهوري عن النجم محمد بن أحمد بن علي الغيطي عن زكريا بن محمد الأنصاري عن الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني أنا بها أبو عبد الله الجريري محمد بن علي بن صلاح أنا قوام الدين أمير كاتب بن أمير عمر بن غازي الأتقاني أنا البرهان أحمد بن سعد بن محمد البخاري والحسام حسين بن علي السغناقي قالا أنا فخر الحرمين حافظ الدين محمد بن محمد بن نصر البخاري أنا الإمام محمد بن عبد الستار الكردري، أنا عمر بن عبد الكريم الدرمكي أنا عبد الرحمن بن محمد الكرماني أنا أبو بكر الحسين بن محمد أنا أبو عبد الله الزوزني أنا أبو زيد الدبوسي أنا أبو جعفر الأستروشني أنا أبو علي الحسين بن خضر النسفي أنا أبو محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب الحارثي أنا أبو عبد الله محمد بن أحمد أبي حفص الكبير أنا أبي أنا محمد بن الحسن الشيباني تلميذ الإمام أبي حنيفة رضي الله عنهما.

وأما موطأ الإمام محمد بن الحسن رضي الله عنه: فأجازني به الشيخ عبد القادر بن محمد الحواري الزبيري المدني الحنفي مدير مكتبة شيخ الإسلام عارف حكمت رحمه الله في ضمن" حصر الشارد" عن الشيخ علي بن ظاهر الوتري المدني عن الشيخ عبد الغني المجددي الدهلوي، ثم المدني عن الشيخ الأجل محمدعابد السندي صاحب" حصر الشارد" عن عمه محمد حسين عن الشيخ محمد بن محمد بن محمد بن عبد الغرب. عن الشيخ عبد الله بن سالم البصري.

عن محمد بن علاء الدين البابلي. عن أحمد بن محمد الشلبي عن السيد يوسف بن عبد الله الأرميوتي عن الحافظ السيوطي عن الحافظ ابن حجر عن شمس القراء محمد بن علي بن صلاح أنا قوام الدين أمير كاتب الإتقاني. عن أحمد بن أسعد بن محمد البخاري عن محمد بن محمد بن نصر البخاري عن محمد بن عبد الستار الكردري عن أبي المكارم المطرزي عن الخطيب الموفق المكي عن أبي القاسم محمد الزمخشري عن الحسين بن محمد بن خسرو البلخي.

ح وقال الحافظ ابن حجر أنا به عاليًا بخمس درجات تقي الدين عبد الله بن محمد بن أحمد بن عبيد الله عن أحمد بن أبي طالب الحجار. عن أبي الحسن محمد بن أحمد بن عمر القطيعي عن أبي الفتح محمد بن عبد الباقي قال هو و ابن خسر وأخبرنا الحافظ أحمد بن الحسن بن خيرون وعلى بن الحسين بن أيوب وقالا أنا عبد الغفار بن محمد المؤدب،أنا أبو علي محمد بن أحمد الصواف أنا أبو علي بشر بن موسى بن صالح بن شيخ بن عنبرة الأسدي أنا أبو جعفر أحمد بن محمد بن مهران النسائي أنا محمد بن الحسن الشيباني.

وأما شرح معاني الآثار للإمام أبي جعفر أحمد بن محمد الطحاوي، فأجازني به الشيخ عبد القادر بن محمد القرشي الحواري المدني الحنفي مدير مكتبة شيخ الإسلام عارف حكمت آفندي بالمدينة المنورة زادها الله شرفًا وتعظيمًا عن السيد محمد علي بن ظاهر الوتري. عن الشيخ العلامة المحدّث عبد الغني المجددي الدهلوي المدني عن الشيخ الأجل العلامة الإمام محمد عابد السندي المدني في ضمن ثبته" حصر الشارد" عن الشيخ يوسف المزجاجي عن والده الشيخ محمد بن علاء الدين المزجاجي عن أبيه الشيخ علاء الدين بن محمد المزجاجي عن إبراهيم الكوراني عن أحمد القشاشي. عن الشيخ أحمد بن محمد الرملي عن القاضي زكريا الأنصاري عن الحافظ ابن حجر.

ح قال الشيخ الأجل عابد السندي: وأرويه أيضًا عن الشيخ يوسف بن محمد بن علاء الدين المزجاجي عن أبيه عن والده الشيخ علاء الدين بن محمد باقي المزجاجي أنا عبد الهادي بن عبد الجبار بن موسى جنيد القرشي أنا إبراهيم بن جعمان أنا السيد الطاهر بن حسين الأهدل عن الحافظ عبد الرحمن بن علي بن الديبع عن الشمس

محمد بن عبد الرحمن السخاوى عن الحافظ ابن حجر ومستمليه أبى النعيم بن محمد المغربى ومفخر العصر العز أبى محمد عبد الرحيم بن محمد القاضى والإمام أبى السعادات بن أحمد السراوى أولها أعلى الجميع سماعًا على الثانى لجميعه وقراءة عليه أيضًا وعلى الأول والأخير أيضًا متفرقين بعضه وسماعًا على الثالث لبعضه أيضًا وإجازة منه مع المناولة منه ومن الأول وقال الأخير أنا الزين أبو المحاسن تغزى بن مش بن يوسف التركمانى الحنفى سماعًا لجله وإجازة لسائره مع المناولة أنا الجلال أبو الطاهر أحمد بن محمد الجندى الحنفى والقاضى أبو حامد محمد بن عبد الرحمن المطرى الشافعى المدنيان سماعًا على ثانيهما لجميعه وعلى الأول من الأول إلى الأذان ومناولة مع الإجازة فى سائره.

ح والشيخ عبد الله بن محمد باقى المزجاجى قال وأنا أيضا شيخنا العلامة عمى رضى الدين الصديق بن الزين المزجاجى ووالدى الشيخ العارف بالله محمد باقى بن الزين المزجاجى قالا أنا به والدنا العلامة الزين الصديق المزجاجى قال أخبرنا به خالنا العلامة على بن أحمد المزجاجى أنا به العلامة والدى أحمدبن على المزجاجى أنا به العارف يحى النور الأشعرى أنا به العارف الكبير الشيخ إسماعيل بن أبى بكر الجبرتى. قال أنا به شيخنا العارف بالله محمد بن محمد المزجاجى عن أبى الفتح المراغى عن أبى الطاهر أحمد بن محمد الجندى الحنفى والقاضى أبى حامد محمد بن عبد الرحيم المطرى الشافعى. قالا أنا أبو السيارة وأبو جعفر بن عبد الله بن محمد المطرى وهو عمّ ثانيهما. قال السخاوى وهو ممن أنبأنا الزين أبو هريرة القبانى عنه وقال الأخير وكل من الأولين أنبأنا العلامة أبو الحسن على بن محمد الجزرى مشافهة إن لم يكن سماعًا ومحمد بن أبى اليمن السكندرى. قال الثانى سماعًا لجميعه قراءة لبعضه أيضًا. وقال الأول والأخير مشافهة إن لم يكن سماعًا زاد الأولان فقط، وأبو الفداء بن أبى إسحاق البعلى مشافهة. قال هو والعفيف أنا التقى أبو محمد عبد الرحمن بن عبد الولى البلدانى ثم الدمشقى قال العفيف سماعًا لليسير من أوله وإجازة لسائره وقال البعلى إجازة إن لم يكن سماعًا ولو لبعضه زاد. فقال وأنا البدر أبو عبد الله محمد بن إبراهيم بن جماعة شفاهًا قال أنا الرشيد أبو الفداء إسماعيل بن أحمد العراقى إذنًا إن لم يكن سماعًا.

ح وقال العلامة الجزري أنا به أبو الفضل سليمان بن حمزة القاضي إذنًا قال هو والبلداني أيضًا أنا أيضًا أبو عبد الله محمد بن عبد الواحد المقدسي إذنًا زاد البلداني والتاج أبو الحسن محمد بن أحمد القرطبي والركن أبو محمد عبدالله بن بركات القرشي إذنًا. وقال ابن أبي اليمن وأنا أبو إسحاق إبراهيم بن بركات بن القرشية وزينب بنت كمال إجازة قال أولهما أنا التقي أبو عبد الله محمد بن الحسين اليونيني إذنًا إن لم يكن سماعًا ولو لبعضه وهو آخر من حدث عنه بالسماع وقالت الأخرى وكذلك البلداني أيضًا أنا أبو عبد الله محمد بن عبد الهادي المقدسي.

ح وقال السخاوي: وأنا شيخنا الثالث مفخر العصر العز عبد الرحيم بن محمد القاضي وهو أعلى من كل من تقدم أنا العز أبو عمر عبد العزيز بن البدر بن جماعة إجازة معينة وقد قرأ عليه الجلال الجندي الماضي من أوله إلى آخر الحديث الثالث وأبو عبد الله محمد بن إبراهيم الأنصاري وأم محمد سيدة ست العرب ابنة محمد بن الفخر إذنًا برواية الأول عن أيوب بن أبي بكر الأسدي أنا أبو عبدالله محمد بن إسماعيل المقدسي سماعًا قال السبعة وهم (١) الرشيد (٢) والضياء (٣) والقرطبي (٤) والقرشي (٥) واليونيني (٦) و ابن عبدالهادي (٧) و ابن إسماعيل: أنا أبو موسى محمد بن أبي بكر المديني في كتابه إلينا من أصبهان.

ح وقالت سيدة ست العرب: والذي قبلها أنا الفخر علي بن البخاري إذنًا وهو عن المرأة عن أم هاني عفيفة ابنة أحمد الفارقانية كلاهما عن أبي الفتح إسماعيل بن المفضل الأخشيد قال أولهما سماعًا أنا أبو الفتح منصور بن الحسين التاني بالمثناة قرية تسمى تانه من أصبهان أنا أبوبكر محمد بن إبراهيم المقرئ عن مؤلفه أبي جعفر الطحاوي رحمه الله تعالى.

ح وبرواية الفخر أيضًا لكن يهرول عن الذي قبله عن أبي اليمن زيد بن الحسن الكندي مشافهة إن لم يكن سماعًا ولو لبعضه عن أبي عمرو عثمان بن محمد البلخي أنا أبو المظفر منصور بن أحمد البسطامي أنا أبو محمد عبدالرحمن بن محمد بن سعيد وأبو الفضل محمد بن عمر الترمذي قالا أنا أبو جعفر أحمد بن محمد الطحاوي الحنفي.

ح قال الشيخ الأجل السندي: وأرويه عالياً عن الشيخ صالح الفلاني عن محمد بن سنة عن مولاي الشريف محمد بن عبد الله عن محمد بن أركماس الحنفي عن الحافظ ابن حجر العسقلاني عن الشرف أبي الطاهر بن الكويك عن زينب بنت الكمال المقدسية عن محمد بن عبدالهادي عن الحافظ أبي موسى محمد بن أبي بكر المديني عن أبي الفتح إسماعيل بن الفضل بن أحمد السراج عن أبي الفتح منصور بن الحسن التاني عن الحافظ أبي بكر محمد بن إبراهيم المقرئ. عن الطحاوي الإمام رحمه الله ورضي عنه رضي الأبرار وصلى الله على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين دائما كثيرًا إلى يوم الدين آمين. هاوأنا العبد الضعيف الفقير إلى الله تعالى أبو الوفا محمود بن المولوي العارف مبارك شاه الأفغاني الحيدر آبادي مسكنًا الحنفي مذهبًا القادري طريقة.

ومنهم: العلامة المحدث المحقق الزاهد الورع المعروف بشيخ الحديث: زكريا بن يحيى الكاندهلوي رحمه الله تعالى:

وهذه صورة إجازته:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله الذي تواترت آلائه الشهيرة واتصلت بنا نعمائه الغزيرة، والصلاة والسلام على من أرسل بجوامع الكلم بشيراً و نذيرًا وبمسلسل الفضل المبين رحمة للعالم منيرًا، وعلى نوادر آله وصحبه الحملة لمبشرات النبي الأمين وعلى أتباعه الأوائل والأواخر الحماة للدين المتين. أما بعد: فيقول العبد المفتقر إلى رحمة ربّه القصوى محمدزكريا بن العلامة حافظ القرآن والحديث الشيخ محمد يحيى سامحه الله ما أظهر وما أخفى: إن أخالي في الدين مولانا محمد عبد الرشيد النعماني بن الشيخ محمد عبد الرحيم الجيبوري ثم الباكستاني قرأ عليّ وسمع مني ومما قرئ عليّ أوائل الرسالة الثلاثة أولها الفضل المبين من حديث النبي الأمين وثانيتها الدرّ الثمين في مبشرات النبي الأمين وثالثتها النوادر من أحاديث سيد الأوائل والأواخر كلها من مصنفات حجة الإسلام وقدوة الأنام الشاه ولي الله الدهلوي وأيضًا الحديث المسلسل بضيافة الأسودين التمر والماء والحديث المسلسل بإجابة الدعاء عند المتلزم وأوائل الأمهات الست المعروفة وطلب مني

إجازتها فأجيزه أن يرويها عنى كما أجازنى بها حافظ القرآن والحديث العلامة الأوحد سيدى أبو إبراهيم حبيب الله خليل أحمد شرفه وكرم يوم الغد بشرائطها المعتبرة عند أهل هذه الطريقة المثلى وأوصيه بتقوى الله تعالى في العلن والنجوى وأن يجتنب الإحداث فى الدين والتفريق بين المسلمين وأن يحترز عن طلب لذات الدنيا وحماتها وعن إساءة الأدب بأكابر الأمة وهداتها وأن لاينساني ومشايخى فى صالح دعواته فى خلواته وجلواته وأسأل الله تعالى أن ينفعنى بها وإياه وأن يوفقنا لما يحب ويرضاه وصلى الله تبارك وتعالىٰ على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم كما يحب ربنا ويرضاه بعدد مايحب ويرضى.

محمد زكريا عفى عنه الكاندهلوى

١٦/٤/١٣٨٤هـ.

ومنهم: العلامة المحدث الشيخ الصالح المحتاط حسن بن محمد المشاط رحمه الله تعالىٰ.

حيث أجازه في ضمن ثبته" الإرشاد بذكر بعض مالى من الإجازة والإسناد" كتب فيه بعد الحمد والصلاة: طلب منى الفاضلَ العلامة محدث الهند الشيخ محمد عبد الرشيد النعمانى بن الشيخ محمد عبد الرحيم حفظه الله آمين، أن أجيزه بذكر بعض أسانيدى فقلت له أهلاً، وإن لم أكن لذلك أهلاً، وعلى المولى الكريم اعتمدت، وإليه استندت، فأقول: أجزت الطالب المذكور، رزقنا الله وإياه السعى المشكور، بجميع مالى من مرويات ومقروءات ومسموعات ومجازات من شيوخ لى بالديار الحجازية وغيرها ممن تشرفت بالقراءة عليهم أو الإجازة منهم. اهـ.

ومنهم: العلامة محدّث العصر المحقق محمد يوسف بن زكريا البنورى رحمه الله تعالىٰ.

فأجازه عن شيخه الأجل إمام العصر الحافظ أنور شاه الكشميرى، والشيخة المحدّثة أمة الله بنت الإمام عبد الغنى المجددى ثم المدنى، وعن الإمام العلامة البحاثة الشيخ محمد زاهد بن الحسن الكوثرى، وله أسانيد أخر كلها مذكورة فى" بينات" عدد خاص.

ومنهم: العلامة المحدث المحقق الشيخ حبيب الرحمن بن المولوى محمد

صابر المئوى الأعظمى حفظه الله تعالىٰ ورعاه، وهذه صورة إجازته:

الحمدلله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى خصوصاً على سيدنا محمد المصطفى عليه وعلى آله وصحبه أطيب الصلوات.

أما بعد: فإن الأخ العلامة المحقق الشيخ عبد الرشيد النعمانى بارك الله فى حياته ونفعنا بعلومه قد طلب منى الإجازة لعدة كتب فأنا أجيزه أن يروى عنى كل ماثبت عنده أن لى روايته من سائر كتب الحديث والجوامع والسنن والمسانيد والأجزاء والمشيخات والمستخرجات والمستدركات والمسلسلات، وبجميع الأوراد والأذكار وغيرهما كما أجازنى بذلك شيخنا، مولانا عبد الغفار وأجازه الشيخ عبد الحق المهاجر شيخ الدلائل وأجازه الشيخ قطب الدين والشيخ عبد الغنى المجددى إلى آخر السند.

وأوصيه ونفسى أولاً بتقوى الله فى السرّ والعلانية و اتباع السنة والاقتداء بالأئمة والحمدلله أولاً وآخرًا.

فكان ذلك فى سبع خلون من جمادى الثانية سنة ألف وأربعمائة من الهجرة النبوية على صاحبها ألف صلاة وتحية.

وأنا الفقير إلى رحمة مولاه الغنى
حبيب الرحمن بن صابر الأعظمى.

ومنهم: العلامة المحدّث الشيخ فضل الله الجيلاني، عن الشيخ الكبير العلامة محمد على المونكيرى، عن العلامة المحدّث العارف بالله الشيخ فضل الرحمن الكنج مراد آبادى، عن الإمام الهمام الشيخ عبد العزيز الدهلوى.

ومنهم: العلامة الشيخ الفاضل محمد بن الشيخ أمان الكتبى:

وهذه صورة إجازته:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد الداعى إلى الله بإذنه والسراج المنير وعلى آله وأصحابه الذين بلّغوا شريعته بإذنه إلى الأمّة المحمدية فكانت ضياء باقيًا تهتدى به الأمة إلى يوم الدين والتابعين وأتباعهم.

وبعد فقد زارنى فضيلة الشيخ محمد عبد الرشيد النعمانى من أفاضل علماء

الهند، وطلب مني أن أجيز بما حصل لي في العلوم الشرعية والأدبية عن مشايخي الكرام بوأهم الله دار السلام.

ومن أجلهم الشيخ محمد أبو حسين الرزوخ، فقد أجازني رحمه الله بما تضمنه ثبت خاتمة المحققين العلامة محمد أمين بن عابدين، وشيخي المذكور قد أجازه بالثبت المذكور، شيخاه العلامة فقيه عصره وزمانه وفريد عصره وأوانه الشيخ صالح وأخوه الشيخ علي كمال ابنا الشيخ صديق كمال، وهما قد أجازهما بالثبت المذكور الشيخ علاء الدين بن الشيخ محمد أمين بن عابدين، وهو مجاز بالثبت المذكور من قبل والده رحم الله الجميع رحمة واسعة وأسكنهم في فسيح جنانه، وألحقنا بهم في خير وعافية.

وإني قد أجزتُ الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني بما أجازني به شيخي المذكور وهو الثبت المذكور وما تضمنه من العلوم كلها بأسانيدها إلى أصحابها ومؤلفيها.

وأوصى المجاز المذكور بتقوى الله تعالىٰ وكثرة الصلاة والسلام على النذير البشير فإنها منبع الخير الكثير، وأوصيه بالدعاء لي، أمدّ الله في حياته وأحياه حياة طيبة ونفع المسلمين بعلومه ومؤلفاته، آمين.

كتبه راجي عفور به الحنان
محمد بن الشيخ أمان الكتبي
٢٠/ شوال في عام ١٣٨٦هـ

ومنهم: الشيخ المحدث الفاضل محمد العربي ابن التباني بن الحسين الحسني الإدريسي:

وهذه صورة إجازته:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي أجاز أهل عكاظ وذي المجاز بالفضائل والفواضل والإعزاز، ورفع بهم لواء الإسلام على كل شرف ومجاز والصلاة والسلام على سيد الوجود المؤيد بالدلائل الباهرة والإعجاز، وعلى آله وأصحابه الذين عزروه ونصروه وأعزبهم دينه أيَّ إعزاز.

أما بعد: فيقول العبد الفاني محمد العربي بن التباني بن الحسين الحسني الإدريسي الواحدي أن لي إجازات عامة وخاصة في الصحاح والمسانيد والمعاجم وموطأ الإمام مالك وغيرها من تصانيف العلماء الأعلام وقد أجزتُ الشيخ محمد عبد الرشيد بن محمد عبد الرحيم بجميع ذلك راجيًا منه أن لا ينساني من دعائه بظهر الغيب وفي مظان الإجابة وألحقه بسندلي في موطأ الإمام مالك وسند في صحيح الإمام البخاري، أما الموطأ فحدثني به شيخنا العلامة الفقيه المحدّث الصوفي الشيخ محمد بن محمد بن عبد القادر القرشي المالكي المتوفى عام ١٣٦٨هـ إجازة فيما كتبه إليّ من مدينة فاس سنة ١٣٥٢هـ قال رحمه الله رويته عن شيخنا شيخ الإسلام خاتمة المحدثين بالديار المغربية في وقته الشيخ الثبت المعمر العلامة المحدّث المشارك المتفنن أبي العباس سيدي أحمد بن الطالب القرشي السُودي المتوفى عام ١٣٢١هـ هن ٨١ سنة، عن شيخه شيخ الجماعة العلامة المحدّث المشارك سيدي بدر الدين الحموي المتوفى عام ١٣٦٤هـ، عن شيخه شيخ الجماعة شيخ الإسلام سيدي التاودي بن سيدي الطالب القرشي السودي المتوفى عام ١٢٠٩هـ عن شيخه شيخ الإسلام العلامة المحدث سيدي محمد بن عبد السلام بنّاني، عن شيخه شيخ الإسلام العلامة المحقق المشارك المحدّث سيدي محمد فَتْحًا بن عبد القادر الفاسي المتوفى عام ١١١٦هـ عن والده البحر الخضم شيخ الإسلام والجماعة سيدي عبد القادر بن علي بن يوسف الفاسي المتوفى عام ١٠٩٦هـ عن عمه العارف الكبير أبي زيد سيدي عبد الرحمن بن محمد الفاسي المتوفى عام ١٠٢٦هـ، عن الإمام القَصَّار المتوفى عام ١٠١٢هـ عن الجنوي عن سُقَّين العاصمي عن الشيخ زكريا الأنصاري عن ابن الفرات عن ابن جماعة عن أبي جعفر بن الزبير عن أبي الخطاب بن خليل عن ابن زرقون عن الخولاني عن الطلنكي عن أبي عيسى يحيى عن عمه الحافظ يحيى بن يحيى الليثي المغربي الأندلسي عن الإمام مالك بن أنس رضي الله عنه.

وأما صحيح الإمام البخاري فقد قال شيخنا العلامة المذكور له فيه روايتان رواية سندها عال والثانية سندها نازل وذكرهما لي معاً وإني اقتصر له على التي سندها عال:

فأقول حدثني به شيخنا المحدّث المحقق الصوفي محمد بن محمد بن عبد

القادر القرشي السودي فيما كتبه إليّ من مدينة فاس عام ١٣٥٢هـ، إجازة قال رحمه الله أرويها عن شيخنا المعمر الثبت شيخ الإسلام سيدي أحمد بن سيدي الطالب السُّودي القرشي المتقدم ذكره قرأت عليه الصحيح وسردته له تسع سنوات بضريح مولانا إدريس بن إدريس بفاس وبالزاوية الحراقية بالمخفية بفاس قال أخبرنا شيخنا شيخ الإسلام مصطفى بن محمد المالكي المعروف بالكَبَابطي الجزائري منشأ الإسكندراني موطنًا المتوفى عام ١٢٦٩هـ بالإسكندرية واجتمع به شيخنا هناك عند حجته الأولى عام ١٢٦٤هـ. قال أخبرنا شيخنا شيخ الإسلام الشيخ علي بن عبد القادر الجزائري المالكي المشهور بابن الأمين المتوفى عام ١٢٣٦هـ. قال أخبرنا شيخنا شيخ الإسلام علي العدوي الصعيدي المالكي المصري المتوفى عام ١١٨٩هـ قال أخبرنا شيخنا شيخ الإسلام الشيخ عقيلة المكي. قال أخبرنا شيخ الإسلام الشيخ حسن بن علي العجيمي. قال أخبرنا شيخنا شيخ الإسلام الشيخ أحمد بن محمد العجلي اليمني وكان عاش ١٤٧ سنة، قال أخبرنا شيخنا الحافظ أبو زكريا يحيى بن مكرم الطبري. قال أخبرنا البرهان إبراهيم بن محمد بن صدقة الدمشقي. قال أخبرنا شيخنا الشيخ عبد الرحمن بن عبد الأول الفرغاني وكان عاش ١٤٠ سنة قال أخبرنا شيخنا أبو عبد الرحمن محمد بن شاذ بخت الفارسي الفرغاني وكان عاش ١٣٠ سنة. قال أخبرنا شيخنا أحد الأبدال بسمرقند الشيخ أبو لقمان يحيى بن عمار بن مقبل بن شاهان الختلاني وكان عاش ١٤٣ عامًا. قال أخبرنا شيخنا الحافظ أبو عبد الله محمد بن يوسف بن مطر بن صالح الفربري. قال أخبرنا شيخنا الحافظ أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري الجعفي رضي الله عنه.

صح العبد الفاني محمد العربي بن التباني الجزائري المكي إقامة. تجاوز الله عن ذنوبه، كتب يوم الجمعة الموافق ٢٤ في شوال ١٣٨٦هـ.

ومنهم: العلامة المحدّث الشيخ عبد العزيز بن محمد بن الصديق الغماري.

وهذه صورة إجازته:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والسلام على سيدنا رسول الله وآله ومن والاه.

أما بعد: فقد سمع العلامة المحدّث المحقق البارع المطلع فضيلة الشيخ

محمد عبدالرشيد النعماني متع الله به المسلمين مجلس ختم مؤطأ إمام دار الهجرة مالك بن أنس الأصبحي بروايتي يحيى بن يحيى الليثي ومحمد بن الحسن الشيباني. وقد أجزته إجازة خاصة بالموطأ بالروايتين المذكورتين، وهذا سندي إلى الإمام مالك من طريق يحيى بن يحيى الليثي، أروي الموطأ برواية يحيى الليثي عن جماعة من أجلهم شقيقنا الحافظ المتقن سيدي أحمد بن محمد بن الصديق الغماري سماعًا عن سيدي محمد بن جعفر الكتاني عن السيد على الوتري المدني عن أحمد منة الله عن محمد الأمير الكبير عن على السقاط الفاسي عن شارحه محمد الزرقاني عن والده عن على الأجهوري عن الشمس الرملي عن الشيخ زكريا الأنصاري عن الحافظ ابن حجر العسقلاني عن النجم البالسي عن محمد بن على المكفي عن محمد بن الدلاصي عن عبد العزيز بن عبد الوهاب بن إسماعيل عن جده إسماعيل بن الطاهر عن محمد الطرطوشي عن شارحه سليمان الباجي عن يونس بن عبد الله بن مفيت عن أبي عيسى يحيى عن عم أبيه عبيد الله بن يحيى عن أبيه يحيى بن يحيى الليثي الأندلسي عن إمام دار الهجرة مالك بن أنس.

وأما رواية الإمام محمد بن الحسن الشيباني فلي فيها طرق متعددة عن عدة من العلماء الأحناف وغيرهم من أجلهم مسند مصر العلامة المحقق السيد أحمد بن محمد بن عبد العزيز بن رافع القاسمي الطهطاوى الحسيني الحنفي الأزهرى وهو عن شيخ الأزهر الشمس الأنبابي عن مصطفى المبلط عن محمد الأمير الكبير عن على الصعيدى عن محمد بن عقيلة المكي وهو يرويه مسلسلاً بالفقهاء الحنفية عن الحسن العجيمي عن خير الدين الرملي عن أحمد بن أمين الدين عن والده عن سرى الدين بن عبد البر عن والده محب الدين بن الشحنة عن محمد البابرتي عن محمد بن محمد السنجارى عن حسام الدين السغناقي عن حافظ الدين محمد البخارى النسفي عن الكردرى عن أبي المكارم المطرزى عن موفق الدين المكي عن أبي القاسم الزمخشرى عن الحسين بن محمد بن خسرو عن على بن الحسين بن أيوب عن أبي طاهر المؤدب عن أبي على محمد الصواف عن أبي على بشر بن موسى الأسدى عن أحمد بن محمد بن مهران عن محمد بن الحسن الشيباني الإمام المجتهد عن إمام دار الهجرة مالك بن أنس الأصبحي وصلى الله وسلم على

سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليمًا كثيرًا.

عبد العزيز بن محمد بن الصديق غفر الله له

١٧ من ذى الحجة سنة ١٤٠٣هـ

ومنهم: العلامة المحدث الشيخ علوى بن عباس المالكي المكى.

وهذه صورة إجازته:

الحمدلله الذى رفع لمن وقف ببابه قدرًا وأعلى لمن انتسب لعزيز جنابه ذكرًا، والصلاة والسلام على الحبيب المحبوب نور العيون وطيب القلوب سيدنا ومولانا وحبيبنا محمد صلى الله عليه وسلم وعلى آله المشهورين بالعزة والكرامة وأصحابه الواقفين على حدود الله المتمسكين بشريعته وعلى أتباعهم ومن بعدهم الذين انقطعوا لخدمة سنته وتعلقوا بحفظها، وبعد: فإن الحديث الشريف أشرف العلوم وأجلها وأعلاها وأرفعها وأهله هم أهل الرسول صلى الله عليه وسلم، أهل الحديث هم أهل النبى فإن لم يصحبوا نفسه أنفاسه صحبوا ولما كان الإسناد هو طريق الحديث وسبيله، وكان لهذه الغاية من الدين ورغبة فى اتصال هذا السند وبقاؤه وحصول الأخذ والعطاء ليتم وثاق المحبة على أساس شريف طلب منى أخى حقًا ومحبى فى الله صدقًا العالم العلامة المحدّث الفهامة شيخ الحديث الأستاذ البارع المحقق الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني، شيخ الحديث بالجامعة الإسلامية بهاولبور، وقد ظن بى حفظه الله ظنا حسنًا، مع أنى لا أرى نفسى أهلاً ولا لطلبه محلاً ولكنه ألح وشدد فرأيت أن ذلك قد يغتفر لكونه ناشئًا عن حسن النظر وخشية من إثم كتمان العلم وعدم إباحته لأهله وأصحابه، فإن يسر الله الكريم بفضله، وصادفت أهلاً للعلوم وللحكم، بشثت صفيدًا واستفدت ودادهم، وإلا فمخزون لدى ومكتَتم.

فأقول وبالله التوفيق إنى قد أجزتُ الأخ المذكور فى كلما تجوز لى روايته وتثبت درايته من معقول ومنقول وفروع وأصول خصوصًا علمى التفسير والحديث ومنه الصحاح الست والموطأ والمسانيد والسنن وكتب السنة المشرفة جميعًا أجازة عامة تامة بشرطها المعتبر عند ذوى العلم والأثر والفقه والنظر من التثبت فى الرواية والفتيا بما يعلم وجعل الله نصب عينيه فإنها نصف العلم.

وأحيله فى أسانيدى على الثبت الذى خرجه لى ابنى المبارك محمد الحسن،

فإنه ترجم لكثير من مشايخي وذكر جملة وافرة من الأثبات والمعاجم الإسنادية وشيئًا من المسلسلات وذكر فيه من مشايخي نحو السبعين سماعًا وإجازة.

فإني أجزت الأخ محمد عبدالرشيد به أيضًا وبجميع مؤلفاتي ومصنفاتي في الحديث وأصول التفسير، وأتحفه بشيء يكون قريبًا له من أسانيدي التي عن شيوخي عن أجل شيوخي إجازة وقراءة، محدث الحرمين الشريفين الشيخ عمر حمدان المحرسي وله ثبت مشهور مطبوع ووالدي العلامة القاضي الشريف عباس المالكي والعلامة الشيخ محمد حبيب الله الشنقيطي وله أثبات مطبوعة.

ومن المغرب المحدّث المسند الشريف محمد عبد الحي الكتاني وله فهرس كبير وأثبات أخر وغيره من المغرب ومن الشام السيد يوسف بن إسماعيل النبهاني وله ثبت وغيره، ومن حضر موت السيد عبد الرحمن بن عبيد الله السقاف الذي يروي عن السيد أحمد دحلان إجازة وغيره من حضر موت، وسندنا إلى شيخ الحجاز إمام المسلمين ومفتيهم السيد أحمد بن زيني دحلان عن تلاميذه وشيوخنا منهم شيخنا الشيخ عمر باجنيد وشيخنا الشيخ المعمر أبو بكر البملا الأحسائي إجازة وغيرهما والسيد دحلان يروي عن كثير، منهم الوجيه عبد الرحمن الكزبري ومنهم الشيخ ارتضا على خان المدراسي العمري.

هذا وأوصي نفسي والمجاز بتقوى الله في السر والعلن والمحافظة على الآداب الإسلامية والشعائر المحمدية وعدم التعرض للعلماء السابقين بذم أو قدح فإن لحوم العلماء مسمومة وعادة الله في منتقصيهم معلومة وهم قد قدموا على ربهم فأمرهم إليه وعدم الاشتغال بهذه الأمور التي لايترتب عليها حلال أو حرام بل الجدال والنقاش والخصام، والشحناء والبغضاء والتفرق والتباعد، فإن المصيبة عظيمة والنازلة وخيمة، وماهي إلا فتن كقطع الليل المظلم، اللّهم فالنجاة فالنجاة. وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين.

صحيح خادم الحديث الشريف بمسجد الله الحرام
علوي بن عباس المالكي مذهبًا المكي وطنًا
تحرر في ٢٠/ شوال سنة ١٣٨٦ هجرية.

ومنهم: العلامة الفهامة المحقق البحاثة الناقد البصير الفاضل الجليل الدرّاكة

النبيل شيخنا الشيخ عبد الفتاح أبو غدة حفظه الله تعالى ورعاه ونفعنا بعلومه. حيث كتب في مكتوب له إلى شيخنا النعماني:

وأما طلبكم من العاجز الضعيف الإجازة فهذا من (١) تواضعكم الجم ونبلكم الرفيع، فمتى استقت البحار من الركايا؟ ولكن امتثالاً لأمركم سأفعل، وسترد منافي ورقة خاصة تكون معها إجازة للنجل العزيز محمد عبد الشهيد تبعًا لأمركم أيضًا، والله يتولانا وإياكم بتوفيقه وعونه، واستودعكم الله. والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

أخوكم عبد الفتاح أبو غدة

الرياض ٢٣ من شعبان سنة ١٣٩٩هـ.

وله مشايخ كثيرون كما قال في كتابه" كلمات في كشف أباطيل وإفتراءات"

" قد تلقيت العلم عن نحو مائة عالم والحمدلله، في بلدي حلب وفي غيرها من بلاد الشام ومكة المكرمة والمدينة المنورة ومصر والهند وباكستان والمغرب وغيرها، فلي من الشيوخ قرابة مائة شيخ تلقيتُ عنهم، وأخذتُ منهم" اهـ (٢)

ومنهم: العلامة المسند الشيخ علم الدين محمد ياسين بن محمد عيسى الفاداني المكي الشافعي. حيث أجازه في ضمن ثبتيه" إعلام القاصي والداني" و"الفيض الرحماني" وهذه كلمته في" إعلام القاصي والداني":

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله عز شأنه، أما بعد: فقد أجزت بما تضمنه الثبت المسمى بإعلام القاصي والداني، صاحب الفضيلة العلامة الجليل الدرّاكة النبيل المحدّث الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني، وكذا أجزته بجميع مروياتي.

محمد ياسين عيسى فاداني

١٤٠١/٩/٤هـ

أبــوه

وكان أبوه الشيخ المنشي محمد عبد الرحيم بن محمد بخش جميل الوجه واسع

(١) كانت ههنا كلمة لم أستطع أن أقرأها فجعلتها كما ترى.

(٢) كلمات في كشف أباطيل وافتراءات ص ٣٧.

الجبين، وسيع الصدر بارًا بوالديه مطيعًا لهما، ولد سنة ١٢٩٥هـ تقريبًا، قرأ القرآن الكريم ومهر في الأدب الأردو والفارسي، وكان ذكيًا جيد الحفظ كثير التلاوة لكتاب الله المجيدبصوت حسن، حافظا لسور كثيرة طويلة من كتاب الله، وكلماتٍ حسنة من الأحاديث النبوية، وجملة وافرة من الأدعية الماثورة، وكان كاتبًا جيد الخط كتب بخطه كثيرًا، وطبع الكتب الكثيرة في" المطبعة الرحيمية" (رحيمي بريس) له.

وكان شفيقًا على أولاده، كثير الحنان بهم، صابرًا على لاوائهم، شاكرًا لربه، راضيًا بقضاءه، مخلصًا في أعماله، كثير التوقير للعلماء، جامعًا لخصال الخير من الإيثار والجود والسخاء، كثير الورد بما علّمه رسول الله صلى الله عليه وسلم لسيدنا على بن أبي طالب رضى الله تعالىٰ عنه: اللّٰهم اكفني بحلالك عن حرامك وأغنني بفضلك عمن سواك.

وكان بايع في الطريقة على الشيخ إبراهيم الروحي التونكي رحمه الله تعالىٰ فأجازه ولكنه لم يذع ذلك بل أخفاه.

وكان من قوله: أصل التصوف إيتاء الأوامر وعدم الغفلة من ذكر الله، ولو لمحة.

وكان يواظب على قيام الليل والصلاة بالجماعة، كثير الاهتمام بالوظائف، كثير الذكر، معرضًا عمالايعنيه.

توفي رحمه الله تعالىٰ وأغدق عليه من سحائب غفرانه ورضوانه ١٨ من جمادى الأولى سنة ١٣٧٣هـ المطابق ٢٤ من يناير سنة ١٩٥٤م.

خلف أولادًا صالحة تدعوله، منها: شيخنا النعماني، والشيخ الفاضل عبد العليم الندوي رحمه الله تعالى، والشيخ العلامة عبد الحليم الجشتي، والشيخ عبد العظيم مظفر لطيف، والشيخ الفاضل عبد الرحمن غضنفر، وعائشة وهي كبرى منهم غفر الله لهم وأطال بقاء هم بكل خيروعافية.

وقد ترجم له ترجمة وافية ابنه العلامة عبد الحليم الجشتي مخطوطة لم تبطع بعد.

أولاده

وقد تزوج شيخنا النعماني يوم الجمعة سادس جمادى الأولى سنة ١٣٥٩هـ

بالصالحة القانتة العابدة المسماة أشرف جهان بنت شرف الدين رحمة الله عليها فرزقهما الله تعالى ابنين وثلاث بنات.

أما الابنان الكريمان، فالأكبر منهما: عبد المعيد توفى وهو شاب يقرأ كنز الدقائق وغيره بجامعة العلوم الإسلامية علامة محمد يوسف بنورى تاؤن كراتشى، وكان صالحًا عابدًا خاشعًا بارًّا بوالديه.

والثانى: الشيخ محمد عبد الشهيد النعمانى، عالم جيّد حافظ، أديب فاضل، تخرج فى" إيم.اى. عربى"(الماجسترية) من جامعة كراتشى، ثم عين أستاذًا فى "الشعبة العربية" هناك، فهو يدرس إلى الآن فيها، أبقاه الله تعالى بكل خير وعافية.

وله مقالات ومضامين علمية طبعت فى المجلات الشهيرة وشاعت، من أهمها "إمام أبو حنيفه اور ان كى تابعيت"(تابعية الإمام أبى حنيفة) ومن تآليفه:" فرامين نبوى" ترجمة" مكاتيب النبى صلى الله عليه وسلم للإمام أبى جعفر الديبلى إلى الأردوية.

وللولد المذكور فروع، ثلاثة أبناء وثلاث بنات.

عبد الحميد نبيل، حفظ القرآن الكريم ويقرأ الكتب الإبتدائية فى جامعة العلوم الإسلامية علامة بنورى تاؤن.

وعبد المجيد بلال، وعبد الوحيد حارث، هما حفظا عشرين جزءً من القرآن الكريم، جعلهم الله عالمين عاملين مخلصين، آمين.

وأمة السلام نبيلة، حفظت القرآن الكريم وتقرأ الكتب الابتدائية فى مدرسة عائشة الصديقة للبنات.

وأمة العزيز رعنا، وهى أيضًا قد حفظت القرآن الكريم، وأمة العليم نجيبة جعلهن الله تعالى طيبات طاهرات.

وأما بنات شيخنا فالكبرى منهن: أمة الرحمن، عابدة صالحة، والثانية: أمة الله، حافظة مجوّدة عابدة صالحة، والثالثة: أمة الرحيم، حافظة مجودة صالحة قانتة، توفيت قبل سنين رحمة الله عليها رحمة واسعة، كلهن صاحبة أولاد، بارك الله فى ذريته وجعلها ذرية طيبة طاهرة، آمين.

تلامذته:

وقد استفاد منه المئآت منهم، ولايمكن حصر طلابه، حيث أنه استمر فى

التدريس والإفادة أكثر مِن نصف قرن، فرأى تلاميذه يدرسون وكذا تلاميذهم، وهو يدرس في نفس الوقت لآخرين فعليه تخرج ثلاث طبقات من العلماء وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء، فالأكثر منهم قرأوا عليه في باكستان وبعض منهم في الهند قبل أن يهاجر إلى باكستان وبعد ذلك لما سافر إلى ندوة العلماء لكهنؤ بالهند على طلب من الشيخ العلامة أبي الحسن على الندوى، وآخرون في الحجاز لما سافر للحج والزيارة(وقد حج وزار مرارًا)

وإليك أسماء بعض تلامذته المعروفين.

منهم الشيخ العلامة محمد عبد الحليم الجشتي، شقيق شيخنا، صاحب تصانيف ممتعة، وقد نقل كثيرًا من كتب شيخنا في تآليفه.

ومنهم: الشيخ العلامة الفاضل البارع المناظر منظور أحمد الجنيوتي، عضو البرلمان في بنجاب سابقًا، ورئيس الجامعة العربية والدعوة والإرشاد بجنيوت.

ومنهم: الشيخ الفاضل عبيد الرحمن بن العلامة عبد الرحمن الكاملبورى، رئيس جامعة العلوم الإسلامية في لندن.

ومنهم: الشيخ الفاضل الجليل المقرئ سعيد الرحمن بن العلامة عبد الرحمن الكاملبورى، رئيس جامعة العلوم الإسلامية براولبندى، ووزير الزكاة والعشر في بنجاب سابقًا.

ومنهم: الشيخ المحدّث البارع الفاضل بديع الزمان أستاذ الحديث بجامعة العلوم الإسلامية علامه بنورى تاؤن.

ومنهم: الشيخ الفاضل الجليل الدكتور عبد الرزاق إسكندر مدير التعليم وأستاذ الحديث بجامعة العلوم الإسلامية علامه بنورى تاؤن.

ومنهم الشيخ الفاضل الجليل محمد أحمد قمر بن الحكيم مختار حسن الشاه جهان بورى، ختن شيخنا، وشقيق الشيخ حبيب الله مختار، نزيل مكة المكرمة.

ومنهم: العلامة المحقق الفاضل الجليل الشيخ حبيب الله مختار، رئيس جامعة العلوم الإسلامية، ومجلس الدعوة والتحقيق الإسلامى، بعلامة محمد يوسف بنورى تاؤن كراتشى رقم ٥.

ومنهم: العلامةُ المحقق الشيخ الفاضل محمد جنيد شوق بن العلامة صاحب

تنظيم الأشتات أبي الحسن الجاتجامي، أستاذ الحديث بالجامعة الإسلامية عزيز العلوم ببابونكر، بنغلاديش.

ومنهم: الشيخ الفاضل سائد الحلبي، ختن العلامة محمد عوامة.

ومنهم: الشيخ الفاضل مكي.

ومنهم: صديقنا المحقق الشيخ الفاضل محمد عبدالمالك بن الشيخ شمس الحق الكملائي.

ولشيخنا مكتبة كبيرة تحتوي نفائس المطبوعات وفيها قسم كبير من المخطوطات أيضًا.

أطال الله تعالى بقاء شيخنا بكل خير وعافية ونفعنا والخلائق بعلومه ومعارفه، آمين. (توفي الشيخ إلى رحمة ربه الكريم يوم الخميس في التاسع والعشرين من الربيع الثاني سنة تسع عشرة وأربعمأة وألف من الهجرة النبوية (١٤١٩هـ) الموافق لثاني عشر من أغسطس سنة تسع وتسعين وتسعمائة وألف (١٩٩٩م) من الميلاد، فرحمه الله رحمة واسعة، وأمطر عليه شآبيب رضوانه، وأسكنه فسيح جنانه)

بقلم تلميذه العبد الضعيف
روح الأمين بن حسين أحمد أخوند
القاسمي الفريد بوري البنغلاديشي
٢٦/من شعبان سنة ١٤١١هـ المطابق ١٤/٣/١٩٩١م

